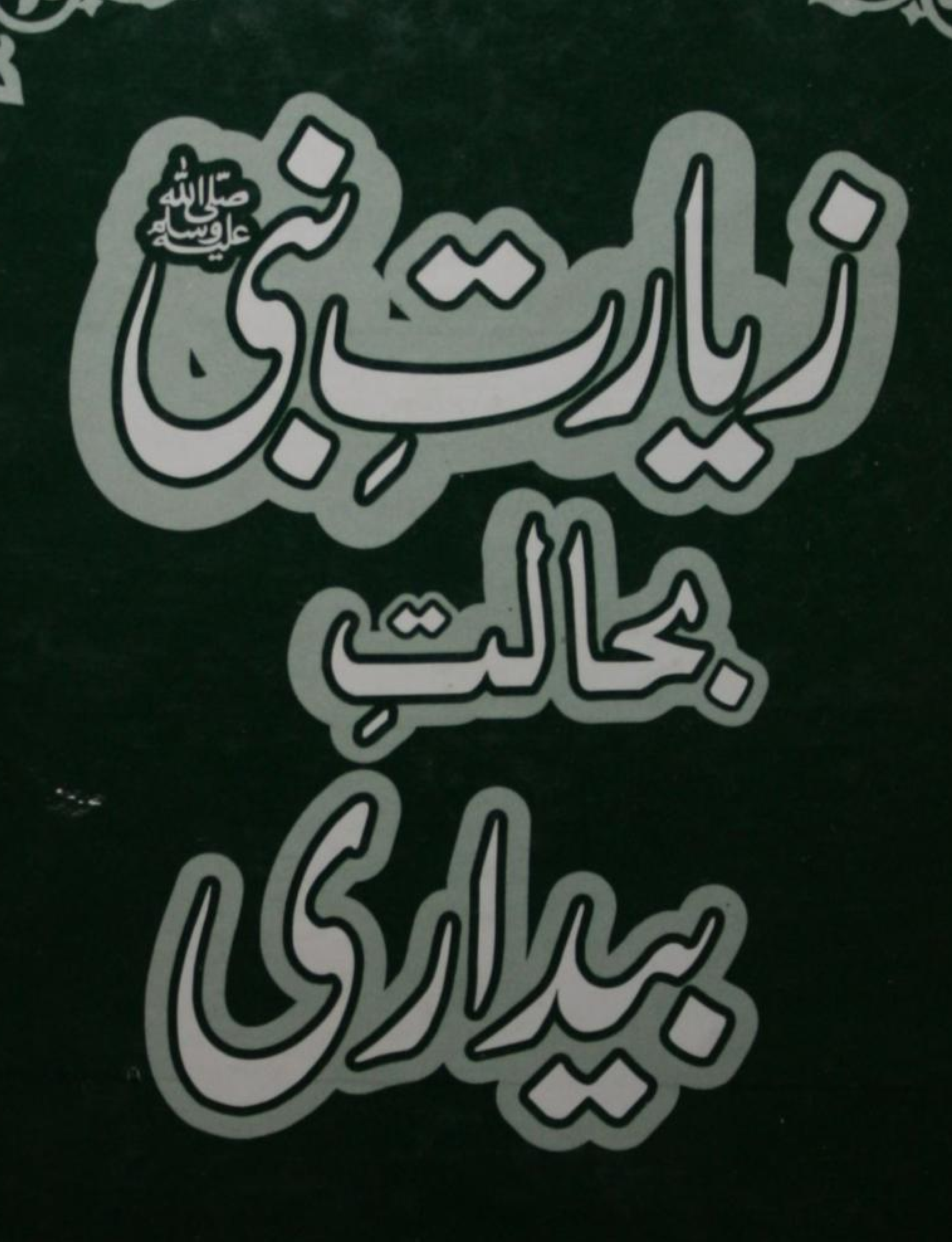
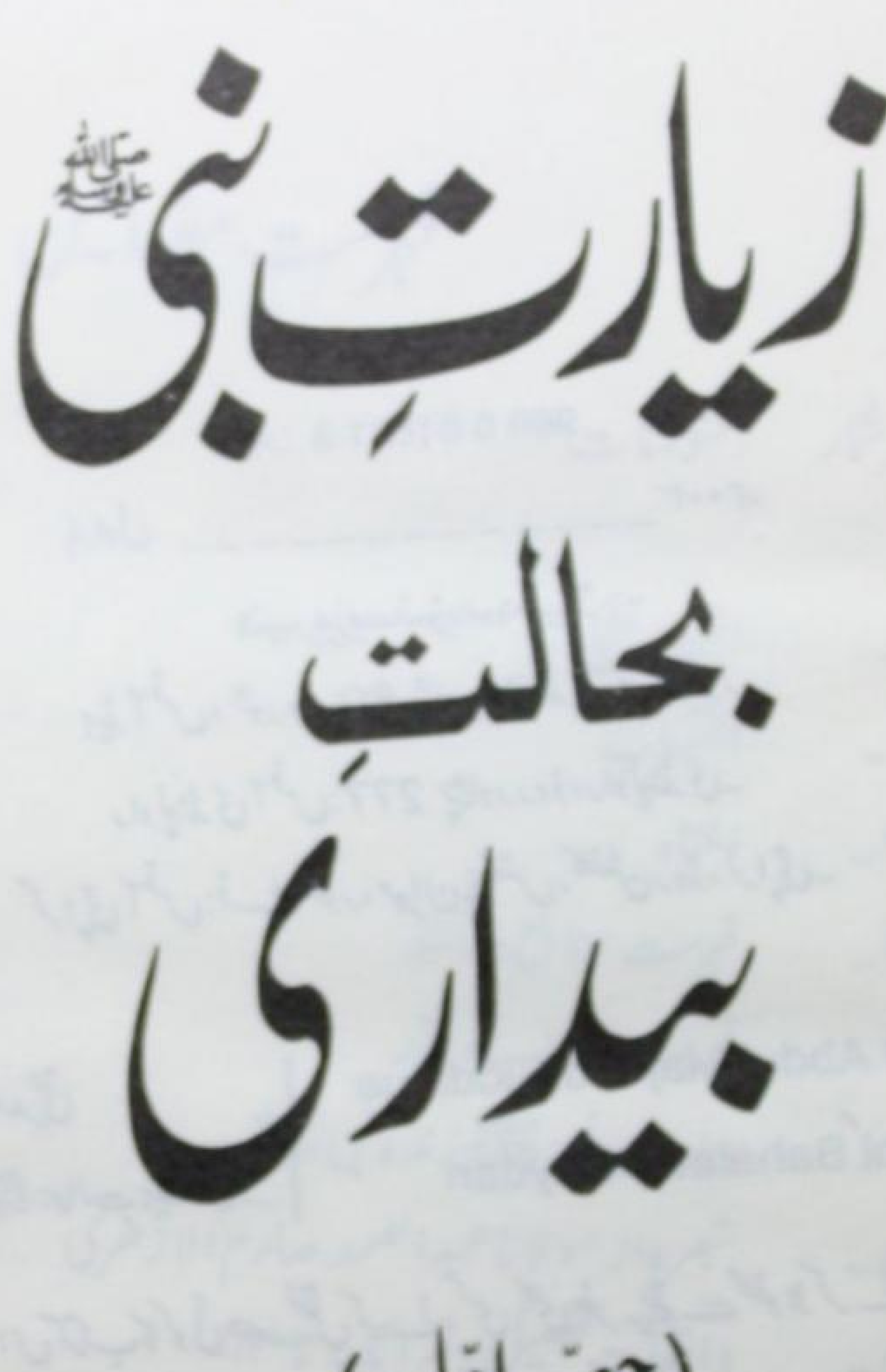


زیارتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بحالتِ بیداری

(حصہ اوّل و دوم)

محمد عبدالمجید صدیقی ایڈووکیٹ



زیارتِ نبی ﷺ بحالتِ بیداری

(حصہ اوّل)

محمد عبد المجید صدیقی ایڈووکیٹ



فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ
لاہور - راولپنڈی - کراچی

مجلد: 3 01821 0 969

باراول _____________ ۲۰۰۳ء

فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ

ہیڈ آفس و شوروم: 60 شاہراہ قائداعظم، لاہور۔

راولپنڈی آفس: 277 پشاور روڈ، راولپنڈی۔

کراچی آفس: فسٹ فلور، مہران ہائٹس، کلفٹن روڈ، کراچی۔

محمد عبدالمجید صدیقی | Muhammad Abdul Majeed Siddique

زیارتِ نبی ﷺ بحالتِ بیداری | Ziarat-e-Nabi Bahalat-e-Baydari

کتاب کا مواد مصنف کی تحقیق اور آراء پر مبنی ہے۔ ناشر مکمل طور پر غیر جانبدار ہے۔

مطبوعہ فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور۔ باہتمام عبدالسلام پرنٹر و پبلشر

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہارِ تشکر

گوہر بیگم صاحب (بیگم جناب ایڈمرل (ر) مظفر حسن، کراچی) کے تعاون کے بغیر میں یہ کتاب ہرگز شائع نہیں کر سکتا تھا۔ میں ان عظیم خاتون کی الفاظ میں تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔ آپ اور آپ کے متعلقین عشق رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو دارین کی ہر نعمت سے نوازے، آمین ثم آمین۔

احقر
محمد عبدالمجید صدیقی
۳ مارچ ۱۹۸۳ء

انتساب

میں اپنے پیارے والدین کے نام اس مبارک تصنیف کا انتساب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے بزرگ والدین کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، جنہوں نے نہایت شفقت سے مجھے پالا پوسا، پروان چڑھایا، پڑھایا لکھایا اور بہترین تعلیم و تربیت کے بعد میری شادی کی۔ الحمد للہ! میں آج بھی ان کی دُعاؤں سے مستفید ہو رہا ہوں۔

انتباہ

حضور نبی پاک ﷺ کی خواب میں زیارت یا بعالم بیداری زیارت کے واقعات اور قصے گھڑنے والے اپنے انجام سے باخبر رہیں۔ دُنیا میں بھی ان کی رُسوائی ہو گی اور آخرت بھی خراب ہو گی۔ دین اسلام کا البتہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے کہ خداوندِ قدوس خود اس کا محافظ و نگہبان ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو انہوں نے نہ دیکھی ہو۔ آپؐ ہی نے ارشاد فرمایا کہ جو میری جانب ایسی بات منسوب کرے گا جو میں نے بیان نہیں کی تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

فہرست منابع و مآخذ

الف

۱۔ اخبار الاخیار
۲۔ انوار المحسنین
۳۔ آثارِ احمدی
۴۔ احوال و مناقب حضرت سید احمد شہیدؒ
۵۔ اثبات کرامات الاولیاء
۶۔ انوار الرحمٰن
۷۔ الدار المنظوم
۸۔ انوار اصفیاء
۹۔ انوار العارفین
۱۰۔ اشعۃ اللمعات
۱۱۔ ارشادِ رحمانی و فضل یزدانی
۱۲۔ اسرارِ محبت
۱۳۔ ارشادِ رحمانی
۱۴۔ ارواح ثلثہ
۱۵۔ الفوز الکبیر
۱۶۔ التکشف
۱۷۔ المنقذ من الضلال
۱۸۔ اکابر علماء دیو بند
۱۹۔ اولیائے ملتان
۲۰۔ ماہنامہ ''الفرقان''
۲۱۔ ماہنامہ ''النور''
۲۲۔ اعجاز القرآن
۲۳۔ الحاوی للفتاویٰ
۲۴۔ براھین القاطعہ
۲۵۔ اصدق الرویا
۲۶۔ امداد المشتاق
۲۷۔ امداد السلوک
۲۸۔ احوالِ برزخ حالاتِ برزخ
۲۹۔ اوراق
۳۰۔ المھند
۳۱۔ اشرف السوانح
۳۲۔ ماہنامہ ''البلاغ''
۳۳۔ ماہنامہ ''اُردو ڈائجسٹ''
۳۴۔ آپ بیتی
۳۵۔ انسانیت موت کے دروازے پر

ب

۱۔ بخاری شریف
۲۔ ماہنامہ ''بینات''
۳۔ بستان اویسہ
۴۔ برکات مارہرہ
۵۔ بہجۃ القلوب
۶۔ بدر البدور
۷۔ بہجۃ الاسرار

ت

۱۔ تحفۃ الہند
۲۔ تواریخ نامہ
۳۔ تذکرۂ علامہ شیخ محمد بن طاہر محدث پٹنیؒ
۴۔ تذکرۂ مولینا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ
۵۔ تذکرۂ اولیائے دہلی

٦۔ تذکرۂ غوثیہ
٧۔ تذکرۂ صدیق زمانؒ
٨۔ تذکرۂ کاملان رام پور
٩۔ تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد
١٠۔ تذکرۃ الرشید
١١۔ تذکرۃ الخلیل
١٢۔ تذکرۂ اولیاء دکن
١٣۔ تاریخ جلیلہ
١٤۔ تاریخ الخلفاء
١٥۔ تاریخ الاولیاء
١٦۔ تذکرہ شاہ جماعتؒ
١٧۔ تذکرۂ صوفیائے سندھ
١٨۔ تذکرۂ حضرت شاہ ولی اللہؒ
١٩۔ تذکرۂ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
٢٠۔ تجلیاتِ مدینہ
٢١۔ تنویر اللمعان
٢٢۔ تکمیل الایمان
٢٣۔ تحفۃ الابرار
٢٤۔ ترمذی شریف
٢٥۔ ''تذکرہ'' امام قرطبیؒ
٢٦۔ تفسیر کبیر
٢٧۔ تحذیر الناس
٢٨۔ تنویر الحوالک

ج

١۔ جذب القلوب
٢۔ جمال الاولیاء
٣۔ جمال نقشبندؒ
٤۔ جواہر مجددیہ

ح

١۔ حلیۃ الاولیاء
٢۔ حکایاتِ اولیاء
٣۔ حیات النبیؐ
٤۔ حیات بیگم حسرت موہانی
٥۔ حیات سروری
٦۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ
٧۔ حالات مشائخ کاندھلہ
٨۔ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ
٩۔ حضرت رسول اللہ ﷺ اور تمباکو کی مذمت
١٠۔ ماہنامہ ''حکایت''
١١۔ حیات امیر شریعتؒ
١٢۔ حضرت قبلہ عالم گولڑہ شریفؒ

خ

١۔ خصائل نبویؐ
٢۔ خصائل کبریٰ
٣۔ خزینہ معارف اُردو ترجمہ ابریز
٤۔ خلاصۃ الفوائد
٥۔ خلاصۃ الاثر

د

١۔ دُرِّ ثمین
٢۔ دعوتِ ارواح
٣۔ درسِ قرآن
٤۔ دفتر حقیقت دوسرا گلزار

ذ

۱۔ ذکر حبیبؐ
۲۔ ذکر کرام
۳۔ ذکر اللہ اور درود و سلام کے فضائل و مسائل

ر

۱۔ ریاض الفقر
۲۔ رویائے صالحہ، حصہ اول
۳۔ رُوح و رُوحانیت
۴۔ رسالہ "نظر کرم"
۵۔ رفع الوسوسہ

ز

۱۔ زبدۃ المقامات
۲۔ زبدۃ الآثار

س

۱۔ سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ
۲۔ سفینۃ الاولیاء
۳۔ سیرت سید احمد شہیدؒ
۴۔ سوانح احمدی
۵۔ سوانح حیات سید احمد شہیدؒ
۶۔ سعادت الدارین
۷۔ سیرت مولینا محمد ادریسؒ
۸۔ سیرۃ المصطفٰے
۹۔ سنن ابن ماجہ
۱۰۔ ماہنامہ "سلسبیل"
۱۱۔ سیرت مولانا محمد الیاسؒ
۱۲۔ سوانح حیات مولینا محمد رسول خانؒ

ش

۱۔ شفاء السقام
۲۔ شرح فصوص الحکم
۳۔ شیخ القرآن محمد عبد الغفور ہزارویؒ
۴۔ شمائل ترمذی
۵۔ شہرہ آفاق
۶۔ شب حسین بر عرش بریں
۷۔ شرح شفاء
۸۔ شیخ الاسلام کی زندگی کے حیرت انگیز واقعات
۹۔ شمائم امدادیہ

ص

صحیح مسلم

ط

۱۔ طبقات الکبریٰ للشعرانی
۲۔ طبقات از علامہ مناوی

ع

۱۔ علمائے ہند کے شاندار کارنامے
۲۔ عرس اور میلے
۳۔ عقائد اسلام
۴۔ عرفان، حصہ اول
۵۔ عالم برزخ

ف

۱۔ فیوض الحرمین
۲۔ فیض الباری
۳۔ فتاویٰ عزیزی

۴۔ فتاویٰ حدیثیہ
۵۔ فتاویٰ ابن حجر مکی
۶۔ فضائل درود
۷۔ فتوحاتِ مکیہ
۸۔ فضائل صدقات، حصہ دوم
۹۔ فضل رحمانی، حصہ دوم
۱۰۔ فضائل حج

ق

۱۔ قلائد الجواہر
۲۔ قول بدیع

ک

۱۔ کشف الظنون
۲۔ کمالاتِ عزیزی

گ

۱۔ گنجینہ جوہر
۲۔ گلشن ابرار

ل

۱۔ لطائف سیریہ
۲۔ لطائف المنن
۳۔ لوائح الانوار

م

۱۔ مناقب الحسن رسول نماؒ
۲۔ میزان
۳۔ مشکواۃ شریف
۴۔ ملفوظات مولانا تھانویؒ
۵۔ ''محمد علی'' ذاتی ڈائری کے چند اوراق
۶۔ مینائے مصطفائی
۷۔ ملفوظات مہریہ
۸۔ معارف القرآن
۹۔ ملفوظات اعلیٰ حضرتؒ
۱۰۔ مقالات ایوبی
۱۱۔ مقامات ولایت، حصہ دوم
۱۲۔ مدارج النبوۃ
۱۳۔ مواہب لدنیہ
۱۴۔ ملفوظات امیر ملتؒ
۱۵۔ ملفوظات جہانیاں جہاں گشتؒ
۱۶۔ محمد رسول اللہ ﷺ
۱۷۔ میرے والد ماجد
۱۸۔ موج کوثر
۱۹۔ مآثر حکیم الامت
۲۰۔ مقامات ارشادیہ
۲۱۔ ملفوظات الفصل للوصل
۲۲۔ مکاتیب اقبالؒ
۲۳۔ مسند کبیر
۲۴۔ مخزن احمدی
۲۵۔ محبوب التواریخ
۲۶۔ میزان الکبریٰ
۲۷۔ مناقب غوثیہ

ن

۱۔ نقش حیات
۲۔ نور الصدور
۳۔ نزہتہ الخواطر، جلد ۸
۴۔ نجات المومنین

۵۔ نزہتہ الناظرین

۶۔ نشر الطیب

۷۔ نفحات الانس

۸۔ نقش دوام

و

ا۔ وفا الوفا

۲۔ وصایا، حصہ اول

ہ

ہفتاد اولیاء (سیر الاخیار)

(کل کتابیں ۱۹۰ سے زیادہ)

فہرستِ اصحابِ واقعہ

۱۔ حضرت غوث الاعظمؒ
۲۔ حضرت غوث الاعظمؒ
۳۔ شیخ بقاء بن بطوؒ
۴۔ شیخ ابو سعید قیلویؒ
۵۔ قاضی شرف الدین البارزیؒ
۶۔ ایک شخص
۷۔ احمد ابو العباس مرسیؒ
۸۔ امام عبد الوہاب شعرانیؒ
۹۔ حضرت ابراہیم دسوتیؒ
۱۰۔ شیخ عبد اللہ بن ابی حمزہؒ
۱۱۔ ابو محمد بن ابی حمزہؒ
۱۲۔ ابن سمعونؒ
۱۳۔ ابو المواہب شاذلیؒ
۱۴۔ شیخ ابو الحسن خرقانیؒ
۱۵۔ شیخ سعد الدین حمویؒ
۱۶۔ شیخ سلیمان بن عفانؒ
۱۷۔ فقیہ صالح بن عمرؒ
۱۸۔ ابو المواہب شاذلیؒ
۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ
۲۱۔ حضرت عثمان غنیؓ
۲۲۔ عبد العزیز دباغؒ
۲۳۔ فقیہ علی بن عبد اللہؒ
۲۴۔ محمود الکردیؒ
۲۵۔ شیخ نور الدین شعرانیؒ
۲۶۔ سیدی احمد بن ادریسؒ
۲۷۔ حضرت مہر علی شاہؒ
۲۸۔ سید جماعت علی شاہؒ
۲۹۔ ایضاً
۳۰۔ ایک شخص
۳۱۔ شیخ رشید الدینؒ
۳۲۔ حضرت مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادیؒ
۳۳۔ ایک پیرزادہ
۳۴۔ سید علی وفاؒ
۳۵۔ علامہ حجازی واعظؒ
۳۶۔ ایک بزرگ
۳۷۔ نشاط النساء بیگمؒ
۳۸۔ حضرت رکن الدین سہروردی
۳۹۔ شیخ رکن الدین چشتیؒ
۴۰۔ میاں ابراہیم خاںؒ
۴۱۔ میاں علی خانؒ
۴۲۔ مرزا بیگ گکڑؒ
۴۳۔ بعض لوگ
۴۴۔ حاجی سید محمد انور دیوبندیؒ
۴۵۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاںؒ
۴۶۔ صدیق زماں خواجہ محمد صدیقؒ
۴۷۔ ایک نوجوان زمیندار
۴۸۔ ابو القاسمؒ
۴۹۔ میاں برکت علی قریشیؒ

ہمارے نبی ﷺ زندہ نبی ﷺ

علامہ جلال الدین سیوطیؒ ''تنویر الحوالک، شرح موطا'' امام مالکؒ میں فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے جسم اطہر اور روح مقدس کے ساتھ زندہ ہیں۔ آپؐ تصرف فرماتے ہیں اور اقطار زمین و عالم ملکوت میں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ آپؐ تبدیلی کے بغیر اسی ہئیت میں ہیں، جس میں وصال سے پہلے تھے۔ آپؐ فرشتوں کی طرح لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی پر مہربانی فرمانا چاہتا ہے تو پردہ اُٹھ جاتا ہے اور اسے حقیقتاً زیارت بابرکت نصیب ہو جاتی ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی یہی کیفیت ہے کہ وصال کے بعد ان کی رُوحیں جسم کی طرف واپس آگئی ہیں اور ان کو قبروں سے نکل کر زمین و آسمان میں تصرف کی اجازت دے دی گئی ہے۔

(الحادی للفتاوٰی، جلد۲ صفحہ ۲۶۵)

''شمائم امدادیہ صفحہ ۹۳ پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں: ''اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے، مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان ومکاں ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکت کا بعید نہیں (نزدیک اور دور کی قید عالم خلق کے لئے ہے، عالم امر کے لئے نہیں۔ روح زماں و مکاں کی قید سے آزاد ہوتی ہے۔ جب عالم ارواح اس قید سے مقید نہیں تو حضور انور ﷺ کی رُوحِ اقدس جو روح الارواح ہے، کیونکر قرب و بعد کی قید سے مقید ہوسکتی ہے۔''

محققین کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے اجسام اس قدر لطیف تھے کہ ان میں اور ارواح میں کوئی فرق نہ تھا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ موت سب کو شامل ہے مگر انبیاء علیہم السلام کی ارواح مشاہدہ جمال و جلال حق تعالیٰ شانہ و تقابلِ آفتاب وجودِ باری تعالیٰ سے اس درجہ تک پہنچ جاتی ہیں کہ اجزاء بدن پر ان کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے اور ان کا جسم عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے۔

(حیات النبیؐ از شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی مدظلہ العالی، صفحہ ۴۴)

انبیاء علیہم السلام کے وصال کے بعد فیوض و تصرفات بھی ان کی حیات کی دلیل ہیں۔ پھر ہمارے نبی محترم ﷺ تو رحمتہ للعالمین ہیں پس آپؐ کیونکر کسی کو فیض پہنچا سکتے ہیں جب تک کہ آپؐ کو متصف بہ حیات نہ مانا جائے۔ بقول حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ موصوف کے بغیر صفت کی بقا محال ہے۔ حضرت محمد عربی ﷺ کی نبوت تو قیامت تک

باقی رہے گی کہ آپؐ خاتم النبین ہیں۔ زمانہ کے اعتبار سے (خاتمیت زمانیہ کہ آپؐ سب سے آخر زمانے میں تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث ہوئے اور اب آپؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا) اور مراتب نبوت وکمالات رسالت (خاتمیت رتبیہ) کے اعتبار سے بھی کہ جو علم کسی بشر کے لئے ممکن ہے اور جو کمالات وہ سب آپؐ پر ختم ہو گئے۔ آپؐ کے بعد اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا، جو دعویٰ نبوت کرے مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (تحذیر الناس از بانی دار العلوم دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) جنگ یمامہ میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی سے معرکوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات سو حافظ قرآن صحابہؓ کو ختم نبوت کی خاطر شہید کروا دیا تھا۔

مسئلہ حیات النبیؐ دین کا ایک اہم مسئلہ ہے جس پر اکابرین اور علماء سلف کا اتفاق رہا ہے۔ ائمہ اربعہ اس باب پر متفق ہیں کہ حضرت محسن انسانیت ﷺ بقید حیات ہیں اور یہ حیات وہی ہے جو جسم کے ساتھ حاصل تھی نہ کہ رُوحانی حیات۔

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ ایسا ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔ کسی کو اس میں اختلاف نہیں اور یہ حیات جسمانی ہے جیسی کہ دنیا میں تھی۔ ان کی زندگی کو روحانی اور معنوی نہ سمجھا جائے۔

حیات النبیؐ کا مسئلہ پیش کرتے ہوئے کسی نے استاذ الکل حضرت مولانا محمد رسول خانؒ (سابق شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور) سے دریافت کیا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ شہداء کو بھی رُوحانی حیات حاصل ہے بدنی نہیں، تو آپ نے فرمایا "من یُقتَلُ" بدن ہے نہ کہ روح اس لئے "من یُقتَلُ" پر احیاء کا اطلاق اسی معنی میں آئے گا۔

(سوانح حیات حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب ہزارویؒ صفحہ ۳۳)

حیات النبیؐ کے تو غیر مسلم تک قائل ہیں۔ مشہور مستشرق ڈاکٹر گستاؤ لیبان کہتا ہے: "اس پیغمبر اسلام (ﷺ) اس نبی امی (ﷺ) کی بھی ایک حیرت انگیز سرگزشت ہے جس کی آواز نے ایک ایسی قوم ناہنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کی محکوم نہیں ہوئی تھی، اسے رام کیا اور اس درجہ تک پہنچا دیا کہ اس نے دنیا کی عظیم الشان سلطنتوں کو زیروزبر کر ڈالا اور آج بھی وہی نبی امی (ﷺ) اپنی قبر کے اندر سے لاکھوں بندگانِ خدا کو کلمہ اسلام پر قائم کئے ہوئے ہے۔" (اعجاز القرآن از شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صفحہ ۸۲)

خان محمد نیاز الدین خان مرحوم کو ۱۴ جنوری ۱۹۲۲ء کو شاعر مشرق حضرت علامہ

اقبالؒ نے جو خط لکھا، اس میں تحریر ہے ''حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت مبارک ہو۔ اس زمانہ میں یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانہ کے لوگ بھی آپ کی صحبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرامؓ ہوا کرتے تھے، لیکن اس زمانہ میں اس قسم کے اعتقاد کا اظہار بھی اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا، اس لئے خاموش رہتا ہوں۔'' (مکاتیب اقبال بنام نیاز الدین خان، خط نمبر ۱۲ صفحہ نمبر ۴۰)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی و دنیاوی ہے۔ وعدہ الٰہی کے مطابق ان پر محض ایک آن کے لئے موت طاری ہوتی ہے اور فوراً بعد ان کو حیات عطا فرمادی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکامات دنیاوی ہیں: ان کا ترکہ نہ بانٹا جائے گا، ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہراتؓ پر عدت نہیں، وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے ہیں، نمازیں پڑھتے اور حج کرتے ہیں، مٹی ان کو نہیں کھا سکتی، اللہ تعالیٰ ان کو حیات ابدی کے ساتھ زندگی بخش دیتا ہے یعنی ان کی یہ حیات دنیا کی سی ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت مولینا احمد رضا خاں بریلویؒ صفحہ ۳۲، حصہ سوم)

علامہ حافظ محمد ایوب دہلوی قدس سرہ سے کسی نے سوال کیا کہ اللہ کا نبیؑ زندہ ہے، کیا ایسا کہنا بدعت ہے؟ جواب میں فرمایا: ''نبی اللہ حی۔'' یہ حدیث ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مقتول فی سبیل اللہ کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہے، لیکن تمہیں پتہ نہیں۔'' یہاں مقتول فی سبیل اللہ کو حیی اور زندہ کہا ہے اور ظاہر ہے محض مقتول حیَ نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ حکم حیات اس مقتول پر ہے جو مقید ہے فی سبیل اللہ کے ساتھ یعنی یہاں حیَ کی علت فی سبیل اللہ ہوگی۔ اور فرمایا ''کہہ دے کہ میری نماز اور قربانی اور میری حیات اور موت سب اللہ کے لئے ہے۔'' شہید کی تو صرف موت ہی فی سبیل اللہ اور للّٰہ ہے، جبکہ نبیؑ کی تو ہر چیز فی سبیل اللہ اور للّٰہ ہے۔ معلوم ہوا کہ نبیؑ کی للّٰہیت شہید کی للّٰہیت سے لامتناہی، افضل وارفع ہے۔ اسی طرح نبیؑ کی حیات شہید کی حیات سے لامتناہی افضل وارفع ہے، جبکہ ہم کو ادنیٰ حیاتِ شہید کا شعور نہیں تو اعلیٰ وارفع حیات کا شعور کیسے ہو سکتا ہے؟ لہٰذا نبی اللہ حیی ہے اور یہ عقیدہ نہ شرک ہے نہ بدعت۔ (مقالات ایوبی حصہ سوم صفحہ ۲۷۷ تا ۲۷۸)

مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم مدنیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت رسول اللہ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات دنیا کی سی ہے۔ یہ حیات برزخی نہیں ہے۔ (المہند یعنی عقائد علماء دیوبند۔ مرتبہ مولانا خلیل احمدؒ صفحہ ۱۶)

حضور پیغمبر آخر ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ سلامت ہیں۔ اس عالم میں موت کے قانون سے کسی کو استثنا نہیں۔ اس لئے بعد وصال آپؐ کا نور پاک اس عالم سے اسی طرح او جھل اور مستور ہے جس طرح ایک روشنی کے ہنڈے پر کوئی سرپوش ڈھک دیا جاتا ہے۔ (عقائد اسلام از حضرت مولانا محمد طاہر قاسمیؒ، صفحہ ۷۰)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطبے میں فرمانا کہ اے آقا (ﷺ)! اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا، حیات النبیؐ کی طرف اشارہ ہے۔ دوسری موت سے مراد حیات بعد الموت کے بعد والی موت ہے یعنی پہلی موت کے بعد آپؐ کو جو حیات ملے گی اس کے بعد آپؐ پر کوئی اور موت طاری نہ ہو گی۔

(قسطلانی جلد ۶، صفحہ ۷۰؍۴ مطبوعہ مصر)

حضرت امام رازیؒ، تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۶۸۵ پر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ حضرت نبی کریم ﷺ کے حجرۂ مبارک کے سامنے لے جا کر رکھ دینا۔ اگر دروازہ کھل جائے اور قبر اطہر سے آواز آئے کہ ابو بکر کو اندر لے آؤ تو مجھے حجرۂ مبارک میں دفن کر دینا ورنہ عام مومنین کے قبرستان میں دفن کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دروازہ کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی ادخلو الحبیب الی الحبیب (یو صِلُ الحبیب الی الحبیب) اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی حیاۃ بعد المماۃ کے قائل نہ ہوتے تو اس وصیت کے کیا معنی؟ (نفحات الانس از مولینا عبد الرحمٰن جامی۔ مطبع نول کشور)

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، لہٰذا اللہ کا نبی زندہ رہتا ہے اور اس کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ) اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور رزق بھی پاتے ہیں اور یہ حیات و مرزوقیت شہدا سے کہیں زیادہ اعلیٰ اور اکمل ہے۔ اجساد انبیاء علیہم السلام کمال عظمت و عزت کا نشان بن کر بعد وصال بھی صحیح سالم اور محفوظ رہتے ہیں۔ مٹی ان کو نہیں کھا سکتی اور اللہ پاک ان کو حیات ابدی بخش دیتا ہے۔

امام قرطبیؒ نے اپنی کتاب ''تذکرہ'' میں فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی موت کا حاصل اتنا سمجھو کہ وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ کر دیے گئے ہیں اور ان کا حال ہماری نسبت ایسا ہی ہے جیسے فرشتوں کا حال ہے کہ ہم فرشتوں کو دیکھ نہیں سکتے۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کو بطور کرامت اور خرق عادت بحالت بیداری اپنے کسی نبی کی

زیارت سے مشرف فرما دے۔ علامہ سبکی، علامہ سیوطیؒ، علامہ زرقانیؒ، حافظ ابن قیمؒ اور تمام حضرات محدثین کا یہی مسلک ہے۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سرور انس و جاں ﷺ کی رُوحِ مبارک اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ میں ہے جہاں کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ ہیں۔ پس روح تو وہاں ہے اور وہیں سے اسے روضہ منورہ میں رکھے جسد اطہر کے ساتھ اتصال ہو رہا ہے۔ روح اور بدن کا ایسا قوی تعلق قائم ہو چکا ہے کہ آپؐ اپنی قبر شریف میں نمازیں پڑھتے ہیں اور ہر سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ روح و بدن کے اسی تعلق کی بنا پر آپؐ نے شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مبارک میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عالم بیداری میں بحالت سفر حضرت موسیٰ و حضرت یونس علیہم السلام کو وادی ازرق اور شنیہ ہرشی میں "لبیک" پڑھتے ہوئے خاص ہیئت و لباس میں دیکھا تھا۔ آپؐ نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ "میں نے وادی عسقان میں حضرت نوح، حضرت ہود اور حضرت ابراہیم (علیہم السلام) کو دیکھا۔ وہ سرخ اونٹوں پر سوار تھے اور ان کی مہاریں کھجور کی چھال کی تھیں۔" یہ واقعات لیلۃ المعراج کے نہیں، دوسرے مواقع کے ہیں۔ (روح و روحانیت از امام ابن قیمؒ۔ صحیح مسلم)

ماہنامہ "الفرقان" لکھنو (یوپی، بھارت) جنوری ۱۹۷۸ء میں اس کے ایڈیٹر جناب مولانا محمد منظور نعمانی نے صفحہ ۸ پر ایک مضمون محمد بن عبدالوہاب کے صاجزادے عبداللہ کی طرف سے نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کا درجہ اور مرتبہ تمام مخلوقات میں سب سے اعلیٰ و افضل ہے اور آپؐ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپؐ کی یہ حیات برزخی ہے اور یہ شہداء کی حیات سے زیادہ بلند درجہ کی ہے، کیونکہ بلاشک و شبہ آپؐ تمام شہداء سے افضل ہیں اور آپؐ سلام کرنے والے کا سلام سنتے ہیں اور آپؐ کی زیارت مسنون ہے۔ ہم اس کے قائل ہیں کہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت ہو گی اور عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ روزِ قیامت ہمارے نبی ﷺ کی شفاعت ہمیں نصیب فرما اور ہمارے بارے میں آپؐ کی شفاعت قبول فرما۔ ہمارے نزدیک شیخ الاسلام ابن قیمؒ اور ان کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اہل حق، اہل سنت کے امام و پیشوا ہیں اور ان دونوں بزرگوں کی کتابیں ہمیں نہایت عزیز ہیں لیکن ہم ہر مسئلے میں ان کے بھی مقلد اور پیرو

نہیں اور متعدد مسائل میں ان سے ہمارا اختلاف معلوم اور معروف ہے۔ ہم اپنے تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کے سلسلے میں محدث وفقیہہ حضرت مولانا حافظ قاری محمد عاشق الٰہی بلند شہری ثم مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات برزخیہ اس قدر اکمل اور اس درجہ رفیع ہے کہ وہ اس دنیا میں تشریف لا سکتے ہیں، مناسک حج ادا کر سکتے ہیں اور ان کا دیدار بھی ممکن ہے۔ بعض بزرگوں سے جو یہ منقول ہے کہ انہوں نے حضرت محسن انسانیت ﷺ کو بیداری میں دیکھا تو یہ بات قابل تکذیب نہیں۔ اگر کوئی تصدیق نہ کرے تو جھٹلانا بھی جائز نہیں۔ واقعہ معراج شریف میں حضور انور ﷺ اپنی حیات دنیاوی میں تھے اور جن انبیاء علیہم السلام کو آپؐ نے نماز پڑھائی، وہ حیاتِ برزخی میں تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گو اس دنیا میں نہیں مگر حیاتِ برزخیہ میں بھی نہیں، بلکہ آپ کی حیاتِ دنیاوی جاری ہے تا آنکہ دوبارہ تشریف لا کر وصال فرمائیں (احوال برزخ حالات برزخ، صفحہ ۴۸ تا ۴۹) آپ کے جسد عنصری کو جسد روحی میں تبدیل کر دیا گیا ہے، پس ظاہری زندگی کے باوجود آپ کو کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ ''انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔''

(مسند کبیر از ابو یعلیٰ احمد بن علی متوفی ۳۰۷ھ ۹۱۹ء۔ نشر الطیب از مولانا اشرف علی تھانویؒ صفحہ ۱۸۳)

یہ نماز حکم شرعی کی وجہ سے نہیں بلکہ حصول لذت کے لئے ہے۔

حضرت امام شعرانیؒ نے کئی بزرگوں کا ذکر کیا ہے، جنہیں سید الوجود ﷺ کا مشاہدہ عالم بیداری میں ہوا ہے مثلاً شیخ محمد ابو المواہب شاذلیؒ، شیخ محمد بن ابی جمرہؒ، شیخ ابو العباس المرسیؒ اور شیخ عبد اللہ بن ابی جمرہؒ۔ متعدد ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں بزرگوں نے گنبد خضرا کے قریب جا کر بہ آواز بلند فرمایا: السلام علیک یا جدی (نانا جان السلام علیکم) اور فوراً روضہ اطہر سے آواز آئی ''وعلیک السلام یا ولدی (وعلیکم السلام میرے بیٹے)۔ اس آواز کو ان بزرگوں ہی نے نہیں بلکہ وہاں موجود دوسرے بے شمار حضرات نے بھی سنا۔ یہی نہیں حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ کے لئے تو روضہ اطہر (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) سے آپؐ کا دست مبارک برآمد ہوا جس کو حضرت رفاعیؒ نے بوسہ دیا۔ یہ ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء کا مشہور واقعہ ہے جو بیسیوں نہایت مستند کتب میں موجود ہے۔

دنیا میں ہر چیز کے دو وجود ہیں۔ نظر نہ آنے والے وجود کو وجودِ حقیقی کہتے ہیں اور جو نظر آتا ہے، وہ وجودِ حسی ہے۔ وجودِ حقیقی، وجودِ مثالی ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ''التکشف'' میں وجودِ مثالی کی یوں تعریف کرتے ہیں: ''کوئی ذات باوجود اپنی حالت وصحت کے کسی دوسری صورت میں ظہور کرے، اس دوسری صورت کو مثالی صورت کہتے ہیں۔'' حضرت جبریل امینؑ مثالی صورت میں وحی لاتے تھے اور صرف دو مرتبہ اپنی ملکوتی صورت میں تشریف لائے۔

حضرت امام غزالیؒ کے یہاں وجود مثالی کا نام وجود حسی ہے یعنی وجود حسی وہ وجود ہے جو آنکھوں میں تو آجاتا ہے، لیکن خارج میں اس کا وجود نہیں ہوتا (فیصل التفرقۃ، صفحہ ۱۸)
حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قائد انبیاء ﷺ نے فرمایا کہ ''میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں، جو تم نہیں دیکھتے اور وہ آوازیں سنتا ہوں، جو تم نہیں سنتے۔'' (ترمذی)

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام مثالی وجود کا مشاہدہ کر سکتے ہیں بعینہٖ نفوس قدسیہ انبیاء علیہم السلام کے مثالی وجود کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ یہ روحانی حضرات عالم بیداری میں فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو دیکھتے اور ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں ''المنقذ من الضلال'' میں حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اربابِ قلوب کو حالت بیداری میں ملائکہ وارواح انبیاء علیہم السلام کا دیکھنا نصیب ہوتا ہے اور وہ ان کا کلام سن کر اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ محققین کا قول ہے کہ آنحضور ﷺ کا بحالت بیداری دیکھنا بھی مثالی ہوتا ہے اور یہ دیکھنا سوائے دیکھنے والے کے، دوسروں کے لئے حجت و دلیل نہیں ہو سکتا۔

مسند ہندو پاک حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی رُوحِ پرفتوح سے فیض حاصل کرنے کو اویسی طریقہ کہتے ہیں۔ الفوز الکبیر کے صفحہ ۴۷ پر فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید حضور اکرم ﷺ سے بلاواسطہ پڑھا۔ جس طرح آپؐ کی روح مقدسہ سے (فیض باطنی کے اکتساب میں) میں آپؐ کا اویسی ہوں۔ بالمشافہ اور عالم خواب میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ سے احادیث سنیں۔ بعض کی آپؐ نے خود اصلاح فرمائی، جنہیں رسالے کی صورت میں حضرت شاہ صاحبؒ نے مرتب فرما کر اس کا نام ''دُرِثمین'' رکھا۔ شاہ صاحبؒ ''فیوض الحرمین'' کے مقدمے میں فرماتے ہیں: ''مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں میں سے یہ نعمت بھی عطا فرمائی کہ مجھے ۱۱۴۳ھ میں حج بیت اللہ اور زیارتِ رسول اللہ ﷺ کی توفیق دی اور اس سے بڑھ کر یہ کہ حج بیت اللہ معرفت اور مشاہدہ

کے ساتھ ہوا۔ میں نے حضرت سرور عالم ﷺ کو بار بار اکثر امور میں اسی صورت میں دیکھا جس میں آپؐ تھے۔ باوجودیکہ میری کمال آرزو تھی کہ روحانیت میں آپؐ کو دیکھوں، جسمانیت میں نہ دیکھوں۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ آپؐ اپنی روح کو جسم میں ظاہر فرماتے ہیں۔"

حاصل یہ ہے کہ حضرت رسول وحدت، موحد اعظم ﷺ کو بحالت خواب یا بحالت بیداری اصل اور مثالی، دونوں صورتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حدیث پاک ہے: "جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ بحالت بیداری ضرور میرا دیدار کرے گا۔" (بخاری، صحیح مسلم، ابن ماجہ، ترمذی) مفسرین اس حدیث کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ خواب دیکھنے والے کو اس خواب کی تصدیق حالت بیداری میں ہو جائے گی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ صوفیا کا قول ہے کہ معلم عالم حضرت رسول اللہ ﷺ کی دونوں طرح زیارت ہوتی ہے۔ بعض خوش بختوں کو ذات اقدس (ﷺ) کی بعینہ زیارت ہوتی ہے (خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، صفحہ ۲۶۰)۔

خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی مکرم ﷺ کی رُوحِ مبارک کبھی وجودِ مثالی کے ساتھ خواب میں جلوہ افروز ہوتی ہے اور کبھی آپؐ بیداری میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ میرے نزدیک آپؐ کا بیداری میں دیدار ممکن ہے جیسے کہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے ۲۲ مرتبہ آپؐ کو بحالت بیداری دیکھا اور آپؐ سے چند احادیث کے بارے میں دریافت کیا اور ان کی تصحیح فرمائی۔ اسی طرح امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے بھی لکھا ہے کہ انہوں نے مع اپنے آٹھ ساتھیوں کے حضور پرنور، شافع یوم النشور ﷺ کے سامنے بخاری شریف پڑھی اور وہ دعا بھی تحریر فرمائی جو صحیح بخاری کے ختم پر آپؐ نے پڑھی تھی (فیض الباری جلد نمبرا صفحہ ۲۰۴) یہ حضرت خاتم المحدثینؒ کی تقاریر درس صحیح بخاری کا مجموعہ ہے جس کو آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی ثم مدنیؒ نے چار ضخیم جلدوں میں مرتب فرمایا ہے۔

حضرت سید عبدالعزیز دباغ مغربیؒ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی علامت ہوتی ہے اور اس بات کی علامت کہ کسی انسان کو بیداری میں سردار دو عالم ﷺ کا مشاہدہ حاصل ہوا ہے، یہ ہے کہ اس کی فکر ہر لحظہ اور ہر وقت آنحضرت ﷺ کی طرف لگی ہوئی ہو۔ یہ فکر نہ کبھی غائب ہو اور نہ کوئی امر اس کی توجہ کو آپؐ سے ہٹا سکے اور نہ کسی اور بات میں وہ مشغول ہو۔ چنانچہ کھائے تو اس کی فکر حضرت کہف الوجود ﷺ سے لگی ہو، پیے تو یہی حال ہو، جھگڑے تو یہی حال ہو اور سوئے تب بھی یہی حال ہو۔ پس اگر کسی انسان کی

مدت تک یہی حالت رہے تو اللہ تعالیٰ اسے بیداری میں اپنے حبیب پاک ﷺ کا مشاہدہ عطا فرماتا ہے۔

حضرت دباغ ؒ مزید فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہو کہ وہ حضور سید الوجود ﷺ کو بیداری میں دیکھتا ہے تو اس کے متعلق عارفین کا یہ قول ہے کہ اس کے دعویٰ کو بغیر دلیل قبول نہ کیا جائے اور وہ دلیل یہ ہے کہ وہ ایک کم تین ہزار مقام طے کر چکا ہو اور مدعی کو ان مقامات کے بیان کرنے کو کہا جائے۔ جو شخص بیداری میں آپؐ کے دیدار کا دعویٰ کرے، اس سے آپؐ کے پاکیزہ حالات کے متعلق دریافت کیا جائے۔ اس کا جواب سنا جائے کہ آنکھوں سے دیکھ کر جواب دینے والا چھپ نہیں سکتا اور نہ دیکھنے والے کے ساتھ متشبہ نہیں ہو سکتا۔ اس مشاہدہ میں وہ لذت پائی جاتی ہے کہ نہ اس کی کیفیت بیان ہو سکتی ہے نہ اس کا احاطہ ممکن ہے، حتیٰ کہ اہل مشاہدہ کے نزدیک یہ جنت میں جانے سے بھی زیادہ افضل و اعلیٰ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ جنت میں جائیں گے انہیں جنت کی تمام نعمتیں عطا نہ ہوں گی بلکہ ہر شخص کے لئے مخصوص نعمتیں ہوں گی۔ برخلاف مشاہدۂ نبی مکرم ﷺ کہ جب انسان کو یہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی ذات کو جنت کی تمام نعمتوں سے سیراب کیا جاتا ہے۔ پس جو چیز جنت میں داخل ہونے سے بہتر اور افضل ہے، وہ بیداری میں حضرت صادق المصدوق ﷺ کا دیدارِ مبارک ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ولی آپؐ کو آج بھی اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح صحابہ کرامؓ آپؐ کو دیکھا کرتے تھے۔

(خزینہ معارف اردو ترجمہ ''ابریز'' از علامہ احمد بن مبارک سلجماسیؒ، حصہ دوم صفحہ ۵۶۸ تا ۵۶۹)

حضرت مولانا محمد عتیق فرنگی محلیؒ اپنی تصنیف ''تنویر اللمعان'' (۱۳۷۹ھ لکھنو بھارت) میں فرماتے ہیں کہ بزرگانِ دین اور کاملین کی پرورش اب بھی حضور سرورِ انس وجاں ﷺ خود ہی فرماتے ہیں اور میں ایسے مردانِ خدا سے واقف ہوں جن کو آپؐ کی زیارت ڈیڑھ دو سو بار ہوئی اور جن کی ظاہری و باطنی مشکلات کو آپؐ نے خود حل فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''مدارج النبوت'' میں ''خصوصیات'' کے بیان میں تمام بحث کے بعد یوں فیصلہ فرمایا: ''حاصل کلام یہ ہے کہ موت کے بعد حضرت نبی الرحمت ﷺ کو دیکھنا مثالی صورت میں ہے جیسا کہ خواب میں آپؐ کی مثال شریف کا دیدار ہوتا ہے، جاگتے میں بھی مثال شریف کا دیدار ہوتا ہے اور وہ مبارک وجود جو مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً) میں قبر اطہر کے اندر آرام فرما ہے اور زندہ ہے، مثالی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ ایک وقت میں کئی مثالی وجود عوام کو خواب میں اور

خواص کو جاگتے میں نظر آتے ہیں۔ سوال و جواب کے وقت قبر میں بھی آپؐ کی مثالی صورت ظاہر ہوتی ہے (جلد اول صفحہ ۷۶) (آج کا انسان ٹیلی ویژن سے یہ نکتہ بآسانی سمجھ سکتا ہے)۔ آگے چل کر حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سرور دو عالم ﷺ سے تعلق پیدا کرنے کی دو صورتیں ہیں: پہلے یہ کہ اگر تم نے کسی وقت آپؐ کے جمال باکمال کو خواب میں دیکھا ہے تو اسی صورت کا ہمیشہ استحضار کیا کرو اور اگر یہ نعمت عظمیٰ حاصل نہیں اور قبر شریف کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوئی تو ہمیشہ ہر وقت آپؐ پر درود بھیجتے رہو اور یقین رکھو کہ تمہاری درودوں کا تحفہ آپؐ کو پہنچ رہا ہے۔ درود شریف پڑھتے وقت باادب اور حاضر القلب ہونا ضروری ہے۔ اس سے شرم کرو کہ ایسی حالت میں درود بھیجو جب تمہارا دل کسی دوسرے معاملے میں اٹکا ہوا ہو کہ اس طرح درود پڑھنا جسم بے روح کا حکم رکھتا ہے۔ انسان کا ہر عمل اس وقت تک مقبول اور بااثر نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں حضور قلب نہ ہو۔ ان نسخوں پر عمل کرنے کا یہ نتیجہ ہو گا کہ تم کو افضل الانبیاء ﷺ کا مشاہدہ عیاناً حاصل ہو جائے گا، تم سید پیغمبراں ﷺ سے باتیں کرو گے، آپؐ کا کلام مبارک سنو گے اور آپؐ تمہاری عرض و معروض کا جواب ارشاد فرمائیں گے۔

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ عالم بیداری میں آنحضرت ﷺ کو دیکھنا ممتنع نہیں۔ حدیث یا فقہ میں اس کی ممانعت نہیں بلکہ ایک حدیث میں ایسا اشارہ ملتا ہے۔ اربابِ قلوب اور اہل تصوف کے یہاں تو یہ چیز تواتر کو پہنچی ہے کہ سید الکونین ﷺ اور بعض اکابر کی زیارت بیداری میں ہوتی رہی ہے۔ اگرچہ بیداری کی رؤیت مثالی رؤیت ہے، عالم شہادت کی نہیں۔ عالم مثال کی مثال بھی خواب جیسی ہے البتہ جو خواب میں دیکھ لے، وہ رویا کہلائے گا اور جو بیداری میں ہو گی، وہ رؤیت ہو گی۔ چونکہ رؤیت مثالی ہوتی ہے اس لئے ایک وقت میں متعدد اشخاص متعدد مقامات میں دیکھ سکتے ہیں۔ (اشاعت خاص ماہنامہ "بینات" بیاد مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، صفحہ ۱۹۲)

حضرت جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ عالم ملکوت میں حضرت ختمی المرتبت ﷺ کی ساری اُمت آپؐ کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ آپؐ نے اپنی ساری اُمت کو دیکھا تھا اور اس کے باوجود بھی تمام اُمت کے لئے صحابیت ثابت نہیں اس لئے کہ یہ رؤیت عالم ملکوت میں تھی جو صحابیت کا فائدہ نہیں دیتی۔ (الحاوی للفتاویٰ، جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ مطبوعہ مصر)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے ایک طالب علم نے دریافت کیا کہ حضرت! جن لوگوں نے ایمان کی حالت میں رسول اکرم ﷺ کو دیکھا، وہ صحابہؓ ہیں

لیکن اگر کسی نے بحالت ایمان خواب میں آپؐ کی زیارت کی تو کیا وہ بھی صحابی ہے؟
حضرت مدنی نے جواب ارشاد کیا: جی ہاں وہ ''خوابی صحابی'' ہے۔ (شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات از ابوالحسن بارہ بنکوی صفحہ ۲۰۷) (ارے صاحب یہ تو محض ظریفانہ جواب ہے۔ ''خوابی صحابی'' کو آپ صحابی کی کوئی قسم نہ سمجھنے لگیے گا!)

شرفِ صحابیت کے لیے جو شرائط تھیں، حضرت سرورِ کائنات ﷺ کے وصال کے ساتھ وہ ختم ہوگئیں۔ اب قیامت تک چاہے کوئی کتنی ہی بار بحالت بیداری آپؐ کی زیارت کرلے، صحابی نہیں ہوسکتا۔

حضرت مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلویؒ (سابق شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور) سیرۃ المصطفےٰ، حصہ سوم میں حیات النبی ﷺ کے تحت فرماتے ہیں کہ حضرت حبیب خدا ﷺ نے بحکم ''کل نفس ذائقة الموت'' تھوڑی دیر کے لئے موت کا مزہ چکھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو زندہ کر دیا اور زمین پر آپؐ کے جسم کو کھانا حرام کیا۔ پس آپؐ اب حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور آپؐ کی یہ حیات، حیات شہداء سے کہیں زیادہ اکمل وافضل ہے۔ (کذا فی شرح المواہب جلد پنجم، صفحہ ۳۳۳ و مدارج النبوۃ جلد اول، صفحہ ۱۶۹)

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ شہید کو نبیؐ سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ وارفع مرتبہ حاصل ہوسکے، نیز شہدا کو یہ مرتبۂ بلند (یعنی حیات جسمانی) حضور نبی اکرم ﷺ کی شریعت اور ملت کی حفاظت میں جانبازی اور سرفروشی کے صلے میں ملا ہے۔ پس قیامت تک جو خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا اور شہید ہوگا تو ان تمام شہداء کا اجر سید الانبیاء ﷺ کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوگا اور آپؐ کا مقام ان تمام شہدا سے باعتبار حیات سب سے اعلیٰ وارفع ہوگا۔ اس لئے کہ دین کا سنگ بنیاد رکھنے والے حضور نبی الامی فداہ ابی وامی صلوٰت اللہ علیہم ہیں۔ لہٰذا آپؐ کی تنہا حیات تمام شہدائے عالم کی حیات سے زیادہ قوی اور بلند ہوگی۔ دیکھو شفاء السقام صفحہ ۱۴۰، نیز یہ کہ حضرت صادق المصدوق ﷺ شہید بھی ہیں۔ چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ شاذ و نادر ہی کوئی نبی ایسا ہوگا جہاں نبوت کے ساتھ شہادت جمع نہ کی گئی ہو۔ پس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی ہونے کے اعتبار سے بھی زندہ ہیں اور شہید ہونے کے اعتبار سے بھی زندہ ہیں اور ہمارے نبی محترم حضرت سید الانبیاء ﷺ نے بحالت شہادت وصال فرمایا اس لئے کہ آپؐ کا وصال اس زہر کے اثر سے ہوا کہ جو یہود نے خیبر میں آپؐ کو دیا تھا۔ (رواۃ البخاری)

تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے اجسام اہل جنت کی ارواح کی طرح

نظیف و لطیف اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔ جس طرح اہل جنت کے جسم سے جو چیز نکلتی ہے، وہ مشک و عنبر سے زیادہ معطر اور پاکیزہ ہوتی ہے، اسی طرح انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام سے جو چیز نکلتی ہے، وہ بھی مشک و عنبر کی طرح معطر ہوتی ہے یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کی فطرت اور حقیقت، مزاجی کیفیت اور ساخت و پرداخت اہل جنت کے طور و طریق پر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ وفات (وصال) کے بعد اہل جنت کے اجسام کی طرح بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور اسی وجہ سے علماء کی ایک جماعت حضرت نبی الامین ﷺ کے فضلات اور بول و براز کی طہارت کی قائل ہے۔

(شرح شفا قاری عیاض للعلامتہ القاری، جلد اول، صفحہ ۱۶۰)

جو شخص حضرات انبیاء علیہم السلام کی جسمانی اور روحانی خصوصیتوں کو پیشِ نظر رکھے گا، اس کو اس امر میں ذرّہ برابر شک نہ رہے گا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اگرچہ ظاہراً جنس حیات میں عامتہ البشر کے ساتھ شریک ہیں، لیکن درحقیقت اور درپردہ حیات انبیاء علیہم السلام کی حقیقت اور نوعیت اور کیفیت عامتہ الناس کی حیات سے بالکل مختلف اور جدا ہے اور تمام عالم بیداری کو ان حضرات کی بیداری کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو دریا کے ساتھ ہوتی ہے۔ بحالت خواب انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل بیدار ہوتے ہیں، جیسا کہ بخاری شریف میں متعدد جگہ مذکور ہے۔ نوم انبیاء علیہم السلام ناقض وضو نہیں ہوتی۔ کسی نبی کو کبھی جمائی نہیں آئی اور نہ کسی نبی کو کبھی احتلام ہوا کیونکہ تثاؤب اور احتلام شیطان کے تلاعب سے ہوتا ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام اس سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ (زرقانی شرح مواہب جلد پنجم، صفحہ ۲۴۸) اور انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔

پس جس طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات، ان کی بیداری اور ان کا خواب عام مومنین کی حیات، بیداری اور خواب سے جدا اور ممتاز ہے اسی طرح سمجھو کہ انبیاء علیہم السلام کی وفات و ممات بھی عام مومنین کی وفات و ممات سے جدا اور ممتاز ہے۔

(سیرت المصطفےٰ، حصہ سوم صفحہ ۲۷۸ تا ۲۹۰ سے ماخوذ)

حضور فخر موجودات ﷺ کا احترام بعد وصال وہی ہے جو آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں تھا۔ آپؐ بعد وصال بھی اسی طرح رسولؐ ہیں جس طرح اپنی مقدس زندگی میں تھے۔
مسجد نبویؐ میں آہستہ بات کرنی چاہیے اور دوسرے آداب کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

؎ لے سانس بھی آہستہ کہ دربارِ نبیؐ ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی کا

حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبویؐ میں کھڑا تھا کہ دُور سے کسی نے کنکری ماری۔ مڑ کر دیکھا تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انھوں نے اشارے سے مجھے بلایا اور بوجہ حسن ادب آواز نہ دی۔ پھر فرمایا: یہ دو آدمی جو باتیں کر رہے ہیں، انہیں بلاؤ۔ دریافت فرمایا: کہاں کے ہو؟ وہ بولے طائف کے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اگر اس شہر کے ہوتے تو تمہیں مزہ چکھاتا، تم سید الانبیا حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مسجد میں بلند آواز سے بول رہے ہو۔ (بخاری شریف)

مریم اُمت، اُم المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سید المرسلین، حامی خواتین ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب کہیں قریب میں میخ وغیرہ ٹھوکنے کی آواز سنتیں تو آدمی بھیج کر ان کو منع کراتیں کہ زور سے نہ ٹھوکو اور حضرت سید الرسل ﷺ کی اذیت اور تکلیف کا خیال کرو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مکان کے کواڑ بنوانے کی ضرورت پیش آئی تو حکم دیا کہ شہر سے باہر بقیع میں جا کر بنا لاؤ تا کہ ان کے بنانے کا شور فخر الرسل، حضرت سید احمد مختار ﷺ تک نہ پہنچے۔ (فضائل حج از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنی)

صحابہ کرامؓ جو حکم ربانی کے اصل مخاطب تھے، انہوں نے اس حکم کو عام رکھا اور سرور دو عالم، سید ولدِ آدم، محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ شرف و کرم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی آپؐ کی مجلس کا وہی ادب و احترام کیا جو آپؐ کی مقدس زندگی میں تھا اور ہمارے لئے یہی اُسوۂ حسنہ ہے۔

جمہور علماء محققین کا بیان ہے کہ حضرت پیغمبر اعظم و آخر ﷺ ابداً ابداً الی یوم القیامتہ کی حیات اور وفات (وصال) میں کوئی فرق نہیں۔ آپؐ اب بھی اپنی اُمت کو دیکھ رہے ہیں۔ ان کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کے خیالوں تک سے اللہ پاک نے آپؐ کو باخبر کیا ہوا ہے اور یہ سب امور آپؐ پر اس طرح روشن اور واضح فرمائے ہوئے ہیں کہ ان میں کوئی پوشیدگی باقی نہیں۔ پس اس بارگاہ عالی کی حضوری میں حرکات و سکنات اور نیات و خیالات تک کی سخت نگرانی اور نگہبانی کرو۔

(تجلیات مدینہ از الحاج مولانا احتشام الحسن کاندھلوی، صفحہ ۹۰)

مظالم کربلا کے بعد ۶۳ھ میں یزید نے اہل مدینہ پر جن میں بہت سے صحابہ کرامؓ

اور اکثر تابعین کرامؒ تھے، فوج کشی کا حکم دیا۔ اس لشکر نے حرّہ کے مقام پر ڈیرے ڈالے۔
ایام حرّہ میں مدینہ طیبہ میں قتل عام اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا اور مسجد نبویؐ میں حضرت
سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی اور نہ ہوتا تھا۔ آپ کو افضل التابعین کہا
جاتا ہے۔ ابو نعیمؒ، ابن سعدؒ، امام دارمیؒ، زبیر بن بکارؒ اور علامہ ابن جوزیؒ روایت کرتے
ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''جب نماز کا وقت ہوتا
تھا تو حضرت سید ابرار و اخیار، احمد مختار ﷺ کی قبر اطہر سے اذان کی آواز سنتا تھا۔ بعدہ
اقامت بھی ہوتی تھی اور میں اس اقامت کے ساتھ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھتا تھا۔ میں
نے پندرہ نمازیں اسی صورت میں ادا کیں۔
(جذب القلوب صفحہ ۱۸۸، مدارج جلد۲ صفحہ ۹۵، حلیۃ الاولیاء، قول بدیع، وفاء الوفا، خصائص کبریٰ)

اللہ رب العزت نے اپنی رحمت خاص سے اپنے انبیاء علیہم السلام کو یہ طاقت
عنایت فرمادی ہے کہ وہ جب چاہیں اپنے جسم رُوحی کو جسم عنصری میں تبدیل کرلیں اور
جب چاہیں جسد عنصری کو جسد رُوحی میں بدل لیں۔ یہی نہیں یہ طاقت اللہ تعالیٰ کے
بے شمار صدیقین، صالحین، شہداء، قطب، غوث، ابدال اور بلند پایہ اولیاء کرام کو بھی
حاصل ہے جس کے ثبوت میں لاتعداد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر یہ تمام کرامات
باذن اللہ ہیں کہ وہی اصل ہے، از خود کسی کا کچھ نہیں۔

لطائف الممنن والاخلاق، جلد دوم صفحہ ۶۹ پر امام عبدالوہاب شعرانیؒ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے بلایا اور نماز
پڑھانے کے لئے آگے کردیا، پس میں نے نماز عصر پڑھائی۔ مجھے اسی طرح کئی بار بہ حالت
بیداری حضرت عیسیٰ بن مریم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

جامعہ شریعت و طریقت، امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے شاہی
مسجد دہلی میں پہلے سال تراویح میں جب قرآن پاک ختم کیا تو اچانک ایک شخص زرّہ بکتر
پہنے، ہاتھ میں علم لئے تشریف لائے اور دریافت کیا کہ ''پیغمبر قرآن حضرت محمد رسول
اللہ ﷺ کس جگہ تشریف فرما ہیں؟'' حاضرین یہ سن کر دم بخود رہ گئے اور عالم حیرانی میں
دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ نام دریافت کیا تو فرمایا کہ ''میرا نام ابو ہریرہ (رضی اللہ
تعالیٰ عنہ) ہے۔ حضرت سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا تھا کہ آج عبدالعزیز قرآن مجید ختم کر
رہا ہے، ہم اسے سننے کے لئے جائیں گے۔ مجھے آپؐ نے کسی کام کے لئے بھیج دیا تھا اس لئے
دیر ہوگئی۔'' یہ فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کی نظروں سے غائب ہوگئے۔

(فتاویٰ عزیزی، حصہ اول صفحہ ۸۔ کمالات عزیزی صفحہ ۹ نواب مبارک علی خان نے ۱۲۸۹ھ م ۱۸۷۲ء میں لکھی۔کتب خانہ مجیدیہ۔بوہڑ گیٹ۔ملتان)

اس دور کی سائنس بے شمار معمے حل کر رہی ہے جو کل تک چیستاں اور پہیلیاں بنے ہوئے تھے۔ قرآنی تعلیمات اور شرعی احکامات اس طرح واضح ہو کر سامنے آرہے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور ان کی حقانیت پر ایمان لانا ہی پڑتا ہے۔ حبیب و محبوب خالق کون و مکاں ﷺ کے فرانسیسی سیرت نگار گونسٹن ویژریل گیورگیو نے بالکل سچ کہا ہے کہ "دنیا میں آج تک جتنے بڑے آدمی گزرے ہیں، حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) اُن میں سب سے بڑے ہیں اور یہ وہ رسول ہیں جنہیں از سرِ نو سمجھنے کی ضرورت ہے۔"

(محمد رسول اللہ ﷺ از گونسٹن ویژریل گیورگیو)

حضرت نبی الامی ﷺ کو زندہ نبی ثابت کرنے کے لئے اس کثرت سے اور اس قدر موثر دلائل ہیں کہ ایک ضخیم کتاب مرتب کی جاسکتی ہے، مگر طوالت کے پیش نظر کتاب زیارت نبیؐ بحالت بیداری کے اس "مقدمہ" کو ختم کرتا ہوں۔ رُخصت سے قبل البتہ چند علمائے حق اور بزرگوں کے ارشاداتِ عالیہ بیان کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں:

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ علم غیب اور حاضر ناظر کی بحثیں کرتے ہیں، وہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی کو بحث و مناظر کا موضوع بنانا گستاخی اور سوءِ ادب ہے (تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ از حضرت کے صاحبزادے مولانا محمد میاں صدیقی صفحہ ۵۹) بعض لوگ نور و بشر کے جھگڑے میں پڑے رہتے ہیں، یہ نازک مقام ہے، اپنے کو ان بحثوں سے بچاؤ کہ ایمان سلب ہونے کا اندیشہ ہے۔

(تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ صفحہ ۱۶۳)

ایک فرقے نے کلی طور پر انکار کر دیا اور کہا کہ حضرت سید الشاہدین ﷺ کو قطعاً علم مغیبات نہ تھا۔ دوسرے نے آپؐ کے علم کے بارے میں اس قدر غلو کیا کہ آپؐ کو ہر ذرّہ، ہر حالت اور ہر جزی کا عالم بتایا۔ یہی نہیں آپؐ کو ہر جگہ حاضر و ناظر بھی جانا۔ ان حضرات نے بھی زیادتی کی۔ اہل ظاہر اور عوام کے لیے یہ عقیدہ کافی ہے کہ حضرت ہادی برحق ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جتنا علم چاہا دیا۔ ہمیں اس کا علم نہیں اور نہ ہم اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ کلام اللہ قدیم ہے حادث نہیں، جبکہ معتزلہ کے مطابق کلام اللہ قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔ تمام فقہا و محدثین کا اجماع ہے کہ معتزلہ کا عقیدہ باطل و فاسد ہے۔ حضرت عبد العزیز دباغؒ فرماتے ہیں کہ نورِ محمد (ﷺ) حادث

ہے اور نورِ خداوندی ازلی و قدیم ہے اور ان دونوں کے درمیان بیّن فرق ہے (خزینہ معارف حصہ اول صفحہ ۶۳ تا ۶۴)۔ اس طرح سنی مسلمانوں کے دونوں مقتدر فرقوں میں جو نور و بشر کا تنازعہ رہتا ہے، وہ حل ہو جاتا ہے۔ مجھے بخوبی یاد ہے ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے فرمایا تھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔

عوام کے سامنے اس قسم کے مسائل کو زیر بحث نہ لانا چاہیے کہ ان میں فتنہ و فساد کا خطرہ ہے، یہ مسائل خواص کے لئے ہیں۔ سنّی مسلمانوں کے دونوں فرقوں کو فروعی اختلافات بھلا کر اور علما کی باتیں علما تک محدود کر کے آپس میں مل کر آگے بڑھنے کی ضرورت ہے تاکہ ملک صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بن کر دوسروں کی تقلید کے لئے نمونہ بن سکے۔

اہل علم خصوصاً علماء و خطبا کو چاہیے کہ کبھی کسی کا نام لے کر بات نہ کہیں کہ حضور ﷺ کا یہی طریقۂ مبارک ہے۔ آپؐ کو معلوم ہوتا تھا کہ یہ ناروا عمل کس شخص نے کیا ہے مگر آپؐ مجلس میں کبھی اس کا نام نہ لیتے تھے اور یہ فرماتے تھے۔ ''نہ جانے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسا اور ایسا کرتے ہیں؟'' منبر رسولؐ نہایت اہم مقام ہے۔ وہاں سے صرف حق کا درس دیں، اختلافی مسائل کو موضوع گفتگو نہ بنائیں، لڑائی جھگڑے کی باتوں سے بچیں۔ کیا مسلمانوں کے دشمن ناکافی ہیں جو ہمیں آپس میں بھی لڑنا جھگڑنا ضرور ہے؟

یاد رہے ''فساد العلماء اشد الفساد۔'' علماء کرام کو معاشرہ میں نہایت اہم مقام حاصل ہوتا ہے۔ جب یہی آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں تو معاشرے کو برباد ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا کہ علما کا فساد بدترین فساد ہے۔ نمک جب خود ہی خراب ہو جائے جو گوشت کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے اس پر لگایا جاتا ہے تو پھر گوشت کو خراب ہونے سے کون بچا سکتا ہے؟ مسلمانوں کو آپس میں جوڑنے کی ضرورت ہے نہ کہ توڑنے کی۔ اللہ پاک کے یہاں علمائے حق کا جو مقام ہے لوگوں کو اگر اس کا علم ہو جائے تو انہیں پیدل نہ چلنے دیں بلکہ اپنے کندھوں پر اُٹھائے اُٹھائے پھریں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ علماء دین کی توہین اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، قبر میں ان کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے۔ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ (ارواح ثلثہ صفحہ ۳۶۰)

محض زبان سے عشق کا دعویٰ کرنا اور عمل سے اس کی نفی کرنا، ایسے عاشق رسول بن کر پھر جو جی چاہے کرنے لگو، یہ تباہی کا راستہ ہے۔ اسی طرح خشک مولوی کا راستہ بھی

بربادی کا راستہ ہے کہ اسے ذراسی کوئی چیز خلاف نظر آئی اور آپے سے باہر ہوگیا۔ نہ تو خشک مولوی بنے نہ تر صوفی، بلکہ اعتدال کی راہ اختیار کرے کہ وہی امرحق اور ہدایت کا راستہ ہے۔ بقول مولانا اشرف علی تھانویؒ نہ نرا نجدی بنے نہ خالص وجدی۔ جب کتاب و سنت کے احکامات سامنے ہوں گے اور بزرگوں کے حالات پیش نگاہ تو کتاب وسنت پر محض نجدی ہو کر عمل نہ کرے گا بلکہ اپنے اندر وجدی شان بھی رکھے گا اور اس طرح راہِ اعتدال پیدا ہوگی کہ یہی راہِ نجات ہے۔

تقرب اور نزدیکی کو لغت میں توسل کہتے ہیں۔ توسل کی ایک خاص صورت یوں دعا کرنا ہے کہ اے اللہ! فلاں بزرگ کے وسیلہ سے ہماری فلاں مراد پوری فرما دے۔ یہ بزرگ زندہ یا مردہ آپ کے مقرب بندے ہیں اور آپ کا وعدہ ہے کہ آپ کے محبوب اور مقرّب بندے سے جس کو محبت اور عقیدت ہوگی اس پر آپ کی رحمت ہو گی پس ہم آپ کی اس رحمت موعودہ کے طلب گار ہیں۔ ایسے توسل اور وسیلہ کو جمہور نے جائز قرار دیا ہے۔ البتہ امام ابن تیمیہؒ موتی' (مردہ) کے توسل کو مطلقاً ناجائز سمجھتے ہیں۔ جس طرح امام ابن تیمیہؒ نے اس کی ممانعت میں غلو کیا ہے اسی طرح بعض جاہل صوفیوں نے جانب جواز میں افراط سے کام لیا ہے اور وہ مردے کو مخاطب کر کے اس سے حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ اس سے شرک لازم آتا ہے اور ایسے توسل کو تمام علماء منع کرتے ہیں۔ بین بین اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کے طفیل اور وسیلے سے دعا کر لی جائے اور افراط و تفریط سے احتراز کیا جائے۔ (خلاصہ ملفوظات الفصل للوصل۔ اسعد الابرار از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مآثر حکیم الامت از ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب صفحہ ۳۱۳ تا ۳۱۶ کا خلاصہ)

اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی تعظیم وتکریم ضروری ہے مگر اس میں غلو نہ کریں۔

ع گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

ان کی کرامات کی طرف متوجہ ہونے سے زیادہ ان کے اقوال واعمال اور ان کی زندگی کی طرف توجہ دینی چاہیے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اولیاء اللہ کے سوانح نگاروں کو بھی اس طرف دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ ولی بھی انسان ہے، اس سے لغزش ہوسکتی ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ نبی کی طرح معصوم ہو۔
(خزینہ معارف جلد دوم صفحہ ۲۴۱۔ اقوال حضرت عبدالعزیز دباغؒ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سن وصال (۱۹۴۳ء) سے قریب دو سال قبل دانت درست کرانے لاہور تشریف لائے۔ واپسی سے ایک روز پہلے آپ نے

لاہور کے قبرستانوں کی زیارت کی۔ سلاطین اور مساکین دونوں کی قبور پر فاتحہ پڑھی اور ایصال ثواب کیا۔ حضرت خواجہ علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچ کر بہت دیر مراقب رہے۔ مولانا وصل بلگرامی مرحوم ساتھ تھے۔ مولانا بلگرامی نے یہ واقعہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کو تھانہ بھون (یوپی، بھارت) میں سنایا کہ حضرت تھانویؒ جب حضرت خواجہ ہجویریؒ کے مزار سے لوٹے تو فرمایا کہ کوئی بہت بڑے بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ہزارہا ملائکہ کو ان کے سامنے صف بستہ دیکھا۔ یہ بھی فرمایا کہ سلاطین کو مساکین کی صورت میں دیکھا جیسے کوئی ان کا پرسان حال نہ ہو اور مساکین کو سلاطین کی صورت میں پایا وغیرہ۔ (عالم برزخ از حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی صفحہ ۲۴)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یٰسینؒ کو ۱۰ نومبر ۱۸۸۷ء کو اپنے خط میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے تحریر فرمایا کہ کسی بزرگ کے مزار پر کبھی چلے جایا کرو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(میرے والد ماجد از مولانا مفتی محمد شفیعؒ خط نمبر ۷ صفحہ ۲۹)

جو شخص کسی کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو خود کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ کسی پر لعنت کا بھی یہی حکم ہے۔ پس احتیاط کرنی چاہیے۔ نہ کسی کو کافر کہا جائے اور نہ کسی پر لعنت کی جائے۔ (تکمیل الایمان از شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ صفحہ ۷۲) مومن کو کافر کہنا نہایت خطرناک ہے۔ جس کے دل میں خوف خدا ہو گا وہ کلمہ گو کو کافر کہنے سے ڈرے گا۔

(الواقع الانوار از امام عبدالوہاب شعرانیؒ جلد ا صفحہ ۱۱)

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی وجہ سے پاکستان میں پہلی مرتبہ مارشل لا لگا اور پھر حقائق کی تحقیق کے لئے ایک اعلیٰ اختیارات کا کمیشن مقرر ہوا تھا۔ مرحوم مسٹر جسٹس ایم آر کیانی نے مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ سے سوال کیا کہ ترمذی میں ایک حدیث آتی ہے جس کی رُو سے اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے تو اس کا کفر خود کہنے والے پر لوٹتا ہے۔ بریلوی مکتبۂ فکر والے بہت سے علما دیوبندی علماء کو کافر کہتے ہیں۔ اس حدیث کی رُو سے ان کا کفر خود بریلوی علماء پر لوٹا اور وہ کافر ہوئے؟ اس پر مولانا کاندھلویؒ نے جواب دیا کہ ترمذی کی حدیث تو صحیح ہے مگر آپ اس کا مطلب صحیح نہیں سمجھے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ وہ مسلمان ہے، دیدہ دانستہ کافر کہے تو اس کا کفر کہنے والے پر لوٹے گا۔ جن بریلوی علماء نے بعض دیوبندی علماء کو کافر کہا تو انہوں نے دیدہ و دانستہ ایسا نہیں کہا بلکہ ان کو غلط فہمی ہوئی

جس کی بنا پر انہوں نے ایسا کہا۔ انہوں نے منشاء تکفیر یہ تجویز کیا کہ ان علماء نے آنحضرت ﷺ کی توہین کی ہے۔ اگرچہ ان کا یہ خیال درست نہیں کیونکہ اگر وہ ذرا بھی غور و فکر کرتے یا ان ہی حضرات کی وہی کتابیں اور عبارتیں دیکھ لیتے جس سے بریلوی علماء کو یہ خیال ہوا ہے تو خود ہی اس کا ازالہ ہو جاتا۔ خود دیوبندی علماء کا عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے۔ مگر چونکہ جن بریلوی علماء نے بعض دیوبندی علما کی تکفیر اس بنیاد یعنی توہین رسول (ﷺ) کے مزعومہ پر بربناء غلط فہمی کی ہے اس لئے یہ کفر ان تکفیر کرنے والوں پر نہ لوٹے گا۔ ویسے بھی ہم جواباً ان کی تکفیر کا طریقہ اختیار نہیں کرتے۔
(تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ صفحہ ۱۰۵)

الحاج مولانا سردار محمد یعقوب خان صاحب، بی اے شاگرد رشید شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد لائل پوری وگولڈ میڈلسٹ حکومت پاکستان (حیدر روڈ۔ اسلام پورہ، لاہور) نے کتاب سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ شہرہ آفاق علماء کی تصانیف کے مستند حوالہ جات جو اس کتاب میں موجود ہیں، ان سے ثابت ہو گیا ہے کہ اہل سنت کے گروہوں میں اعتقاد کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ فقط لفظوں کے ہیر پھیر نے حقیقت کو معمہ بنایا ہوا ہے۔ اس کتاب سے اس باطل عقیدے کی از خود تردید ہو گئی ہے جو حیات النبیؐ کے خلاف تھا۔ نیز اس سے صحیح عقیدے کی تصدیق بھی ہو گئی ہے اور یہ وہ کام ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اس کتاب کی تالیف سے صدیقی صاحب نے مسلمانانِ عالم اور بالخصوص گروہان اہل سنت والجماعت پر احسان عظیم کیا ہے اور ان کو متحد کرنے کی لاجواب سعی کی ہے۔ اس موضوع پر عربی، فارسی، اردو اور انگریزی میں کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ یہ ایک اچھوتا اور نرالا موضوع ہے۔ ہمیں اس کتاب کو جلد از جلد مختلف بین الاقوامی زبانوں میں ترجمہ کرانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے اور حکومت پاکستان کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہیے تاکہ اقوام عالم کو ہمارے بے مثل نبی ﷺ کی خداداد شان و شوکت اور عظمت کا علم ہو سکے اور وہ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوں۔
(حضرت رسول اللہ ﷺ اور تمبا کو کی مذمت، صفحہ ۱۶)

میرے ایک دوست میرے بالکل برعکس شدت پسند اور سخت گیر عالم ہیں۔ فرمانے لگے: ''سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ'' کی صورت میں آپ ایک بدعت جاری کر چکے ہیں۔ ''زیارت نبیؐ بحالت بیداری'' آپ کی جانب سے دوسری بدعت ہے۔ بدعتی کا برا حشر ہوتا ہے، آپ کو ڈر نہیں لگتا؟'' میں نے عرض کیا کہ بدعت کی تعریف سے واقف

ہوتے ہوئے بھی آپ ناواقف ہیں۔ بدعت احداث فی الدین کا نام ہے، احداث للدین کا نام نہیں۔ پہلی قسم کی سینکڑوں بدعتیں معاشرہ میں پرورش پارہی ہیں جو مذموم ہیں اور جن کے لئے سخت وعید ہے۔ جہاں تک دوسری قسم کا تعلق ہے تو بسا اوقات اپنی بقا کے لئے ان کا اختیار کرنا عبادت بن جاتا ہے، مثلاً جہاد کے لئے اب تیر کمان، بلم اور تلوار ناموزوں ہے۔ اب تو ہمیں ایٹمی ہتھیاروں، لڑاکا بمباروں، لیزر ریز اور میزائل سے لیس ہونے کی ضرورت ہے، جبکہ میری یہ دونوں کتابیں خالص تحقیقی اور علمی حیثیت کی حامل ہیں اور بدعت سے ان کا دُور کا بھی تعلق نہیں۔

دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم اور فہم حمید عطا فرمائے اور ہم کھرے کھوٹے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کے قابل بن جائیں، آمین ثم آمین۔ آخر میں ایک شاعر کے شعر کے پہلے مصرع میں تصرف کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں:

محبت مجھ کو جس سے ہے اسی کا ذکر کرتا ہوں
زبان پر میری جز نام محمدؐ اور کیا آئے

لاشے

محمد عبدالمجید صدیقی، ایڈوکیٹ

جمعہ ۳ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۸ مارچ ۱۹۸۳ء لاہور۔

تبصرہ

از مولانا عبدالصمد صارم الازہری

''زیارتِ نبیؐ بحالتِ بیداری'' جناب محمد عبدالمجید صدیقی ایڈووکیٹ کی دوسری حیرت انگیز کتاب ہے۔ ان کی پہلی کتاب ''سیرت النبیؐ بعداز وصال النبیؐ'' ہی بڑی حیران کن تھی اور یہ تو عجائباتِ دہر سے ہے۔ چودہ صدیاں گزر گئیں، کسی نے اس عنوان پر کتاب نہیں لکھی۔ صدیقی صاحب کے دماغ میں جدت بہت ہے۔ وہ اپنے راہوار قلم کے لیے نئے سے نیا موضوع تلاش کرتے ہیں اور بڑی ہی کاوش کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کا جو مقدمہ تحریر فرمایا اور مجھے پڑھ کر سنایا، خوب ہے اور مستند حوالوں سے مالا مال ہے۔ ان کی اس کتاب سے نہ صرف یہ کہ موضوعِ کتاب کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے بلکہ سینکڑوں مسائلِ دینیہ سامنے آتے ہیں اور بہت سے مشکل مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ صدیقی صاحب کی یہ کتاب عالمی و دائمی شہرت حاصل کرے گی۔ اس کتاب کا ترجمہ مختلف زبانوں میں شائع کر کے بطورِ تبلیغ مسلم و غیر مسلم ممالک میں بھیجا جانا چاہیے۔ کوئی صاحبِ خیر اس کام کو انجام دیں تو بڑی اچھی تبلیغ ہوگی اور بہت سے مسلم و غیر مسلم راہِ راست پر آجائیں گے۔

بلاشبہ سیرتِ نبویؐ کے بارے میں جو کام صدیقی صاحب نے انجام دیا ہے، بالکل انوکھا، دلچسپ اور علمی ہے۔ اس کتاب کو جو بھی ایک بار شروع کرے گا، آخر تک پڑھے بغیر اور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔ لطف یہ ہے کہ دونوں کتابیں شاہکار ہونے کے باوصف بالکل عام فہم ہیں۔

زیارتِ نبی ﷺ بحالت بیداری

کے سلسلہ میں کتاب کے اندر ۱۱۴ واقعات پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ مجلس میں وعظ فرمارہے تھے۔ اس پرتاثیر وعظ کا اثر یہ تھا کہ مجلس کے دس ہزار شرکاء میں سے اسی دن سات آدمی وفات پاگئے۔ حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کی کرسی کے نیچے آپ کے قدموں میں حضرت شیخ علی بن ہیئتیؒ بیٹھے تھے کہ ان کو نیند آگئی۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے لوگوں کو خاموش ہو جانے کا اشارہ فرمایا۔ مجلس کی یہ حالت ہوگئی کہ لوگوں کی سانس کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ اس کے بعد حضرت غوث الاعظمؒ اپنی کرسی سے نیچے اترے اور حضرت ہیئتیؒ کے سامنے باادب کھڑے ہوگئے اور ان کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ہیئتیؒ بیدار ہوگئے تو حضرت غوث الاعظمؒ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نے ابھی حضرت آقائے نامدار ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا کہ میں نے اسی وجہ سے ادب اختیار کیا تھا۔ اچھا بتاؤ کہ آپؐ نے کیا وصیت فرمائی؟ اس پر حضرت ہیئتیؒ نے فرمایا کہ حضور سید الشاہدین ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ میں ہمیشہ آپؒ کی خدمت میں رہوں۔ حضرت ہیئتیؒ نے مزید فرمایا کہ میں نے حضور انور ﷺ کو خواب میں دیکھا جبکہ آپ نے حضور خاتم الانوار ﷺ کی بیداری میں زیارت فرمائی (زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اردو ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صفحہ ۶۹) سیدنا حضرت غوث الاعظمؒ کے حالات پر یہ مختصر کتاب ہے۔ (سفینۃ الاولیا از دارا شکوہ صفحہ ۶۷) دارا شکوہ نے اسے ۲۱ جنوری ۱۶۴۰ء کو مکمل کیا۔ اس میں ۴۱۱ صوفیائے کرام کے حالات ہیں)۔

۲۔ حضرت غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک دن منبر پر خلق کو تذکیر و وعظ فرمارہے تھے۔ عین دورانِ وعظ آپ منبر سے اُتر آئے اور آخری سیڑھی پر شرکائے مجلس کی طرف پشت کرکے بیٹھ گئے۔ منہ منبر کی جانب کرکے باادب سر جھکادیا اور وعظ سے رُک گئے۔ اہل مجلس حیران تھے۔ آپ کے ایک رازدار نے وجہ دریافت کی کہ اثناء وعظ آپ منبر سے اُتر پڑے۔ آخری سیڑھی پر بیٹھ گئے اور خاموش رہے۔ بارہا آپ نے وعظ فرمایا مگر ایسا واقعہ پہلے کبھی پیش نہ آیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور سید کون و مکاں ﷺ کو دیکھا کہ منبر پر تشریف لائے اور جلوہ افروز ہوگئے۔ میری کیا مجال تھی کہ حضرت ساقی

کوثر ﷺ کے برابر بیٹھتا یا آپؑ کی جانب پشت کرتا، میں اتر آیا، میری کیا مجال تھی کہ میں حضرت سید موجودات ﷺ کے سامنے بات کرتا یا وعظ کہتا، اس لیے خاموش ہو گیا۔ غرض یوں آپ حضرت خیر الانام ﷺ کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ (الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم یعنی حضرت مولانا مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے ملفوظاتِ مبارکہ کا اردو ترجمہ جسے حکیم غلام محبوب سبحانی قریشی ملتانی نے سید الیکٹرک پریس و مطبع صدیقیہ ملتان سے ۱۳۷۷ھ میں شائع کیا۔ (صفحہ ۶۸۹ تا ۶۹۰ جلد دوم)

۳۔ حضرت شیخ بقا بن بطوؒ سے روایت ہے کہ ایک روز میں حضرت محبوب سبحانی، غوث صمدانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا۔ حضرت منبر کی پہلی سیڑھی پر بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے سکوت فرمایا اور منبر سے اتر آئے۔ کچھ توقف کے بعد منبر کی دوسری سیڑھی پر بیٹھ گئے۔ میں نے بغور دیکھا کہ منبر کی پہلی سیڑھی میری نظر کی حد تک کشادہ نظر آتی تھی۔ اس پر ایک مسند تھی جس پر سبز رنگ کا فرش بچھا ہوا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سید البشر ﷺ چند صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سمیت اس پر جلوہ فرما ہیں۔ اسی اثنا میں حضرت محبوب سبحانیؒ کے قلب پر تجلیات ربانی کا پرتو پڑا۔ آپ اس کی تاب نہ لا کر گرا چاہتے تھے کہ حضرت سید عالم ﷺ نے آپ کو سنبھال لیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ کا جسم چھوٹا ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ آپ چڑیا جتنے نظر آنے لگے۔ پھر اس میں اضافہ شروع ہوا اور آپ حسب معمول اپنی ہیئت پر آ گئے، لیکن آپ کے چہرے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ پر خوف کی کیفیت طاری ہے اور چہرہ کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ اس کے بعد یہ نقشہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

شیخ بقاءؒ سے لوگوں نے حضرت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ و بارك وسلّم کی تشریف آوری سے متعلق روایت کی تحقیق طلب کی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت سید الانبیاء ﷺ کا حافظ و ناصر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؑ کی مقدس روح مختلف اجسام اور نمایاں صورتوں میں نمودار ہوتی رہتی ہے، لیکن اس کا دیدار وہی کر سکتا ہے جسے اللہ پاک تابِ نظارہ اور دید کی صلاحیت عطا فرمائے۔ آپ سے گرنے، چھوٹا اور بڑا ہونے کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تجلیات الٰہی کے نظارے کی تاب اگر کسی کو ہو سکتی ہے تو صرف تائید نبوی (ﷺ) سے۔ اگر حضرت بشیر و نذیر علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام حضرت محبوب سبحانیؒ کو سنبھال نہ لیتے تو یقیناً آپ گر جاتے۔ دوسری تجلی جو حضرت کے قلب پر نور بیز ہوئی،

اس کی شان جلالی تھی اور اس کی نوعیت کچھ اس طرح تھی کہ حضرتؒ کا جسم تحلیل ہونا شروع ہوا، یہاں تک کہ آپ نے چڑیا کی شکل اختیار کر لی۔ تیسری تجلی جس سے آپ کو نوازا گیا، اس کا مزاج جمالی تھا اسی لئے آپ کے جسم میں اضافہ ہونا شروع ہوا اور آپ آہستہ آہستہ اپنی اصلی حالت پر عود کر آئے۔ یہ خداوند تعالیٰ کی دین ہے جسے چاہتا ہے محض اپنے فضل سے عطا فرما دیتا ہے۔

(سفینۃ الاولیاء از شہزادہ دارا شکوہ صفحہ ۸۴ تا ۸۵ اردو ترجمہ از محمد وارث کامل)

۴۔ الشیخ السید غوث عالم محی الدین عبد القادر جیلانی بغدادی الحسنی اباو الحسینی اماؒ کی کرامات کثیرہ میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ نے بارہا عالم کشف میں حضرت شفیع المشفع علیہ التحیہ والسلام کی زیارت بابرکت کی۔ آپؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور فیض صحبت حاصل کیا۔ اسی طرح کئی مرتبہ خود حضرت سرور کائنات ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے اور فیض صحبت سے مستفیض فرمایا۔

(غوث الاعظمؒ از مولوی فیروز الدین فیروز ڈسکوی)

شیخ ابو سعید قیلویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی مجلس میں کئی بار حضرت نبی مکرم، نورِ مجسم، فخر بنی آدم ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی اور یہ زیارت بحالت بیداری تھی۔

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۹۵، قلائد الجواہر صفحہ ۷۵)

حضرت محبوب سبحانی سیدنا عبد القادر جیلانیؒ کی ولادت ۴۷۰ھ/ ۱۰۷۷ء میں ہوئی اور وصال گیارہ ربیع الثانی ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۴ء میں۔ مزار مبارک بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے۔ حضرت امام عبد اللہ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو بزرگ بغداد شریف میں جائے اور مزار اقدس کی زیارت نہ کرے تو اس کی ولایت سلب کر لی جاتی ہے۔

سلسلہ قادریہ عالیہ آپ ہی سے چلا۔ مادر زاد ولی اور اولیاء کرام کے سردار ہیں۔

۵۔ قاضی شرف الدین البازریؒ نقل کرتے ہیں کہ شیخ ابو عبد اللہ بن موسیٰ بن النعمانؒ نے بیان کیا کہ میں ۶۳۷ھ میں حجاج کے قافلے کے ساتھ تھا۔ کسی ضرورت سے سواری سے نیچے اُترا کہ نیند آگئی۔ آنکھ کھلی تو قافلہ دُور نکل چکا تھا۔ تنہائی، خوف اور پیاس کی شدت سے رونے چلانے لگا۔ زندگی سے مایوس ہو گیا۔ موت سامنے نظر آنے لگی۔ اسی عالم میں صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اپنے پیارے حبیب (ﷺ) کے وسیلے سے مجھ پر رحم فرما اور غیب سے میرے لیے مدد بھیج۔ ان الفاظ کا منہ سے نکلنا تھا

کہ رب العزت نے مدد بھیج دی۔ مجھے ایک آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی کسی شخص نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میرا خوف دُور ہوگیا اور پیاس جاتی رہی۔ وہ شخص مجھے لے کر ابھی تھوڑی ہی دُور چلا تھا کہ قافلے کی آواز سنائی دینے لگی اور پھر یکدم میری سواری قافلے کے سامنے آگئی۔ اس وقت مجھے جو خوشی حاصل ہوئی الفاظ میں اس کا اظہار ممکن نہیں۔ اس کے بعد وہ شخص مجھے میری سواری پر سوار کرا کے یہ کہتا ہوا رُخصت ہوا کہ ''جو شخص میرے وسیلہ سے اللہ پاک سے مدد طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے محروم نہیں فرماتا۔'' اب میں سمجھا کہ یہ سید الانبیاء، حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تھے۔ آپؐ واپس تشریف لے جا رہے تھے اور آپؐ کے انوار سے اندھیری رات میں سارا میدان چمک رہا تھا۔ مجھے سخت رنج اس بات کا تھا کہ میں نے آپؐ کی قدم بوسی کیوں نہ کی۔ (نزہۃ الناظرین)

۶۔ ایک شخص جنگل میں تنہا چلا جا رہا تھا کہ اس کی سواری کے جانور کا پیر ٹوٹ گیا۔ پریشانی کے عالم میں اس نے درود شریف کا ورد شروع کیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ تھوڑی دیر بعد تین بزرگ تشریف لائے۔ ان میں سے ایک دُور کھڑے رہے اور دو صاحبان نزدیک تشریف لائے اور اس کے جانور کا پیر درست کر دیا۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ آپ حضرات کون ہیں؟ ان دونوں صاحبان نے فرمایا کہ ''ہم حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہیں اور وہ جو دُور کھڑے ہیں، وہ ہمارے نانا (ﷺ) ہیں۔'' اس شخص نے فریاد کی کہ یارسول اللہ (ﷺ)! مجھ کو قدم بوسی سے کیوں محروم فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''تیرے منہ سے حقہ کی بو آتی ہے۔''

(انوار الرحمٰن۔ حضرت رسول اللہ ﷺ اور تمباکو کی مذمت از محمد عبد المجید صدیقی ایڈوکیٹ صفحہ ۹)

۷۔ اصحاب فتح کے لیے بیداری میں مشاہدۂ ذات نبوی (ﷺ) اختیاری بات نہیں رہتی بلکہ اگر وہ اس سے غافل ہونا چاہیں تو نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ امام احمد ابو العباس مرسیؒ فرماتے ہیں کہ چالیس سال گزر گئے کہ میں اس عرصہ میں کبھی بھی حضرت سید الشاہدین ﷺ سے حجاب میں نہیں رہا اور اگر ایک لمحہ کے لیے بھی حجاب میں آجاؤں اور آپؐ کو نہ دیکھوں تو میں اپنے کو مسلمان شمار نہ کروں۔

(لواقح الانوار فی طبقات الاخیار جو بالعموم طبقات کبریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ از امام عبد الوہاب شعرانیؒ مطبوعہ مصر۔ جلد ۲ صفحہ ۱۳، الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۴۴۳، خزینہ معارف حصہ دوم صفحہ ۴۱۵، انوار العارفین صفحہ ۸۲۹ تا ۸۳۰)

۸۔ امام عبد الوہاب شعرانیؒ سولھویں صدی عیسوی کے شروع میں پیدا ہوئے اور

۱۵۶۵ء / ۹۷۳ھ میں وصال فرمایا۔ اپنے دور کے جید عالم اور مشہور بزرگ تھے۔ بہت سی تصانیف چھوڑیں جن میں لواقح الانوار، لطائف المنن اور رسالۃ الانوار زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے مع اپنے آٹھ ساتھیوں کے حضرت سیدنا و مولینا و شفیعنا محمد ﷺ کے رُوبرو بخاری شریف پڑھی اور وہ دعا بھی تحریر فرمائی جو صحیح بخاری کے ختم پر حضور آخر النبین ﷺ نے پڑھی تھی۔ (لواقح الانوار، فیض الباری جلد ا صفحہ ۲۰۴)

۹۔ حضرت ابراہیم دسوقیؒ مشہور عالم و صوفی تھے۔ ۴۳ سال کی عمر میں ۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء میں وصال فرمایا۔ آپ کو وحشی جانوروں اور پرندوں کی بولیاں آتی تھیں۔ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کو بحالت بیداری حضرت سرورِ دو عالم، فخر بنی آدم، آقائے دو جہاں، نبی عالمین، امام النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل تھا۔ (لواقح الانوار)

۱۰۔ شیخ عبداللہ بن ابی جمرہؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے زمانے میں تھے۔ آپ کو سیدنا خیر البشر ﷺ کی زیارت بحالت بیداری ہوئی تھی۔ (لواقح الانوار جلد اول صفحہ ۱۷۶)

۱۱۔ امام ابو محمد بن ابی جمرہ (شیخ ابو محمد بن سعد بن ابی جمرۃ الازدی اندلسیؒ متوفی ۵۲۵ھ اور بقول بعض ۶۷۵ھ) نہایت رفیع المرتبت ولی گزرے ہیں۔ شریعت کی بڑی تعظیم فرماتے تھے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ ظاہر میں تنگ حال، لیکن باطن میں مالا مال تھے۔ جلال کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ آپ کو بحالت بیداری حضرت سرورِ انس و جاں ﷺ کی زیارت ہوا کرتی تھی۔ اہل ظاہر اصحابِ مشاہدہ پر ہمیشہ اعتراض کرتے ہی رہے ہیں۔ پس لوگوں نے آپ کے اس دعویٰ کو جھٹلایا اور آپ سے لڑنے جھگڑنے لگے جس کی وجہ سے آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ دس سال سوائے نماز جمعہ کے آپ گھر سے باہر نہیں نکلے۔ اس کو علامہ مناویؒ نے بیان کیا۔ آپ کے منکرین برے حال میں مرے اور اس وقت آپ کی کرامت کا عوام کو علم ہوا۔ (کشف الظنون جلد ا صفحہ ۴۹۳، طبقات کبریٰ للشعرانی صفحہ ۳۰۶، خزینہ معارف جلد ۲ صفحہ ۴۱۵، جمال الاولیاء صفحہ ۱۲۵، النور بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ)

بزرگانِ دین کو شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اکبر الہ آبادیؒ فرماتے ہیں۔

ان مصائب سے کام لے اکبر
غم بڑا مدرک حقائق ہے

علامہ اقبالؒ نے اس شعر کے آخری مصرع کے ضمن میں فرمایا کہ زندگی کا سارا فلسفہ اس ذرا سے آخری مصرع میں مخفی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں

کہ ابتلا بھی ایک شرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے خواص کے لئے ان تمام مصائب و آلام کو جمع فرما دیا ہے، جو پہلی اُمتوں میں متفرق و منقسم تھے کیونکہ اس اُمت کا درجہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بلند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار اولیاء اکرام اور ائمہ عظام پر طرح طرح کے مظالم توڑے گئے ہیں۔

۱۲۔ محمد بن محمد بن اسمٰعیل صوفی بغدادیؒ جو ابن سمعون کے نام سے مشہور تھے، اپنے زمانے کے بے مثل اور وقت کے یگانہ بزرگ تھے۔ ۳۸۷ھ میں وصال فرمایا اور اپنے گھر میں دفن کئے گئے۔ ۳۳ برس بعد منتقل کئے گئے تو ایسے پائے گئے کہ جسم بالکل تروتازہ اور کفن تک میلا نہ ہوا تھا۔ ابن باطیش نے اپنی کتاب ''اثبات کرامات الاولیاء'' میں ابو طاہر محمد علاف سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ ایک دن میں ابن سمعونؒ کے پاس مجلس وعظ میں حاضر ہوا۔ ابوالفتح قواسؒ کرسی کے برابر بیٹھے تھے۔ ان پر اُونگھ طاری ہوئی اور وہ سو گئے۔ ابن سمعونؒ کچھ دیر کے لئے رُک گئے۔ ان کے بیدار ہونے پر ابن سمعونؒ نے فرمایا کہ تم نے ابھی خواب میں حضور اعلم الاولین والآخرین ﷺ کی زیارت کی ہے۔ ابوالفتح قواسؒ نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا: اسی وجہ سے خاموش ہوگیا تھا مبادا تم گھبرا جاؤ اور یہ حالت جس میں تم تھے، تم سے منقطع ہو جائے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں ابن سمعونؒ نے سلطان جن و بشر ﷺ کی بیداری میں زیارت کی، جبکہ ابوالفتح قواسؒ نے خواب میں (رویائے صالحہ حصہ اول از محمد عبدالمجید صدیقی خواب نمبر ۲۰، النور بابت ماہ شوال ۱۳۶۰ھ، جمال الاولیاء صفحہ ۹۲، طبقات از علامہ منادی، تواریخ الاولیاء حصہ اول صفحہ ۳۰۳)

۱۳۔ محمد ابوالمواہب شاذلیؒ بڑے عارفین اور عالمین میں سے تھے۔ آپ خواب میں حضور سرور دو عالم ﷺ کی زیارت بکثرت کیا کرتے تھے، گویا آپؐ سے جدا ہی نہ ہوتے تھے۔ آپ نے یہ خواب ایک کتاب میں جمع کئے ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی نے آپ کے بہت سے خواب اور ان کے بڑے فوائد طبقاتِ کبریٰ میں لکھے ہیں۔ آپ افضل الانبیاء والمرسلین ﷺ کی زیارت کرتے اور کسی معاملے میں عرض و معروض کرتے پھر دوبارہ خواب میں زیارت کرتے تو سیدالمخلوقات، سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اسی حدیث کو جو پہلے خواب میں فرمائی تھی، مکمل فرما دیتے۔ بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ آپ بیداری میں بھی زیارتِ اقدس سے مشرف ہوتے تھے۔ یہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے خود حضرت صادق الامین ﷺ سے ''الحزب الفردانیہ'' بیداری میں پڑھی ہے (النور بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء صفحہ ۱۸۷ از مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ اشرف المطابع) جمال الاولیاء کتاب

"لامع علامات الاولیاء" کا ترجمہ ہے جو "جامع کرامات الاولیاء" مولفہ شیخ یوسف بن اسمعیل نبہانیؒ کی تلخیص ہے۔ یہ کتاب ۱۳۲۴ھ میں تالیف ہوئی اور ۱۳۲۹ھ میں مصر سے طبع ہوئی۔

۱۴۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ ایک ایسی شان والے بزرگ گزرے ہیں کہ اُمی ہونے کے باوجود یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ ایک مرید نے عرض کیا کہ بغداد میں ایک بہت بڑی یونیورسٹی ہے، وہاں جا کر علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے اجازت دے دیجئے۔ دریافت فرمایا کہ وہاں کون سا علم پڑھو گے؟ عرض کیا کہ میں احادیث نبی (ﷺ) پڑھوں گا۔ پھر دریافت فرمایا کہ کیا خرقان میں حدیث پڑھانے والا کوئی نہیں ہے؟ عرض کیا کہ مجھے تو کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ سن کر حکم دیا کہ بازار جاؤ اور تلاش کر کے حدیث شریف کی ایک کتاب لاؤ۔ مرید بازار سے حدیث شریف کی ایک کتاب لے آیا۔ فرمایا: پڑھو۔ اس نے پڑھنا شروع کیا۔ ایک حدیث پڑھی۔ آپ نے فرمایا: یاد رکھو، یہ حدیث صحیح ہے۔ یہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے عین کلمات ہیں اور اس کے اندر یہ معانی ہیں۔ اب دوسری حدیث پڑھو۔ دوسری حدیث پڑھی۔ آپ نے فرمایا: اس کا پہلا حصہ حضرت رسول اللہ ﷺ کا ہے اور آخری حصہ میں آپؐ کے الفاظ نہیں ہیں، ان کو نظرانداز کر دو۔ اچھا اب تیسری حدیث پڑھو۔ تیسری حدیث پڑھی تو معنی بتائے اور فرمایا کہ یہ حدیث بالکل ہی حضرت رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے، اس کو نظرانداز کر دو۔ اس طرح پڑھاتے پڑھاتے تھوڑے دن میں پوری حدیث شریف کی کتاب ختم کرا دی۔ کسی نے عرض کیا: یا حضرت آپ کے عربی جاننے کی وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کی معاشرت اہل عرب کے ساتھ زیادہ رہی ہے، لیکن جب کہ آپ بالکل اُمی ہیں تو آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ پہلی حدیث صحیح ہے، دوسری کا نصف صحیح ہے اور تیسری حدیث از سرتاپا غیر صحیح ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جب حدیث پڑھی گئی تو مجھے حضرت رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک نظر آیا۔ پہلی حدیث پڑھنے کے وقت چہرہ مبارک بشاش ہو گیا تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ آپؐ کی حدیث ہے۔ دوسری حدیث کے ابتدائی حصہ کے پڑھنے کے وقت چہرۂ انور بشاش رہا، لیکن آخری حصہ پڑھتے وقت منقبض ہو گیا تو میں سمجھ گیا کہ آخری حصہ اس حدیث کا آپؐ کی حدیث نہیں ہے۔ اسی طرح تیسری حدیث پڑھنے کے وقت اول سے آخر تک آپؐ کا چہرۂ مبارک منقبض رہا تو میں سمجھ گیا کہ یہ حدیث بالکل ہی آپؐ کی نہیں ہے۔ یہ فضل الٰہی ہے، فراست ہے، مکاشفہ ہے، اسی کو علم لدنی کہتے ہیں (مینائے مصطفائی دور اول از اعلیٰ حضرت

خواجہ مصطفٰے صبغۃ اللہ شاہ ایرانی صفحہ ۱۷۱، رویائے صالحہ خواب نمبر ۲۲ صفحہ ۵۷ تا ۵۸، بستان العارفین)

آپ کا اسم گرامی علی بن جعفرؒ ہے۔ قزوین کے قریب خرقان نامی مقام کے باشندے تھے۔ اپنے دور کے غوث تھے۔ وصال ۱۰ محرم ۴۲۵ھ کو شب سہ شنبہ ہوا۔ سلطان محمود غزنویؒ آپ کے بے حد معتقد تھے۔ سلطان نے ہندوستان پر ۱۷ حملے کیے۔ آخر آپ نے سلطان کو اپنا چوغہ عطا فرمایا اور دُعا دی، جس کی برکت سے سلطان نے سومناتھ فتح کیا۔

۱۵۔ شیخ صدر الدین قونویؒ ایک دن سماع میں شیخ سعد الدین حمویؒ کے ساتھ حاضر تھے۔ شیخ سعد الدین حمویؒ نے سماع کے درمیان اس صفہ (چبوترہ) کی طرف منہ کیا جو اس مکان میں تھا اور پورے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد اپنی آنکھیں چھپالیں اور آواز دی کہ صدر الدینؒ کہاں ہیں؟ جب شیخ صدر الدین قونویؒ سامنے آئے تو ان کے سامنے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ حضرت نبی آخر الزماں ﷺ اس صفہ پر تشریف فرما تھے، میں نے سوچا کہ وہ آنکھیں جو ابھی حضور نبی کریم ﷺ کے جمال مبارک سے مشرف ہوئی ہیں، ان کو تیرے منہ پر کھولوں۔ شیخ سعد الدین حمویؒ کو شیخ صدر الدین قونویؒ سے کمال درجہ محبت تھی۔ بڑے عالم فاضل اور متقی تھے۔ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کے خلفا سے تھے۔ وفات بروز عید الاضحیٰ ۶۵۰ھ بعمر ۶۳ سال ہوئی۔ قبر مبارک بحر آباد میں ہے۔ ایک مرتبہ حالت وجد میں ۱۳ روز بے ہوش بے آب و دانہ پڑے رہے۔ جب ہوش میں آئے، ذرّہ برابر بھی جسم کی خبر نہ تھی۔ (شرح فصوص الحکم از شیخ موید الدین جندیؒ، تواریخ الاولیاء جلد دوم صفحہ ۴۱۰ از امام الدین)

۱۶۔ شیخ سلیمان ابن عفان المندوی الدہلویؒ نے ۱۴ محرم الحرام ۹۴۴ھ میں وصال فرمایا۔ قبر دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے روضے کے عقب میں ہے۔ آپ کو مرتبۂ نقل ارواح حاصل تھا اس لئے قرون ماضیہ و مستقبل کی خبریں دیتے تھے۔ تجوید قرآن میں یگانہ عصر تھے۔ قرآن مجید آپ نے عالم واقعہ میں حضرت نبی امین ﷺ کے حضور میں پڑھا تھا۔ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوھیؒ نے آپ سے قرآن پاک پڑھا اور مدت تک آپ کی خانقاہ میں رہے (اخبار الاخیار از حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کا اردو ترجمہ انوار صوفیہ صفحہ ۴۴۱، تواریخ الاولیاء جلد دوم از امام الدین صفحہ ۵۴۲)

۱۷۔ جندیؒ نے فقیہہ صالح بن عمرؒ سے روایت کیا کہ ”تفسیر نقاش کو میں پڑھا کرتا تھا اور سب سنا کرتے اور فقیہہ ابو عبد اللہ محمد بن اسعد بن علی بن فضل صبعیؒ اثناء قرأت میں

کبھی کبھی اُونگھتے، یہاں تک کہ گمان غالب یہ ہوتا کہ وہ کچھ نہیں سنتے اس لیے میں نے ایک زمانے میں یہ ارادہ کر لیا کہ ان سے پڑھنا چھوڑ دوں۔ اسی اثناء میں حضرت ہادی انام ﷺ کو دیکھا کہ فقیہہ کی جگہ تشریف رکھتے ہیں اور مجھ سے فرمارہے ہیں کہ ''اے صالح! پڑھ اور میں پڑھ رہا ہوں۔'' اس کے بعد فقیہہ نے آنکھیں کھول دیں اور خاص طور پر میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ فقیہہ کو یہ واقعہ مکشوف ہو گیا یا یہ کہ ان ہی کا یہ تصرف تھا۔ فقیہہ صالح نے ۶۹۴ھ میں قریہ سفہنہ میں وصال فرمایا۔
(انوار الحسنین در مطبع اشرف المطابع۔ تھانہ بھون۔ یوپی۔ بھارت صفحہ ۵۶)

کسی شخص نے حضرت عبدالعزیز دباغؒ سے ذکر کیا کہ کوئی بزرگ مریدوں کے ساتھ بیٹھے ذکر میں مشغول تھے کہ ان میں سے ایک شخص کا رنگ بدل گیا، حالت دگرگوں ہوگئی اور اس نے اپنی نشست کو بھی بدل لیا۔ کسی نے سبب پوچھا تو کہا: ''خبردار ہو جاؤ کہ حضرت رسول اللہ ﷺ یہاں موجود ہیں۔'' اس کی مراد یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ اس وقت وہاں موجود تھے اور اس نے آپؐ کا مشاہدہ کیا تھا۔ حضرت عبدالعزیز دباغؒ سے دریافت کیا گیا کہ یہ مشاہدہ جو اس شخص کو حاصل ہوا، مشاہدہ فتح تھا یا مشاہدہ فکر؟ حضرت دباغؒ نے فرمایا کہ یہ مشاہدہ فتح نہ تھا بلکہ مشاہدۂ فکر تھا۔ گو مشاہدۂ فکر کا درجہ مشاہدۂ فتح سے کم ہے، لیکن اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کا ایمان خالص، محبت پاک اور نیت سچی ہو۔ مختصر یہ کہ مشاہدہ فکر بھی انہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، جن کا تعلق آنحضرت ﷺ سے کمال کو پہنچا ہوتا ہے، لیکن بہت سے لوگ اس مشاہدہ کو مشاہدہ فتح سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ وہ مشاہدہ فکر ہوتا ہے۔
(خزینہ معارف، جلد دوم صفحہ ۴۲۷)

۱۸۔ سیدی شیخ ابوالمواہب شاذلیؒ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام الانبیاء ﷺ کو ۸۲۵ھ میں جامعہ ازہر کی چھت پر دیکھا۔ آپؐ نے اپنا دست مبارک میرے قلب پر رکھا اور فرمایا: ''اے میرے بیٹے! غیبت حرام ہے۔ کیا تو نے اللہ کا قول ولا یغتب بعضکم بعضا (نہ غیبت کریں بعض تمہارے بعض کی) نہیں سنا۔'' میرے پاس اس وقت ایک جماعت بیٹھی تھی، اس نے بعض لوگوں کی غیبت کی تھی۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ ''اگر غیبت سے چارہ نہ ہو تو سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر ان کا ثواب اس شخص کی نذر کر دو جس کی غیبت ہوئی ہے۔ اس طرح غیبت و ثواب متوارث و متوافق ہو جائے گا، اِن شاءاللہ تعالیٰ۔''
(نعمت عظمیٰ جلد سوم کا اردو ترجمہ از عبدالغنی وارثی صفحہ ۲۹۲ تا ۲۹۳، رویائے صالحہ صفحہ ۸۲)

۱۹۔ سیدی شیخ ابوالمواہب شاذلیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حامل مہر نبوت ﷺ کی

۲۲۔ جب عید الاضحیٰ کا تیسرا دن ہوا تو حضرت عبدالعزیز دباغؒ کو سید الوجود حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس وقت حضرت عبداللہ برناویؒ نے فرمایا: اے عبدالعزیز اب تک تو مجھے تمہارے متعلق اندیشہ تھا مگر آج چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی رحمت کاملہ یعنی سید الوجود حضرت محمد ﷺ سے ملا دیا ہے، اس لئے میرا دل مطمئن ہو گیا ہے، اب میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے جاتا ہوں۔ چنانچہ مجھے چھوڑ کر وہ اپنے وطن چلے گئے۔ دراصل ان کا میرے ساتھ رہنے کا مقصد یہ تھا کہ جو مشاہدات مجھے پیش آرہے تھے، ان میں ظلمت کا دخل ہونے سے مجھے بچائے رکھیں حتیٰ کہ مشاہدہ محمدیہ (ﷺ) نصیب ہو جائے کیونکہ صاحب فتح پر اس کے بعد کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔ جو کچھ خطرات ہوتے ہیں وہ اس مشاہدہ سے پہلے ہی ہوتے ہیں (خزینہ معارف حصہ اول، ابریز کا اردو ترجمہ از ڈاکٹر پیر محمد حسن ایم اے۔ پی ایچ ڈی) ابریز کے اندر سید عبدالعزیز دباغ مغربیؒ کے مختصر سوانح حیات، عقائد، کرامات، بعض آیات قرآن واحادیث نبویؐ کی بے نظیر تشریحات اور علم وعرفان کی نادر باتیں جمع کی ہیں۔ اسے علامہ احمد بن مبارک سلجماسیؒ نے عربی میں مرتب کیا ہے۔

حضرت برناویؒ برنو کے باشندے تھے۔ حضرت دباغؒ کو حضرت برناویؒ کے ساتھ بہت قصے پیش آئے، جن میں عجیب ترین یہ ہے کہ ایک دن انہوں نے عورت کی صورت میں آکر حضرت دباغؒ کو بہت بہلایا پھسلایا اور اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ حضرت برناویؒ اولیا عارفین میں سے تھے۔ آپ کے وصال ۱۱۲۶ھ پر آپ کے تمام اسرار کے وارث حضرت دباغؒ بنے۔ شہر فاس (الجزائر، افریقہ) کے بارھویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ غوث زماں حضرت سید عبدالعزیز دباغؒ مغربیؒ امی محض تھے۔ علوم ظاہری سے نابلد ہونے کے باوجود علوم باطنی میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ آپ کا تمام علم وہبی تھا جس کا اندازہ لگانے کے لئے ''ابریز'' کا مطالعہ ضروری ہے۔

۲۳۔ فقیہہ علی بن عبداللہ الصباغیؒ کو اپنے شیخ حضرت سید عبدالعزیز دباغؒ سے عشق کے درجہ کی محبت تھی اور تمنا تھی کہ شیخ کی محبت میں موت اور انہی کی جماعت میں حشر ہو۔ جب دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب مرنے کا وقت قریب آگیا ہے تو بیوی سے یہ کہہ کر میں حضرت شیخؒ کی خدمت میں فاس جاتا ہوں تاکہ وہیں وفات پاؤں، صباغات چھوڑ کر اور اہل وطن سے رُخصت ہو کر آستانہ شیخ پر آپڑے اور بیمار ہو گئے۔ شیخ نے وصیت کرنے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کا حکم دے دیا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت

شیخؒ نے اپنے گھر رکھ کر ان کی تیمارداری کی۔ جب وقت آخر آیا، حضرت شیخؒ نیچے اپنے مکان میں تشریف فرماتے اور علی بن عبداللہ بالاخانے پر تھے۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا: ابھی علی کو حضرت فخر کونین ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت ہوئی ہے۔ یہ سن کر سب بالاخانے میں علی بن عبداللہؒ کے پاس آئے تاکہ معلوم کریں۔ دیکھا تو ان کی زبان بند ہو چکی تھی۔ پھر بھی لوگوں نے حضرت شیخؒ کا قول دُہرایا۔ وہ سمجھ گئے اور سر ہلا کر کہا ہاں سچ ہے اور مسکرا دیئے اور اس کے بعد برابر مسکراتے رہے یہاں تک کہ روح پرواز کر گئی۔ بعدہا حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس پر رحم کیا۔ اگر یہ صباغات میں نوے سال اور زندہ رہتا تو بھی جس حال میں مرا ہے، وہ حاصل نہ کر سکتا۔

(خزینہ معارف، حصہ اول صفحہ ۴۶ تا ۴۷)

فقیہہ علی بن عبداللہ الصباغیؒ نے اپنے شیخؒ کی بہت سی کرامات اور اقوال کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ میرا چچا زاد بھائی بے حد تنگ دست تھا۔ میرے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی تنگ دستی کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تیری بیوی حاملہ ہے، وہ بیٹی جنے گی، اس کا نام خدیجہ رکھنا۔ اس نے اس نام کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جس خوش نصیب کو بھی حق تعالیٰ نے فتح کبیر عطا فرمائی اور اس نے نکاح کرنے کا قصد کیا تو ایسی عورت کی جستجو کی جس کا نام خدیجہ ہو، کیونکہ سیدنا خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُم المومنین حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑی راحت حاصل ہوئی اور ان ہی کے پاس آپؐ کو ہر قسم کی دینی اور دُنیاوی خوبیاں عطا ہوئیں۔ میرے چچا زاد بھائی کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کا نام خدیجہ رکھا گیا اور خوشحالی اور رزق کی فراوانی کا دور شروع ہو گیا۔ فرمایا جو اوقاتِ نماز میں مجامعت کرے گا (خصوصاً بوقت نماز فجر) اگر حمل قرار پا جائے تو جو اولاد ہو گی وہ ماں باپ کی نافرمان ہو گی (لوگوں نے تجربہ سے اس بات کو بالکل درست پایا)۔

۲۴۔ غوثِ زماں، سیدنا عبدالعزیز دباغؒ فرماتے ہیں کہ میں ماہ رمضان ۱۱۰۵ھ میں مدینہ منورہ (زید شرفا) میں تھا اور مجاور محمود الکردیؒ کے ساتھ حجرہ نبویہ (زادھا اللہ شرفا و کرامۃ) کے دروازے کے پاس بیٹھتا تھا۔ وہ مجھے بتاتے تھے کہ وہ حضرت صاحب خلقِ عظیم ﷺ کو بیداری میں دیکھتے ہیں اور آپؐ کے ساتھ باتیں کرتے ہیں اور حضرت داعی حق، ماحی عصیاں، جن و بشر کے سرور و سلطان ﷺ اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ (افضل الصلوٰت علی سید السادات از علامہ امام

یوسف بن اسمٰعیل نبہانیؒ کا اردو ترجمہ ''فضائل درود'' از مولانا حکیم محمد اصغر فاروقی صفحہ ۴۳)

۲۵۔ شیخ نورالدین شعرانیؒ کا روزانہ وظیفہ دس ہزار تھا اور شیخ احمد رواویؒ روزانہ چالیس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اس کثرت درود کا اثر یہ تھا کہ بیداری میں حضرت خاتم الشرائع، خاتم الادیاں اور خاتم الکتب ﷺ کے ہمراہ بیٹھتے اور آپؐ کے ساتھ مثل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجلس کرتے اور آپؐ سے اپنے دین کی بابت پوچھتے اور وہ احادیث جنہیں حفاظ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے، ہمارے پاس ہوتیں اور ہم حضور خاتم الانوار، خاتم النبین ﷺ کے قول کے مطابق عمل کرتے۔ جب تک ہماری یہ کیفیت نہ ہو، ہم بکثرت درود پڑھنے والے نہیں ہوتے۔ اے میرے بھائی! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ بارگاہِ خداوندی میں پہنچنے کا قریب ترین راستہ حضرت حسن کل، حسن جامع ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا ہے۔ (فضائل درود، صفحہ ۴۰ تا ۴۱)

۲۶۔ بحر الشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ سیدی احمد بن ادریسؒ صاحب طریقہ الادریسیہ جو طریقہ شاذلیہ کی شاخ ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت نبی پاک، شہ لولاک ﷺ سے بیداری کی حالت میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپؐ کے پاس اس وقت حضرت خضر علیہ السلام موجود تھے۔ آپؐ نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ مجھے طریقۂ شاذلیہ کے اوراد سکھائیں۔ پس انہوں نے مجھے آپؐ کی موجودگی میں یہ سکھائے۔

(فضائل درود، صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۰)

۲۷۔ پیر صاحب گولڑہ شریف حضرت مہر علی شاہ قدس سرہ ایک مرتبہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں سواری کا خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ جب وادی حمرا پہنچے تو تمام حاجی تھک کر چور تھے۔ جاتے ہی لیٹ گئے۔ کسی نے نماز پڑھی کسی نے نہیں پڑھی۔ پیر صاحبؒ نے عشاء کی نماز کے صرف فرض پڑھے اور سونے کا ارادہ کیا۔ دیکھا کہ حبیب خالق اکبر، ساقی کوثر ﷺ پاس سے گزر رہے ہیں۔ جب بالکل قریب پہنچے تو میری طرف سے پردہ کر لیا۔ میں دوڑ کر آگے بڑھا اور عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) مجھ سے کیا غلطی ہوئی جو التفات نہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب آپ ہماری سنتیں چھوڑیں گے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا۔'' یہ سن کر پیر صاحبؒ پر گریہ طاری ہوگیا۔ دوبارہ عشاء کی پوری نماز پڑھی اور مندرجہ ذیل مشہور نعت کہی (شیخ القرآن حضرت پیر محمد عبدالغفور چشتی ہزارویؒ از رانا منظور احمد خان صفحہ ۱۳۲) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے پیغمبر اسلام علیہ الوف التحیات والسلام کے رُوبرو مسجد نبوی (زید

شرفا) میں منبر پر بیٹھ کر نعت پڑھی۔

قصیدہ بردہ کی دس فصلیں اور ۱۵۲ اشعار ہیں۔ پہلی فصل تشبیب ہے جس میں جذبات کی شدت اور احساس کی گہرائی کمال پر ہے۔ علامہ اقبالؒ کا قصیدہ ''ذوق وشوق'' میں ۵ بند اور ۱۳۰ اشعار ہیں۔ پہلے بند میں علامہ اقبالؒ نے بھی قصیدہ بردہ سے متاثر ہو کر الفاظ اِضم اور کاظمہ کا استعمال کیا ہے۔ پیر مہر علی شاہ قدس سرہ کی پنجابی نعت میں چھ بند ہیں۔ ہر بند چار مصرعوں پر مشتمل ہے۔ جذبات کی شدت اور الفاظ کی بندش بے مثل ہے، ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ **اج سِک متراندی ودھیری اے کیوں دلڑی اُداس گھنیری اے**

آج محبوب کی محبت کی کسک زیادہ محسوس ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں آج یہ ننھا سا دل کیوں اتنا اُداس ہے؟

۲۔ **لوں لوں وچ شوق چنگیری اے اج نیناں لایاں کیوں جھڑیاں**

میرے روئیں روئیں میں شوقِ محبت موجزن ہے۔ آج آنکھوں نے کیوں برسات کی جھڑیاں لگا دی ہیں؟

۳۔ **الطیف سری من طلعتہ والشذ و بدا من وفرتہ**

اس کے چہرہ پرنور سے رات کی تاریکی چھٹ گئی اور اس کی زلفوں سے مشک کی خوشبو ہر طرف پھیل گئی۔

۴۔ **فسکرت ھنا من نظرتہ نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں**

حبیب کا یہ نظارہ دیکھ کر میں بے خود ہو گیا اور اس کی سحر آگیں نظریں میرے فہم و ادراک پر چھا گئیں۔

۵۔ **مکھ چند بدر لاثانی اے متھے چمکے لاٹ نورانی اے**

چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے اور پیشانی مبارک سے لمعات نور ضیا بیز ہیں۔

۶۔ **کالی زلف تے اکھ مستانی اے مخمور اکھیں ھن مدہ بھریاں**

آپؐ کی زلف مبارک سیاہ اور آنکھ مست کر دینے والی ہے۔ شراب معرفت سے آنکھیں مخمور ہیں۔

۷۔ **دو ابرو قوس مثال وسن جیں توں نوک مژہ دے تیر چھٹن**

دونوں ابروئے مبارک مثل کمان کے معلوم ہوتے ہیں، جن سے پلکوں کے تیر

چھوٹ کر جگر کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔

۸۔ لباں سرخ آکھاں کہ لعلِ یمنؔ چٹے دند موتی دیاں ھن لڑیاں

لب ہائے لعلین کہ انہیں سرخ کہوں یا لعل یمن سے تشبیہ دوں، میری طاقت بیان سے باہر ہے۔ یہ دندان سپید ہیں کہ موتیوں کی لڑیاں ہیں۔

۹۔ اس صورت نوں میں جان آکھاں جان آکھاں کہ جان جہاں آکھاں

اس شکل و صورت کے مالک کو میں اپنی جان سمجھوں یا سارے جہاں کی جان کہوں۔

۱۰۔ سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں جس شان توں شاناں سب بنیاں

سچ تو یہ ہے کہ آپؐ خدا کی شان کا مظر ہیں۔ آپؐ کا ظہور اس جہاں کی تمام نیرنگیوں کا منبع ہے۔

۱۱۔ ایھہ صورت ھے بے صورت تھیں بے صورت ظاھر صورت تھیں

یہ صاحب صورت اس ذات اقدس کا شاہکار ہے جو خود شکل و صورت کی قیود سے بالاتر ہے اور اس کی قدرت کاملہ کا ظہور اس صاحبؐ وجود سے ہے۔

۱۲۔ بے رنگ دسے اس مورت تھیں وچ وحدت پُھٹیاں جد کھڑیاں

باغ وحدت میں جب پھول کھل اٹھے تو اس وجودؐ اقدس سے ذات وحدت آشکارا ہوگئی۔

۱۳۔ دسے صورت راہ بے صورت دا تو یہ راہ کہ عین حقیقت دا

آپؐ کی ذاتِ اقدس اللہ تعالیٰ کی ذاتِ وحدت کا راستہ دکھاتی ہے اور یہی عین حقیقت کا راستہ ہے۔

۱۴۔ پر کم نھیں بے سوجھت دا کوئی وِرلیاں موتی لے تریاں

لیکن (اس راستہ پر چل کر منزل پالینا) بے سمجھوں کا کام نہیں۔ بہت تھوڑے ہی اس دولت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

۱۵۔ ایھا صورت شالا پیشِ نظر رھے وقت نزع تے روز حشر

خدا کرے یہ صورتِ ذاتِ حضور ﷺ بوقت موت اور روزِ حشر میرے سامنے رہے۔

۱۶۔ وچ قبر تے پل تھیں جد ھو گزر سب کھوٹیاں تھیسن تدکھریاں

قبر اور پل صراط سے گزرتے وقت بھی نگاہوں کے سامنے رہے تو میرے سارے کھوٹے عمل بھی کھرے ہو جائیں۔

۱۷۔ یعطیک ربک داس تساں فترضیٰ تھیں پوری آس اساں

آپؐ کے لیے خدا کی طرف سے یعطیك ربك انعام ہو گا اور فترضیٰ سے ہماری اُمیدیں پوری ہوں گی۔

۱۸۔ لج پال کریسی پاس آسان اشفع تشفع صحیح پڑھیاں

اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو شفاعت کر تیری شفاعت قبول ہو گی، اس وقت گنہگاروں کی لاج رکھنے والے گنہگاروں کو فائز المرام کرائیں گے۔

۱۹۔ لاهو مکھ توں مخطط بُرد یمن من بھاوندی جھلك دکھاؤ سجن

اے میرے محبوب رُخِ روشن سے یہ دھاری دار یمنی چادر ہٹایئے اور میرے دل کو لبھانے والی نورانی جھلک مجھے دکھایئے۔

۲۰۔ اوھا مٹھیاں گالیں الائو مٹھن جو حمرا وادی سن کریاں

اور مجھے وہی میٹھے بول سنایئے جو وادی حمرا میں آپؐ نے سنائے تھے۔

۲۱۔ حجرے تھیں مسجد آؤ ڈھولن نوری جھات دی کارن سارے سکن

اے میرے محبوب حجرۂ خلوت سے ذرا مسجد میں تشریف لایئے جہاں آپؐ کی ایک نورانی جھلک دیکھنے کے لیے سب بے تاب ہیں۔

۲۲۔ دو جگ اکھیں راہ فرش کرن سب انس و ملك حوراں پریاں

دونوں جہاں کی مخلوق تمام انسان اور فرشتے، حوریں اور پریاں سب کے سب دیدۂ و دل فرش راہ کیے منتظر ہیں۔

۲۳۔ انھاں سکدیاں تے کر لاندیاں تے لکھ واری صدقے جاندیاں تے

یہ تڑپتے ہوئے بے تاب دل لاکھوں بار آپؐ پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔

۲۴۔ اتے بردیاں مفت وکاندیاں تے شالا وت پیاں آون ایھہ گھڑیاں

یہ لونڈیاں اور غلام مفت بک جانے کو تیار ہیں۔ کاش! ایسے لمحات بار بار آتے رہیں۔

۲۵۔ سبحان اللّٰہ ما اجملك ما احسنك ما اکملك

سبحان اللہ! کیا شان ہے آپؐ کے جمال کی، کیا شان ہے آپؐ کے حسن کی، کیا شان ہے آپؐ کے ہمہ صفت موصوف ہونے کی۔

۲۶۔ کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

کجا مہر علی اور کجا آپؐ کی تعریف و توصیف۔ ان آنکھوں نے آپؐ کو بالمشافہ دیکھنے کی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔

(اس خوبصورت، پنجابی نعت کے خوبصورت اردو ترجمے کے لیے میں ریٹائرڈ ایڈیشنل

کشنر جناب الحاج چودھری علی محمد صاحب کا ممنون ہوں۔)

حضرت گولڑوی کی ولادت یکم رمضان المبارک ۱۲۷۴ھ بتائی جاتی ہے۔ وصال ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو ہوا۔ گولڑہ شریف نزد راولپنڈی/ اسلام آباد میں نہایت خوب صورت آپ کا روضہ مرجع خلائق ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث الاعظمؒ سے جاملتا ہے۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے بیعت اور انہی کے خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ اکبرؒ کے نظریہ وحدت الوجود پر آپ کو بڑا عبور حاصل تھا۔

۲۸۔ امیر الملت حافظ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کے خادم حاجی عبداللہ امرتسریؒ نے بیان کیا کہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی تھی۔ شاہ صاحبؒ حج کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ میں ہمرکاب تھا۔ آپ بمبئی سے جدہ پہنچ کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ ہمارا قیام مدینہ منورہ میں ایام حج تک رہا۔ یہاں سے واپسی کے وقت شاہ صاحبؒ مواجہہ شریف کے سامنے طلوع آفتاب کے بعد ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کر کے اجازتِ رُخصت کی استدعا کر رہے تھے کہ آپ کو عالم بیداری میں حضور رحمت دو عالم ﷺ کی زیارت مبارک کا شرف حاصل ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ "مولوی خیر المبین صاحب کو حیدر آباد دکن میں ہمارا اسلام پہنچا دو۔" اس حکم کی تعمیل میں شاہ صاحبؒ مناسک حج ادا کرنے کے فوراً بعد پہلے جہاز سے بمبئی تشریف لے گئے۔ وہاں سے حیدر آباد دکن جانے والی پہلی گاڑی میں سوار ہو کر حیدر آباد دکن پہنچے اور سٹیشن سے بذریعہ تانگہ مولوی صاحب موصوف کے مکان پر تشریف لے گئے۔ آپ نے مولوی صاحب کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور آپ کا یہ پہلا سفرِ دکن تھا جو حضرت اشرف الانبیاء ﷺ کے ارشاد مبارک کی تعمیل میں کیا تھا۔ آپ نے مولوی صاحب کے مکان پر دستک دی۔ ایک صاحب باہر آئے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ مولوی صاحب گھر میں تشریف رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ پھر انہوں نے آپ کو مولوی صاحب کے پاس پہنچا دیا۔ آپ نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ حضرت ختمی المرتبت ﷺ نے میرے مدینہ منورہ سے رُخصت کے وقت ارشاد فرمایا کہ "مولوی خیر المبین صاحب کو حیدر آباد دکن میں ہمارا اسلام پہنچا دو۔" یہ سنتے ہی مولوی صاحبؒ پر وجد طاری ہو گیا اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ جب بہت دیر بعد ہوش آیا تو اٹھ کر شاہ صاحبؒ سے معانقہ کیا۔

(تذکرہ شاہ جماعت صفحہ ۲۴۲ تا ۲۴۳)

حضرت مولانا خیر المبینؒ شیخ الشیوخ قطب الاقطاب حضرت مولانا الحاج محمد نعیم

صدیقی نقشبندی المعروف بہ مسکین شاہؒ کے خلیفہ اور اپنے وقت کے قطب تھے۔ شہر حیدر آباد دکن کے وسط میں مجالس وعظ و حلقہ ہائے ذکر منعقد کرنے کی غرض سے ایک وسیع وکشادہ مکان بنوایا تھا جو ''بنی خانہ'' کے نام سے مشہور تھا۔ اس عمارت کے ساتھ والے مکان میں مولوی صاحبؒ خود قیام پذیر تھے۔ اس مکان میں ۱۹۴۳ء سے پہلے کئی بار حضرت جماعت علی شاہؒ نے بھی قیام فرمایا۔

۲۹۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کو حضرت رحمت اللعالمین ﷺ سے جو عشق صادق تھا، اس کو اپنے اور بیگانے سب ہی جانتے اور مانتے ہیں لیکن بارگاہِ رسالت مآب علیٰ صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً میں آپ کی رسائی وباریابی اور زیارت باسعادت کے شرف کا علم کم لوگوں کو ہے۔ یہ سعادت نہ صرف آپ کو حاصل تھی بلکہ آپ کے حلقہ بگوشوں کو بھی حاصل تھی۔ انہوں نے جمال مصطفوی علیٰ صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً اپنی جاگتی آنکھوں سے دیکھا۔

حضرت امیر ملت نے خود اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ فقیر مصر کی راہ سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ بمبئی سے مصر تک وضو اور استنجاء کے لئے میٹھا پانی نہ ملا۔ سمندر کا کڑوا پانی مسلسل استعمال کرنے کی وجہ سے سرین اور رانوں میں زخم ہو گئے اور اوپر کی جلد اُتر کر اندر سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ خون کی وجہ سے کپڑے پلید ہو جاتے تھے۔ مدینہ منورہ میں دربار اقدس میں حاضری دینے کے قابل نہ تھا۔ یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ مجھ کو حاضری نصیب ہوئی، مگر بے وضو میں یہاں ٹھہر نہیں سکتا کہ یہ زخم ہر وقت جاری رہتا ہے۔ مجھے حضرت نبی القبلتین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ ان زخموں کو آب کوثر سے دھو ڈال (کوثر و حرم شریف کے اندر ایک چھوٹا سا کنواں جو بیر فاطمہ کے نام سے موجود تھا)۔ فقیر اُدھر گیا اور پانی پلانے والے سے ایک کوزہ لے لیا۔ پہلے تو یہ خیال آیا کہ یہ پانی متبرک ہے اور زخم غلیظ۔ پھر یہ خیال آیا کہ یہ تو میں حکماً کر رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے ذرا پرے ہٹ کر ایک ران پر ایک چلو اور دوسری پر بھی ایک چلو لیپ کر دیا اور نماز عشاء کے بعد گھر جا کر لیٹ گیا۔ فجر کو اٹھا تو زخم کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ بدن آئینہ کی طرح چمک رہا تھا۔ اس وقت سے آج تک ۶۲ سال ہوئے کوئی پھوڑا پھنسی ان اعضا میں نہیں نکلی۔

(تذکرہ شاہ جماعت تسوید وترتیب پیر سید حیدر حسین شاہ نبیرہ حضرت محدث علی پوریؒ صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۰۔ ملفوظات امیر ملت مطبوعہ حیدر آباد دکن صفحہ ۱۶)

نام جماعت علی، عرف حافظ جی لقب امیر الملت، والد حضرت سید کریم شاہؒ کے یہاں ۱۸۴۱ء میں آپ کی ولادت ہوئی اور وہیں علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں ۳۰ اگست ۱۹۵۱ء کو وصال فرمایا اور سنگ مرمر سے اپنی ہی تعمیر کی ہوئی "مسجد نور" کے جنوب میں دفن کیے گئے۔ آپ کا مزار مقدس مرجع خلائق ہے۔ نجیب الطرفین و صحیح النسب سید ہیں۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرمایا کرتے تھے کہ عشق رسول (ﷺ) میں شاہ صاحبؒ کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ سگان مدینہ والا واقعہ مولانا داؤد غزنویؒ نے بچشم خود دیکھا تھا اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اس کو اکثر بیان کرتے تھے۔ کثرت سے حج کیے۔ خطۂ حجاز سے آپ کو عشق کے درجے کی محبت تھی۔ اسلام کے فروغ اور عربوں کی خدمت میں دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ صاحب کشف و کرامات، مادر زاد ولی تھے۔ اپنے زمانے کے جید علماء سے تحصیل علم کیا۔ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ نے اپنی کلاہ مبارک آپ کے سر اقدس پر رکھ دی اور اپنا پس خوردہ پانی پلا کر بہت سے اوراد، وظائف اور سند حدیث کی اجازت دی۔ حضرت بابا فقیر محمد نقشبندی فاروقی آف چورہ شریفؒ نے آپ کو بیعت کرنے کے ساتھ سب کچھ عطا فرما دیا۔

۳۰۔ حضرت پیر سید جماعت علی محدث علی پوریؒ نے فرمایا کہ ۵۰ سال پہلے میرا ایک رفیق (پنجابی) رات کو حرم شریف میں شب باش ہوا۔ ترکوں کے زمانے میں رات کو حرم شریف کے اندر رہنے کی کسی کو اجازت نہ تھی، جب تک کہ شیخ الحرم اجازت نہ دیں۔ مجھے چار آدمی اپنے ساتھ رکھنے کی اجازت تھی۔ میرے ساتھ تین آدمی تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ چوتھا تو رہ جا۔ اس دن وہ روزے سے تھا۔ روزہ کھولنے کے بعد اس نے کھانا نہیں کھایا تھا اور عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد میرے ساتھ حرم شریف میں رہ گیا تھا۔ وہ اندر رات گزارنے کے بعد فجر کو میرے ڈیرے میں آکر کہنے لگا کہ رات کو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ پچھلی شب میں نے آنحضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے بھوک سے بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ اتنے میں سفید لباس والے ایک بزرگ تشریف لائے اور مجھے فرمایا کہ جھولی پھیلا۔ میں نے جھولی پھیلا دی تو انہوں نے میری جھولی میں کھجوریں جو سیر بھر ہوں گی، ڈال دیں۔ کہنے لگا میں نے پیٹ بھر کر کھا لیں۔ میں نے کہا کہ میرے لئے بھی دو چار کھجوریں رکھ لیتا۔ کہنے لگا کھا چکنے کے بعد خیال آیا۔ چشم دید واقعہ کا انکار کفر ہے۔ میں نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے دربار کی کھجوریں تجھے مبارک ہوں۔

(ملفوظات امیر ملت۔ مطبوعہ حیدر آباد دکن صفحہ ۱۶۔ تذکرہ شاہ جماعت صفحہ ۲۴۱ تا ۲۴۲)

۳۱۔ حاجی ذاکر علی صدیقی نقشبندیؒ خلیفہ مجاز حضور قبلہ عالم (حضرت پیر جماعت علی شاہؒ) نے بیان کیا کہ ہمارے ایک رشتہ دار شیخ رشید الدین صاحب روہتک کے محلّہ قلعہ میں رہتے تھے اور محکمہ انہار میں ہیڈ منشی تھے۔ پنشن لینے کے بعد حج کو گئے۔ مدینہ طیبہ میں حضور قبلہ عالمؒ سے شرف قدم بوسی حاصل ہوا۔ وہیں داخل سلسلہ ہو گئے۔ میرے اصرار پر یہ وعدہ لے کر کہ میری زندگی میں اس کا کسی سے ذکر نہ کرو گے، شیخ صاحب نے اپنا واقعہ سنایا کہ ۱۹۱۰ء میں مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی۔ اہلیہ میرے ہمراہ تھیں۔ ہم مدینہ طیبہ میں حضور قبلہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ترکوں کا زمانہ تھا۔ شیخ الحرم کی طرف سے حضور قبلہ عالمؒ کو چار یاران طریقت کے ساتھ حرم شریف میں رات بسر کرنے کی اجازت تھی۔ روزانہ حضور کے ساتھ چار آدمی جایا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے حضور سے خواہش ظاہر کی۔ فرمایا ایسی تیاری کرو کہ رات بھر وضو ساقط نہ ہو۔ اگلے دن میں نے روزہ رکھا اور رات کو حضور قبلہ عالمؒ کے ساتھ حرم شریف میں داخل ہوا۔ حضور مواجہہ شریف کے سامنے مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ میں بھی حضور کے پیچھے مراقب ہو گیا۔ جب تھک گیا تو نفل پڑھنے لگا۔ اس کے بعد تسبیح شروع کر دی۔ اس سے فارغ ہوا تو قبلہ عالمؒ بالکل ساکت نظر آئے حتیٰ کہ تنفس کی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اگر آج حضرت امام الانبیاء علیہ السلام کی زیارت مبارک نصیب نہ ہوئی تو پھر کب ہو گی؟ اس خیال کے آتے ہی حضور قبلہ عالمؒ کی پشت مبارک کی طرف آکر کھڑا ہو گیا اور اپنے عمر بھر کے گناہوں پر نادم ہوا۔ مجھ پر گریہ اور عجز وانکساری کی کیفیت طاری ہو گئی اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں اپنے شیخ کے وسیلے سے زیارت کا شرف عطا کئے جانے کی التجا کرنے لگا۔ بیقراری بڑھتی چلی گئی۔ میں وہاں سے ہٹ کر بابِ مجیدی کی طرف کھڑا ہو گیا اور بصد الحاح وزاری عرض کرنے لگا۔ پھر خیال آیا کہ حضور علیہ السلام کی زیارت تو مواجہہ شریف کے سامنے ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے پھر اپنے پیر و مرشد کی پشت مبارک کی طرف آ کھڑا ہوا اور گریہ وزاری میں مشغول ہو گیا۔ پھر اپنی معصیتوں کا خیال کر کے بابِ مجیدی کے سامنے چلا گیا۔ یہ عمل بے قراری میں سات مرتبہ ہوا۔ ساتویں مرتبہ میں بابِ مجیدی کے سامنے کھڑا تھا تو اچانک حضور، محبوبِ رب العالمین علیہ السلام جلوہ فرما ہوئے اور بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی آپؐ کی خدمت اقدس میں حلقہ بنائے، گردن جھکائے دم بخود بیٹھے تھے۔ یہ روح پرور، جانفزا نظارہ میں نے اپنی جاگتی آنکھوں سے ایک منٹ تک دیکھا۔ اس کے بعد یہ پرکیف سماں آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ مجھے اس

وقت جو رُوحانی انبساط اور قلبی سرور حاصل ہوا، اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ صبح حضور قبلہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بوسی کی تو آپ نے خود ہی فرمایا کہ بھئی مبارک ہو، کسی سے ذکر نہ کرنا۔ (تذکرہ شاہ جماعت صفحہ ۲۴۶ تا ۲۴۸)

۳۲۔ اویس زمانہ، حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ وصال سے دو روز قبل ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ خواب استراحت سے دفعتاً اٹھ بیٹھے اور فرمایا: یہ بہشت، یہ بہشت، یہ بہشت یہ بہشت اور چاروں سمت دست مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ حضرت رسول مقبول ﷺ تشریف لائے ہیں۔(تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ از مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صفحہ ۸۹۔ تواریخ نامہ)

آپ سندیلہ (یوپی، بھارت) اپنی ننھیال میں اور بقول بعض ملاواں ضلع ہردوئی (یوپی، بھارت) نزد گنج مراد آباد ۱۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد حضرت شاہ اہل اللہ نے جب آپ گیارہ بارہ برس کے تھے، رحلت فرمائی جس کی وجہ سے انتہائی غربت کا دور شروع ہوگیا۔ ماں بیٹا درختوں کے پتے اُبال کر کھا لیتے لیکن کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتے۔ اس پاک صاف غذا کا اثر یہ تھا کہ بچپن میں آپ کو کثرت سے سید الصابرین و سید الشاکرین حضرت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت بحالت خواب ہوتی تھی۔ نسباً صدیقی تھے۔ اپنے دور کے مشہور بزرگ اور عالم دین گزرے ہیں۔ حضرت شاہ محمد آفاقؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اکثر اوقات جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ فرماتے تھے کہ ننگے سر نماز مکروہ ہوتی ہے۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنی تفسیر معارف القرآن، جلد سوم صفحہ ۵۵۲ پر فرماتے ہیں۔ چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مطلوب نہیں بلکہ لباسِ زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے۔

خذوا زینتکم عند کل مسجد (سورۃ الاعراف آیت ۳۱ پارہ ۸)

اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا، مونڈھے، گھٹنے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح ایسے لباس میں بھی نماز مکروہ ہے جس کو پہن کر آدمی اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانا قابل شرم و عار سمجھے۔ جیسے صرف بنیان بغیر کرتے کے یا سر پر بجائے ٹوپی کے (کھجور کی ٹوپی) کوئی کپڑا یا چھوٹا دستی رومال باندھ لینا۔ جب کوئی سمجھدار آدمی اپنے دوستوں یا دوسروں کے سامنے اس ہیئت میں جانا پسند نہیں کرتا تو اللہ رب العالمین کے دربار میں جانا کیسے پسندیدہ ہو سکتا ہے؟ سر، مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز کا

مکروہ ہونا آیت قرآن کے لفظ زینت سے بھی مستفاد ہے اور حضرت رسول کریم ﷺ کی تصریحات سے بھی۔

اس آیت سے مساجد کے لئے اہتمام، پاک ستھرا اچھا لباس پہننا، خوشبو وغیرہ کا استعمال مطلوب ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ جب دنیا میں امراء و سلاطین کے دربار میں بغیر مناسب لباس کے حاضر نہیں ہوتے تو مسجد کہ خاص اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور نماز کے لئے خاص دربارِ الٰہی ہے، وہاں بغیر زینت اور پاکیزہ لباس کے حاضر ہونا بے ادبی ہے۔ نمازی حسب استطاعت اپنا پورا لباس پہنے جس میں ستر پوشی بھی ہو اور زینت بھی۔ فقہا نے لکھا ہے کہ جس لباس کو پہن کر لوگوں کے سامنے بازار میں جاتے شرم آئے، اس لباس سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(درس قرآن جلد چہارم صفحہ ۱۴۹ تا ۱۵۰ از الحاج مولانا محمد احمد صاحب)

ننگے سر رہنا یا کسی بڑے کے سامنے جاتے وقت ہیٹ اُتار لینا، انگریزی تہذیب کا حصہ ہے۔ یہ یہودیوں اور نصرانیوں کا طریقہ ہے اور اسلام میں سخت ناپسندیدہ ہے۔ عبادت اور نماز کے وقت مسلمان کے لئے سر ڈھکنا مثل ستر پوشی کے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہے۔ کوئی مسلمان پرانے بزرگوں کے سامنے ننگے سر چلا جاتا تھا تو وہ اسے اپنی توہین سمجھتے تھے، آنکھیں بند کر لیتے تھے اور اسے جاہل اور بد تہذیب قرار دیتے تھے۔ (مصنف)

نماز سے آپ کو عشق تھا۔ فرمایا جب سجدے میں جاتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا قدرت بوسے لے رہی ہے۔ فرمایا جنت میں حوریں ملیں گی تو ان سے کہہ دوں گا بیبیو! اگر نماز پڑھتی ہو تو میرے ساتھ رہو، ورنہ اپنا رستہ لو۔ میں تو قبر میں بھی نماز پڑھنا پسند کروں گا۔ فرمایا ہر قسم کے مریض کو الحمد شریف کبھی گڑ، کبھی پانی اور کبھی شکر پر دم کر کے دے دیا کرو۔ فرمایا جو تعویذ مانگے ہر کام کے لئے یہ لکھ کر دے دیا کرو: اللہ اللہ ربی لا اشرك به شیاءً۔ اللہ اللہ ربی لا اشرك به شیاءً۔ جو کوئی تمام مومنین اور مومنات کے لئے ہمیشہ مغفرت مانگا کرے جو مطلب رکھتا ہو، ہمیشہ پورا ہو جایا کرے اور مستجاب الدعوات ہو کر مرے۔ خوب اچھا کھاؤ پہنو، لوگ سمجھیں اسے اللہ سے کیا لگاؤ، مگر دل اس کی محبت سے معمور اور چور ہو۔

مجرب اور آسان استخارہ: دن یا رات میں تین یا سات مرتبہ الحمد شریف پڑھیں۔ شروع و آخر میں تین تین بار درود شریف پھر ۲۵ مرتبہ ”یا علیم علمنی یا خبیر اخبرنی“

پڑھیں۔ شروع و آخر میں تین تین بار درود شریف۔ پھر سو جائیں۔ انشاء اللہ مطلوب کو خواب میں دیکھیں گے۔ اگر کچھ نہ دیکھیں صرف روشنی اور سفیدی یا سبزی دیکھیں تو امر خیر ہے یا ہونے والا اور اگر سیاہی یا سرخی دیکھیں تو امر شر ہے۔ برا نہ ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی خواہش ہو تو اپنے اندر خلوص پیدا کرو۔ حضرت حسن رسول نماؒ گیارہ سو مرتبہ اللھم صلی علیٰ محمدٍ و عِترَتِہٖ بِعَدَدِ کلِ معلوم لکَ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور جس کو بتا دیتے اس کو بھی حضور ﷺ کی زیارت ہو جاتی تھی۔ میں بھی اس ورد کو جب موقع ملے دن میں گیارہ سو مرتبہ پڑھ لیا کرتا ہوں۔ (ارشاد رحمانی و فضل یزدانی، اسرار محبت از نواب نور الحسن خان، ارشاد رحمانی از مولانا سید محمد علی مونگیری، فضل رحمانی حصہ دوم از مولانا تجمل حسین بہاری، نزہتہ الخواطر جلد نمبر ۸ از مولانا حکیم سید عبدالحیؒ لکھنوی)

۳۳۔ ایک پیرزادے حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو شاہ صاحبؒ نے بے ہوشی کی وجہ دریافت فرمائی۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کے پاس حضرت محبوب کبریا، سردارِ ہر دوسرا، مکین گنبد خضرا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپؐ کا جمال و کمال دیکھ کر ضبط نہ کر سکا اور بے ہوش ہو گیا۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا بس ایک جھلک میں تمہارا یہ حال ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے شاہ صاحبؒ کو اکثر و بیشتر آپؐ کی زیارت بحالت بیداری نصیب تھی۔ (رفع الوسوستہ والاحتمال عن رویۃ النبی بعد الارتحال باہتمام ابوالحسنات قطب الدین احمد حکایت ۱۳ صفحہ ۶)

(بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب سلطان ذوالمنن ﷺ کی زیارت کوئی شخص اپنے سر کی آنکھوں سے بعالم بیداری کرے تو اسے صحابی قرار دیا جانا چاہیے، مگر نہیں وہ اس سعادت کے باوصف صحابہؓ کی صف میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ صحابیت کے لیے یہ شرط ہے کہ دیدار بعالم ملک نصیب ہوا ہو جبکہ آپؐ اب عالم ملکوت میں ہیں اور ہم عالم ملک میں پس اتحاد عالم نہ ہونے کی بنا پر ایسا شخص صحابی نہیں کہلایا جا سکتا)۔

۳۴۔ سید علی وفاؒ فرماتے ہیں کہ میں پانچ برس کا تھا اور ایک شخص کے پاس قرآن مجید پڑھتا تھا۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ اس شخص کے پاس حضرت سرکار مدینہ ﷺ سفید کرتہ پہنے جلوہ افروز ہیں اور میں نے یہ سر کی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: "پڑھ۔" پس میں نے آپؐ کو سورۃ والضحیٰ اور الم نشرح پڑھ کر سنائیں۔ پھر آپؐ غائب ہو گئے۔ جب میں ۲۱ برس کا ہوا تو شہر قرافہ میں نماز فجر کے لیے تکبیر کہہ چکا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپؐ نے سامنے تشریف لا کر مجھ سے مصافحہ فرمایا اور فرمایا: واما بنعمة

ربك فحدث۔ پس اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے خصوصی توفیق عطا فرمائی۔
(فتاویٰ ابن حجر مکی، فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۲۵۶)

۳۵۔ ایک روز ابراہیم لقانیؒ طلبا کو درس دے رہے تھے کہ علامہ حجازی واعظؒ اس طرف آنکلے اور مجلس درس کے قریب کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تشریف رکھیے یا تشریف لے جایئے۔ علامہ نے جواباً فرمایا: ذرا توقف فرمایئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ اے ابراہیم! جب میں آپ کی مجلس درس کی طرف آتا ہوں تو حضرت معلم انسانیت ﷺ کو کھڑے ہوئے تمہارا بیان سنتے پاتا ہوں۔ (خلاصۃ الاثر)

۳۶۔ ایک بزرگ ایک فقیہہ کی مجلس درس میں حاضر ہوئے۔ فقیہہ نے ایک حدیث پڑھی۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے۔ فقیہہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ تو ان بزرگ نے فرمایا کہ حضرت ہادی السبل، فخر الرسل ﷺ یہ تیرے سر کے پاس تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ بات نہیں کہی۔ بعدہ ان بزرگ نے اس فقیہہ کو بھی سیدنا احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کرا دی۔
(فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۲۵۴، فتاویٰ ابن حجر مکی)

۳۷۔ نشاط النساء بیگم مولانا حسرت موہانیؒ کی بیگم تھیں۔ ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئیں اور ۱۸ اپریل ۱۹۳۷ء کو وصال فرمایا۔ وصال سے چند ماہ قبل جسم کا نصف حصہ اسفل بالکل بے حس ہو گیا تھا اور نئی نئی تکالیف پیدا ہو گئی تھیں، مگر زبان سے اس کے سوا کہ "جو اللہ کی مرضی اور اس کی مصلحت کا تقاضا" کسی نے کبھی کوئی حرف شکایت نہ سنا۔ کبھی کبھی فرماتیں کہ جب بیماری میں تکلیف کی یہ شدت ہے تو افتراق جسم و جان کے وقت کیا حال ہو گا؟ وصال سے ایک روز قبل نماز فجر کے اول وقت ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہا کہ "اب مجھے کسی تکلیف کا اندیشہ نہیں اس لئے کہ ابھی ابھی حضرت نبی پاک ﷺ تشریف لائے تھے۔ میں نے آپ کا دامن تھام کر عرض کیا کہ مجھے مدینہ لے چلیئے۔ آپؐ نے فرمایا: "گھبراؤ نہیں ہم تم کو جلد بلالیں گے اور تکلیف جان کنی کے لئے فرمایا کہ ہم ذمہ دار ہیں، تم کو ایسی کوئی تکلیف نہ ہو گی۔" چنانچہ مجھے اب کوئی تکلیف نہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ الحمد للہ! نتیجہ اسی شکل میں ظاہر ہوا اور میرے سوا کسی کو آخر تک اس کا احساس نہ ہوا کہ ان کا خاتمہ اس درجہ قریب ہے۔ (حیاتِ بیگم حسرت موہانی)

۳۸۔ محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۷ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کو دہلی میں وصال فرمایا۔ حضرت رکن الدین سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی

اور جب نعش مبارک کو قبر میں اُتارا تو آپ نے وہاں حضرت محبوب رب العالمین ﷺ کو جلوہ گر دیکھا۔ اتنا اثر تھا کہ باہر تشریف لاتے ہی فرطِ تاثیر سے بے ہوش ہو گئے۔

(ہفتاد اولیاء از شاہ مراد سہروردیؒ صفحہ ۳۱۳)

۳۹۔ حضرت شیخ رکن الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ جو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے، کا مزار بھی اسی قبرستان میں ہے۔ ان کی نسبت مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے لیے اپنا روضہ خود اپنی زندگی میں تعمیر کرایا تھا اور اسی موقع پر ان کو حضرت آقائے نامدار، رسول غمگسار ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔ اس مقام کا نام ''رسول سر'' ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے۔ یہ مقام بہاولنگر میں ہے۔ چشتیاں سے پندرہ سولہ کوس جانب ریگستان ''رسول سر'' کا یہ قبرستان ہے، جہاں بڑے بڑے مقبول بزرگوں کے مزار ہیں۔ (ذکر کرام از محمد حفیظ الرحمٰن حفیظ بہاولپوری، صفحہ ۳۲)

۴۰۔ حضرت رسول نماؒ کا ایک مخلص میاں جمال خان تھا مدرسہ کا استاد۔ اکثر اوقات چادر اور تہبند میں بسر کرتا۔ اس کے رویا و مکاشفات کے واقعات کثرت سے ہیں۔ اس کا بھائی میاں ابراہیم خان بھی بہت مجاہدات و ریاضت کرتا اور طلباء و غربا کی خدمت بھی بہت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ موسم سرما آنے پر طلبا کے لئے شیروانیاں آئیں۔ ایک شیروانی بہت غلیظ اور ناکارہ تھی۔ کسی نے اس کو قبول نہ کیا۔ ابراہیم خان نے خاموشی سے اُسے لے کر پہن لیا۔ مرشد حضرت رسول نماؒ نے یہ دیکھ کر نہایت مسرت سے فرمایا: واہ واہ کیا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ یہ کلمات سن کر ابراہیم خان کی حالت متغیر ہو گئی۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہتا ہے کہ تم کمبلی پوش آقا ﷺ کا بیداری میں مشاہدہ کرو گے، اگر کسی سے ذکر نہ کیا تو اکثر اوقات یہ دولت بے بہا تم کو میسر رہے گی۔ جب بیدار ہوئے تو سچ مچ حضرت شہ کونین، صادق الامین ﷺ کے جمال باکمال کا دیدار میسر ہوا۔ سات روز تک برابر یہ سعادت حاصل رہی۔ آخر ضبط نہ ہو سکا اور شیخ محمد فیاض سے اس بات کا ذکر کر دیا۔ بس اسی وقت سے یہ دولت ختم ہو گئی۔ بہت افسوس کیا۔

(مناقب الحسن رسول نما اویسی دہلویؒ، صفحہ ۳۷۲)

۴۱۔ میاں علی خان حضرت رسول نماؒ کا قدیمی مخلص اور عقیدت مند تھا۔ صاحب مشاہدہ و مجاہدہ تھا۔ رات کو تھوڑی دیر سوتا اور تمام رات کشف و مشاہدہ میں گزرتی۔ رات دن میں ایک لمحہ ضائع نہ کرتا۔ ایک دن میاں جمال خاں نے جو اس کا شاگرد رشید تھا، کیفیت حال دریافت کی۔ بہت اصرار کے بعد کہا کہ کیا بیان کروں، اگر ایک دن کی کیفیت

ظاہر کر دوں تو ایک عالم انگشت بدنداں رہ جائے، کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ مجھے توحید الٰہی کے مناد حضرت پیغمبر عربی ﷺ کا دیدار میسر نہ ہو۔ ۱۰۹۰ھ میں پیٹ کی بیماری سے مرشد کی خدمت کے دوران جان دی۔ مرشد حضرت رسول نماؒ فرمایا کرتے تھے کہ میاں علی خان نے اپنی زندگی خوب بسر کی۔ دنیا کی لذتوں سے ہمیشہ کنارہ کش رہا اور انتقال کے بعد بھی اکثر میرے پاس حاضر ہوتا ہے اور دروازے تک میرے ساتھ چلا آتا ہے۔

(مناقب الحسن رسول نما اویسی دہلویؒ، صفحہ ۳۶۸)

۴۲۔ اوائل ایام میں ایک دن مرزا بیگ گکھڑ حضرت رسول نماؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت ایک مطرب خوش الحال گا رہا تھا اور آپ پر شدت وجد و شوق سے گریہ طاری تھا۔ مرزا نے آپ کے اس فعل کو نقص کی علامت خیال کیا اور کہا:

ع گریہ زخامی کند بر سر آتش کباب

(کباب کا آگ پر چڑھ کر رونا اس کی خامی کی علامت ہے)۔

آپ کو کشف سے یہ بات معلوم ہو گئی۔ آپ نے چپکے سے اس کے کان میں کچھ کہہ دیا جس سے اس کے آنسو جاری ہو گئے اور روتے روتے وہ زمین پر لوٹنے لگا۔ جب شام کا وقت ہوا، اس سے فرمایا: اٹھو وضو کر کے نماز پڑھو۔ وضو کر لیا تو فرمایا امامت کراؤ۔ جب وہ نماز کی نیت باندھنے لگا تو اس نے دیکھا کہ حضرت ہادی اکبر، علمبردارِ حق ﷺ تشریف لے آئے ہیں اور نماز کی امامت فرماتے ہیں (تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے)۔ اس سے دریافت فرمایا کہ نماز میں تم نے کیونکر اعتدال اور توسط سے کام لیا؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت سید المرسلین ﷺ بذات خود تشریف لے آئے تھے اور آپ ﷺ ہی نے امامت فرمائی تھی، میری حیثیت تو مقتدی کی تھی۔ حضرت رسول نماؒ کا یہ بہت بڑا تصرف تھا اور یہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں شیخ علی بن ہیتی (متوفی ۵۶۰ھ بعمر ۱۲۰ سال۔ عراق کے مشائخ کبار سے تھے) کو ذاتِ بابرکات، سید موجودات ﷺ کا دیدار نصیب ہوا تھا۔

(مناقب الحسن رسول نماؒ ۱۴۸ تا ۱۴۹)

۴۳۔ حضور رسالت پناہ ﷺ نے بعض لوگوں کو خواب میں اور بعض کو بحالت بیداری مکاشفہ کے طور پر اپنا جمال مبارک دکھا کر فرمایا کہ "خبردار! اس شخص (مراد حضرت رسول نماؒ) کے حق میں زبان طعن دراز نہ کرنا، نہیں تو خراب ہو جاؤ گے۔"

(مناقب الحسن رسول نما اویسی دہلویؒ صفحہ ۷۰ یعنی ترجمہ فوائح العرفان موئفہ سید محمد ہاشم خلیفہ سید

حسن رسول نماؒ دہلویؒ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)

حضرت رسول نماؒ کے والد ماجد شاہ محمد مقیم، ضلع ساہیوال کے رہنے والے تھے۔ آپ سید عثمان نارنولی کی اولاد سے تھے۔ حضرت رسول نماؒ تمام عمر پہاڑ گنج، دہلی باغ کلالی میں رہے اور وہیں ۱۱۰۳ھ / ۱۶۹۲ء میں وصال فرمایا اور دفن ہوئے۔ آپ کو "رسول نماؒ" کے معزز لقب سے اس لئے یاد کیا جاتا ہے کہ آپ نہایت پابندی اور توجہ کے ساتھ ہر روز گیارہ سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھتے تھے: **اللهم صلی علی محمد و عترته بعدد کل معلوم لك** جس کی وجہ سے آپ کے اندر یہ وصف پیدا ہوگیا تھا کہ جس کو چاہتے حضرت رسول کریم ﷺ کی زیارت کرا دیتے تھے اور خود تو حضوریوں میں سے تھے کہ ہر وقت آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے تھے۔ اس درود شریف کو اسی طرح پڑھنے کی آپ کی جانب سے عام اجازت ہے۔

۴۴۔ حاجی سید محمد انور دیو بندیؒ، حضرت حاجی سید محمد عابد دیوبندی مہتمم اول دارالعلوم دیوبند (یوپی، بھارت) کے رشتہ دار اور خلیفہ تھے۔ ۱۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ بمطابق ۱۹ نومبر ۱۸۹۴ء وصال فرمایا۔ سرائے پیرزادگان دیوبند میں مزار ہے۔ حج سے واپس آنے کے بعد ان پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ جس سے لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ مجنون ہوگئے۔ اپنی چیزیں لوگوں کو مفت دے ڈالتے۔ کھانے بکثرت پکوا کر تقسیم عام کر دیتے اور ہر وقت ایک سکر کی سی کیفیت طاری رہتی۔ اسی زمانے میں حاجی سید عابدؒ دیوبند تشریف لائے تو حاجی سید محمد انور نے خلوت میں ان سے فرمایا کہ آپ سے ایک بات کہتا ہوں جو میں نے اب تک کسی پر ظاہر نہیں کی ہے۔ آپ بھی میری زندگی میں یہ بات کسی پر ظاہر نہ کریں۔ بات یہ ہے کہ میں نے حرم شریف میں بعض انبیاء علیہم السلام کی بیداری میں زیارت کی ہے۔ میری جو موجودہ حالت ہے، یہ ان ہی انبیاء علیہم السلام کی نظر کا اثر ہے۔ (اشرف السوانح صفحہ ۱۴۹ تا ۱۵۱ باب دوازدھم)

۴۵۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانؒ نے جب دوسری مرتبہ زیارت نبی ﷺ کے لئے مدینہ طیبہ حاضری دی تو شوقِ دیدار میں مواجہہ شریف میں درود شریف پڑھتے رہے۔ یقین تھا کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور عزت افزائی فرمائیں گے اور بالمواجہہ شرف زیارت حاصل ہوگا، لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا تو آپ نے ایک نعت کہی، جس کا مطلع ہے:

؎ وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں　　تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

یہ نعت شریف مواجہہ اقدس (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) میں عرض کر کے انتظار

میں مؤدب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اُٹھی اور اپنے آقا و مولیٰ سید عالم ﷺ تسلیماً کثیراً کثیراً کو بیداری کی حالت میں اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور زیارت مقدس کی اس خصوصی دولت کبریٰ و نعمت عظمیٰ سے شرف یاب ہوئے۔ (حیات اعلیٰ حضرتؒ صفحہ ۴۴، سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلویؒ از علامہ بدرالدین احمد رضوی قادری صفحہ ۲۹۰)

اعلیٰ حضرتؒ کا خاندان اصل میں دلی کا قدیمی خاندان تھا اور آپ کے پردادا محمد سعادت علی خان صاحبؒ کی وفات تک یہ سارا خاندان کبھی دلی سے باہر نہیں گیا تھا۔ آپ ۱۰ شوال ۱۲۸۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۶۵ء بروز اتوار بوقت ظہر شہر بانس بریلی (یوپی، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ صرف ۱۴ برس کی عمر میں علوم دینیہ و عقلیہ کی تکمیل کر کے سند فراغ حاصل کی۔ پچاس فنون پر آپ نے کتابیں لکھیں۔ آپ کے والد ماجد مولینا نقی علی خانؒ اور دادا حضرت مولینا رضا علی خانؒ نے آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ آپ کی تمام شاعری نعت رسول مقبول ﷺ کے لئے ہے اور کمال ادب و تعظیم کا شاہکار ہے۔ حقیقی معنی میں آپ شیفتۂ رسول تھے۔ مخالفین بھی جس کے قائل ہیں۔ ۲۵ صفر ۱۳۳۹ ہجری بمطابق ۱۹۲۱ء بروز جمعتہ المبارک وصال فرمایا۔ بریلی میں آپ کا روضہ مرجع خلائق ہے۔

۴۶۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ محمد پسروریؒ جنہوں نے حضرت صدیق زماں خواجہ محمد صدیق (حضرت مولانا ہادی پاکؒ) آلو مہار شریف (ضلع سیالکوٹ) کو باطنی تربیت دی تھی اور ان کے ظاہری علوم کے استاد بھی تھے، سیالکوٹ جا رہے تھے اور ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی خواجہ محمد صدیقؒ ان کے ہمراہ تھے۔ سواری کے لئے صرف ایک گھوڑی تھی جس پر شہر سے رُخصت ہوتے وقت شاہ صاحبؒ سوار ہو گئے اور چونکہ کئی صاحبان کچھ فاصلے تک شاہ صاحبؒ کو چھوڑنے آئے تھے اس لئے صدیق صاحبؒ کو پاپیادہ آگے آگے جانے کو کہا اور دل میں یہ طے کر لیا کہ شہر سے باہر نکل کر ان کو بھی گھوڑی پر سوار کر لوں گا۔ آپ کو شاہ صاحبؒ کا فرمان شاق گزرا، پھر بھی آگے آگے چلنے لگے مگر روتے جاتے تھے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ پیچھے ایک پالکی چلی آ رہی ہے۔ پالکی جب قریب پہنچی تو اس میں ایک ایسے بزرگ قبلہ رُو بیٹھے نظر آئے، جن کے چہرہ انور پر بوجہ نور نظر نہ جمتی تھی اور پالکی کے چاروں پائے ایسے چار اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین اٹھائے ہوئے تھے، جن کے رُخ ہائے جمال نہایت تابندہ تھے۔ آپ نے پالکی اور اصحاب کو دیکھ کر رونا بند کر دیا کہ اتنے میں اندر والے بزرگ نے اپنا دستِ مبارک دراز فرما کر آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: ”آؤ صدیق۔“ ان چار اصحاب میں سے ایک بزرگ

نے عرض کیا کہ میں بھی صدیق ہوں اور یہ بھی صدیق ہیں۔ اس پر ان بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ ''تم اپنے زمانہ کے صدیق تھے اور یہ اپنے زمانہ کے صدیق ہیں۔'' آپ پالکی کے ہمراہ کچھ دُور چلے۔ پالکی کی رفتار تیز تھی اور آپ کو کچھ ہوش باقی نہ تھا۔ آپ رُخِ انور کی تابش اور اس قدر تیز چلنے کی وجہ سے بالکل ازخود رفتہ ہو چکے تھے۔ پالکی دفعتاً رُک گئی اور ان بزرگ نے آپ کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے آپ کی تسلی وتشفی فرمائی۔ پالکی پھر آگے بڑھ گئی، آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور گرتے ہی ناک و منہ سے خون جاری ہو گیا۔ شاہ صاحبؒ کو احباب سے رُخصت ہونے میں دیر لگ گئی۔ سڑک کے دونوں طرف خواجہ صدیقؒ کی تلاش میں شاہ صاحبؒ نے نگاہ دوڑائی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ دل ہی دل میں افسوس کر رہے تھے کہ اسی وقت کیوں نہ سوار کر لیا۔ سارا راستہ اسی جستجو میں طے ہو گیا۔ جب آلو مہار کے قریب اس مقام پر پہنچے جہاں سے سیالکوٹ کی سڑک کو پگڈنڈی جاتی ہے تو دیکھا کہ حضرت خواجہ محمد صدیقؒ سڑک کے بیچ میں بے ہوش پڑے ہیں اور ناک و منہ سے خون جاری ہے۔ یہ دیکھ کر شاہ صاحبؒ پریشان ہو گئے۔ ان کو گھوڑے پر ڈال کر مکان پر پہنچے اور ہوش میں لانے کی تدبیر کی۔ کچھ دیر بعد جب ہوش میں آئے تو شاہ صاحبؒ نے اتنی جلدی چلے آنے اور بے ہوش ہونے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے رُکتے رُکتے جو واقعہ پیش آیا تھا، سنا دیا۔ شاہ صاحبؒ کو جب یہ علم ہوا کہ حضرت فخر کونین ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ کی اعانت کو تشریف لائے تھے اور اپنی زیارت و محبت و بشارتِ صدیقیت سے نواز گئے ہیں تو شاہ صاحبؒ پر بہت اثر ہوا اور اس واقعہ کے بعد سے آپ کی اور بھی زیادہ تواضع و دلداری کرنے لگے۔

(تذکرہ صدیق زماں حضرت خواجہ محمد صدیق قدس سرہ۔ صفحہ ۲۶ تا ۲۷، رویائے صالحہ صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۸)

۴۷۔ حکیم صوفی محمد طفیل صاحب متمکن چیچہ وطنی نہایت صادق القول، متقی و پرہیز گار بزرگ ہیں۔ انہوں نے یہ واقعہ مصنف کتاب ہذا کے مرشد گرامی استاذ الکل، سند الوقت حضرت مولانا محمد رسول خاں صاحب قدس سرہ، کو سنایا تھا اور ان سے مجھے معلوم ہوا۔ سو فیصد درست اور قطعاً قابلِ اعتماد ہے۔

صوفی صاحب کے یہ دوست گزشتہ بارہ برس سے درود شریف پڑھ رہے تھے مگر شہنشاہ کونین، مصدر قرآن، نبی ذیشان ﷺ کی زیارت نہ ہوتی تھی۔ قسیم حوض کوثر علیہ الصلوٰۃ والثناء والسلام سے بدرجۂ عشق محبت تھی۔ بہت جتن کئے مگر گوہر مراد ہاتھ نہ آیا اور یقین ہو گیا کہ خالق کائنات کے منظورِ نظر، برج نبوت کے قمر ﷺ ضرور ان سے ناراض

ہیں۔ یہ خیال آتے ہی کہا کہ پھر ایسی زندگی سے کیا حاصل اور خودکشی کے لئے ایک درخت پر چڑھ گئے۔ رسی کا پھندا گلے میں ڈالا اور دوسرا درخت کی ایک مضبوط ٹہنی سے باندھ کر کود گئے۔ درخت سے لٹکے ابھی تڑپ ہی رہے تھے کہ طبیب عاصیاں، حامی دل خستگاں، محبوبِ رب دوجہاں ﷺ نے بہ نفس نفیس تشریف لا کر ان کو کمر سے پکڑ لیا، رسی فوراً ٹوٹ گئی اور خواب میں دیدار کے خوش بخت تمنائی کو بہ حالت بیداری سر کی آنکھوں سے شرفِ زیارت حاصل ہوگیا، مگر تاب دیدار نہ لاتے ہوئے گر کر بے ہوش ہوگئے۔ دو تین دن بعد جب ہوش آیا تو اس نوجوان زمیندار کی حالت ہی کچھ اور ہو چکی تھی۔ دل سے دنیا کی محبت سرد پڑ چکی تھی۔ مجذوبانہ کیفیت طاری تھی، اسی حالت میں وطن سے غائب ہوگئے۔ لوگ کبھی ان کو مساجد میں اور کبھی ویرانوں میں دیکھتے۔ یہاں تک کہ قریب بارہ سال ہوئے چند سال زندہ رہ کر جنت الفردوس کو سدھار گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (یہ غیر مطبوعہ واقعہ میں نے ۱۹۶۸ء میں کسی وقت سنا تھا)۔

۴۸۔ اسم گرامی ابوالقاسم اور لقب نورالحق تھا۔ آپ پورے سندھ میں "حضرت نقشبند صاحب" کے نام سے مشہور تھے۔ وصال ۷ شعبان ۱۱۳۸ھ کو ہوا۔ مزار قبرستان مکلی (یہ ٹھٹھہ کا وہ مشہور قبرستان ہے جس میں سندھ کے جلیل القدر علماء، عظیم المرتبت صوفیا، بلند پایہ شعرا، بے مثل مفکرین، متعدد فرمانروایان سندھ اور مختلف اہل کمال و دانش محو استراحت ہیں) میں ہے۔ خانقاہ کے جس حجرے میں آپ کا قیام تھا وہ "حجرہ حضوری" کہلاتا ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک رات عشاء کے بعد آپ کے حجرے سے دو آدمیوں کے آہستہ آہستہ باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ خانقاہ کے درویشوں نے یہ سمجھا کہ شاید شہر کے عمائدین میں سے کوئی آیا ہے جس سے آپ باتیں کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آپ حجرے سے برآمد ہوئے اور تازہ وضو کیا اور خانقاہ کے ایک درویش سے فرمایا کہ حجرے میں سے ہماری دستار لاؤ۔ وہ دستار لینے اندر گیا تو حیرت زدہ رہ گیا، کیونکہ وہاں کوئی دوسرا آدمی موجود نہ تھا۔ کچھ دن بعد اس خادم نے اس روز کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ سرخیل پیغمبراں عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تھے۔ اس وقت سے آپ کے حجرے کا نام "حجرۂ حضوری" ہوا۔

(تذکرۂ صوفیائے سندھ از اعجاز الحق قدوسی، صفحہ ۶۰)

۴۹۔ حضرت سائیں توکل شاہ صاحبؒ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا خواجہ محبوب عالم شاہ سیدویؒ شب معراج بڑے احترام والتزام اور عقیدت سے مناتے تھے۔ اہل ذوق

کا مجمع ہوتا تھا۔ آپ سبز دستار باندھ کر منبر پر تشریف رکھتے اور معراج شریف کا واقعہ نہایت محبوبانہ انداز میں بیان فرماتے۔ جوں جوں رات گزرتی ذکر معراج شریف شباب پر آتا جاتا۔ یوں معلوم ہوتا کہ خواجہ صاحبؒ اور مدینہ والی سرکار ﷺ کے درمیان حجابات اٹھ چکے ہیں اور حضور سرور کونین، اشرف الحقائق، معدن الدقائق، طور التجلیات ﷺ یہیں تشریف لے آئے ہیں۔ حضرت خواجہ محبوب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے ایک خادم خاص میاں برکت علی قریشی سکنہ چونڈہ دیوی (ضلع امرتسر) ایک ایسی ہی محفل میں موجود تھے۔ دوران وعظ ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا ''وہ'' یہ کہنے ہی پائے تھے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے منع فرمادیا۔ صبح دریافت کیا کہ بابا رات کیا بات تھی؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے یہ دیکھا کہ حضرت فخر موجودات ﷺ ایک تخت پر رونق افروز ہیں اور اپنے بازو آپ کے گلے میں ڈالے ہوئے فرمارہے ہیں کہ ''آپ جو بیان کر رہے ہیں، بالکل صحیح ہے۔'' بے ساختہ میری زبان سے نکلا۔ ''وہ'' پھر آپ نے منع فرما دیا۔ فرمایا کہ بابا یہ تو عرصہ دراز سے اصدق الصادقین، سرکار عرش وقار ﷺ کے ساتھ اپنا معاملہ ہے، میں نے کبھی ظاہر نہ کیا، سالک کو بھی ایسا بے حوصلہ نہیں ہونا چاہیے۔ غرض خواجہ صاحبؒ کو اس شب سے خاص مناسبت تھی۔ اکثر فرماتے کہ اس محفل کی شمولیت تمام سال کی حاضری کے مانند ہے۔ (شبِ حسین برعرش بریں المعروف بہ اسرارِ جمیل الی رب العالمین مصنفہ حضرت مولانا و مرشدنا خواجہ محبوب عالم شاہ سیدویؒ صفحہ ۹ تا ۱۰)

ہر کہ عشق مصطفےٰؐ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشہ دامانِ اوست

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ رات کی تنہائی میں بعد تہجد، اس شعر کا ورد اکثر فرماتے تھے:

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من سر من پیدا مکن

۵۰۔ ابوالحسنات قطب الدین احمدؒ کے بھانجے حاجی محمد احسنؒ ایک مرتبہ ۱۳۱۳ھ ۱۸۹۶ء میں شب شہادت محرم الحرام کی دس تاریخ بعد نماز عشاء درود شریف وغیرہ معمول کے مطابق پڑھ رہے تھے کہ دفعتاً انہوں نے دیکھا کہ حضور پرنور، شافع یوم النشور ﷺ وشرف وکرم صحن مکان میں رونق افروز ہیں اور یمین و یسار خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ایستادہ ہیں اور کنار مبارک پر امامین الشہیدین حضرات حسنین رضی اللہ

تعالیٰ عنہا اور خاتون جنت سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف فرما ہیں۔ اس مشاہدے سے حاجی صاحبؒ دیر تک عالم بے خودی میں رہے۔ (رفع الوسوسۃ والاحتمال عن رویۃ النبی بعد الارتحال با اہتمام ابو لحسنات قطب الدین احمد۔ حکایت ۱۵ صفحہ ۶)

۵۱۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے کہ ان کے استاد حضرت مولانا قلندر صاحبؒ جو جلال آباد (یوپی، بھارت) میں رہتے تھے۔ وہ صاحب حضوری تھے یعنی ان کو روزانہ حضرت محسن انسانیت ﷺ کی خواب میں زیارت ہوتی تھی۔ حضرت مولانا قلندر صاحبؒ جب مدینہ شریف جارہے تھے تو کسی غلطی پر اپنے حمال کو جو ایک نوجوان شخص تھا، تھپڑ مار دیا۔ بس اسی روز سے زیارت بند ہوگئی۔ انہیں اس کا بڑا غم ہوا۔ اس غم کو وہی جانتا ہے جس کو کچھ ملا ہو اور پھر لے لیا جائے، جس کو کچھ ملا ہی نہ ہو وہ کیا جانے؟ اسی غم میں مدینہ طیبہ پہنچے۔ وہاں کے مشائخ سے رجوع کیا مگر سب نے کہا کہ ہمارے بس کی بات نہیں، البتہ ایک مجذوب عورت کبھی کبھی روضہ اطہر علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کی زیارت کے لئے آتی ہے۔ وہ برابر ٹکٹکی لگائے دیکھتی رہتی ہے۔ وہ کبھی آئے اور توجہ کرے تو ان شاءاللہ پھر زیارت نصیب ہو جائے گی۔ وہ اس مجذوبہ کے منتظر رہے۔ ایک دن وہ بی بی آئیں۔ ان سے انہوں نے عرض کیا تو انہیں ایک جوش آیا اور اس جوش میں انہوں نے روضہ اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہا "شف ھذا رسول اللہ ﷺ۔" انہوں نے جو اس وقت نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ غرض بہ عالم بیداری آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس کے بعد وہی کیفیت حضوری کی جو جاتی رہی تھی، پھر حاصل ہوگئی۔ گو تھپڑ مارنے کے بعد مولانا نے اس سے معافی مانگ لی تھی اور اس نے معاف بھی کر دیا تھا، لیکن پھر بھی اس حرکت کا یہ وبال ہوا۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ وہ لڑکا سید زادہ تھا۔ (ملفوظات ہفتم مولانا اشرف علی تھانویؒ صفحہ ۲۵۹ تا ۲۶۰، امداد المشتاق از مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۱۰۰)

۵۲۔ بعالم بیداری ۲۷ شب رمضان المبارک کو دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑی سنگِ مرمر کی دیوار ہے اور اس میں بہت سی محرابیں بنی ہوئی ہیں۔ ایک بہت بڑی محراب ہے، چونکہ میرے سامنے ہے اور اس کی شکل یہ ہے "عرش [اللہ] معلیٰ" یہ دو سفید دریں اور عرش معلیٰ اس طرح لکھا ہوا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں نمازی موجود ہیں۔ بندہ اگلی صف میں کھڑا ہے اور حضرت محمد عربی پیغمبر ﷺ امامت فرما رہے ہیں۔ اس وقت کسی نے آپ کا نام لے کر کہا کہ مولینا اشرف علی تھانوی بھی اس جگہ موجود ہیں۔ یہ سب

کیفیت عشاء کی نماز پڑھتے ہوئے معلوم ہوئی اور یہ کوئی خواب نہیں ہے۔
(علی محمد ٹیلر ماسٹر ساکن ضلع انبالہ مقیم کانگر دل، اصدق الرویا حصہ دوم بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ)

۵۳۔ دیوان محمد یٰسین صاحب دیوبندی مرحوم، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (دیوبند) کے خدام میں سے تھے۔ نہایت دردناک آواز میں ذکر کرتے اور بہت رُلاتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں چھتہ کی مسجد میں شمالی گنبد کے نیچے ذکر جہر میں مشغول تھا۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ مسجد کے صحن میں شمالی جانب مراقب اور متوجہ تھے اور توجہ کا رُخ میرے ہی قلب کی جانب تھا۔ اسی اثنا میں مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور میں نے بحالت ذکر دیکھا کہ مسجد کی چار دیواری تو موجود ہے مگر چھت اور گنبد کچھ نہیں ہے بلکہ ایک عظیم الشان نور اور روشنی ہے جو آسمان تک فضا میں پھیلی ہوئی ہے۔ یکایک میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت اُتر رہا ہے اور اس پر حضرت ہادی اعظم، منتہی الغین، ابدالآبدین و دہر الداہرین ﷺ تشریف فرما ہیں اور خلفا اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہر چہار کونوں پر موجود ہیں۔ وہ تخت اُترتے اُترتے بالکل میرے قریب آکر مسجد میں ٹھہر گیا اور حضرت امام الانبیاء ﷺ نے خلفاءؓ میں سے ایک سے فرمایا کہ "بھائی ذرا مولانا محمد قاسم کو بلالو۔" وہ تشریف لے گئے اور مولاناؒ کے ہمراہ آئے۔ افضل الانبیاء و امام الملائکہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا کہ "مولانا! مدرسہ کا حساب لائیے۔" عرض کیا حاضر ہے اور یہ کہہ کر حساب بتانا شروع کر دیا اور ایک ایک پائی کا حساب دیا۔ حضرت افضل المخلوقات، آفتاب فضل و کمال ﷺ کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا: "اچھا مولانا! ہم کو اب اجازت ہے۔" مولانا نے عرض کیا جو مرضی مبارک ہو۔ اس کے بعد وہ تخت آسمان کی طرف عروج کرتا ہوا نظروں سے غائب ہو گیا۔
(حکایات اولیاء جمع کردہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ صفحہ ۴۴۵ تا ۴۴۶)

۵۴۔ حضرت مولانا شاہ گل حسن قلندر پانی پتیؒ مؤلف "تذکرہ غوثیہ" نے حضرت مولانا سید غوث علی شاہ قلندر قادری پانی پتیؒ کے اشارے پر قصیدہ بردہ یاد کیا۔ اس کو خاص طریقے سے پڑھنے کی برکت سے آپ کو کئی مرتبہ سلطان دارین، امام العادلین، آفتاب حق نما ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ جناب سرکار عرش وقار علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے فراق میں دریا و صحرا اور کوہ و بیاباں طے کرتا ہوا ایک ریگستان میں پہنچا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ریت پر تڑپ رہا ہوں کہ ناگاہ محبوب کبریا، رسول دو جہاں ﷺ ایک جماعت کثیر کے ہمراہ تشریف لائے اور میرے سر کو اٹھا کر

اپنے زانوئے مبارک پر رکھ لیا اور ردائے مبارک سے گرد و غبار میرے چہرے کا صاف کیا۔ میں ہوش میں آیا اور آپؒ کو دیکھا تو رو کر عرض کیا کہ میری فریاد رسی فرمایئے۔ اس پر آپؒ نے فرمایا: ''بیٹا گھبراؤ مت، اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے گا اور تمہارے سارے مقاصد حاصل ہو جائیں گے، ابھی وقت نہیں آیا کچھ عرصہ بعد منزل مقصود کو پہنچو گے۔'' اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ ایک ایسی کیفیت طاری تھی جو عبارت میں نہیں آسکتی۔ خواب شاہ صاحبؒ کو سنایا تو فرمایا: مبارک ہو، یہ حال تو ہم پر بھی نہیں گزرا، تم کو حج بھی نصیب ہو گا اور مدینہ منورہ میں تم اپنی ان آنکھوں سے حبیب حق قبلۂ دل و جان، کعبہ دین و ایمان ﷺ کو دیکھو گے اور اس خواب کی واردات تم پر بیداری میں گزرے گی مگر تم پہچانو گے نہیں۔

کچھ عرصہ بعد حج بیت اللہ کے لئے گیا۔ بیت اللہ شریف کی زیارت اور اتمام حج کے بعد مدینہ منورہ کو قافلہ چلا تو میرے دل میں خیال آیا کہ مدینۃ الرسول (زادھا اللہ شرفا وکرامۃ) کی زیارت کو سوار ہو کر جانا تو بے ادبی ہے، پاپیادہ جانا چاہیے چنانچہ پیدل روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں ایک پھوڑا پیر میں نکل آیا اور تمام ٹانگ سوج گئی۔ چلنا دُوبھر ہو گیا۔ درد کی شدت نے بے تاب کر دیا۔ ایک ریگستان میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو خیال گزرا کہ بس اب تیری مدت حیات پوری ہو چکی۔ افسوس کہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت بھی نصیب نہ ہو سکی۔ آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ اسی حال میں تھا کہ گوشۂ بیاباں سے غبار بلند ہوا اور ایک جماعت نمودار ہوئی جو وردیاں پہنے ہتھیار لگائے گھوڑوں پر سوار تھی۔ سردار نے میرے پاس آکر فرمایا: ''یا شیخ قم قافلہ راح۔'' میں نے جواب دیا: ''یا سیدی انا مریض فی مرض شدید و داء کثیر۔'' یہ بات سن کر وہ گھوڑے سے اُترے اور میرے سر کو زانو پر رکھ کر ایک رومال سے میرے چہرے کے گرد و غبار کو صاف کیا اور فرمایا ''فاین مرضك'' میں نے پھوڑے کی جانب اشارہ کیا کہ ''شف ھٰذا'' آپ نے میری پوری ٹانگ پر ہاتھ پھیرا، معاً درد موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد بہت تسلی وتشفی کے الفاظ فرمائے اور ایک قافلہ سوار کو حکم دیا کہ تم اس کو قافلے میں پہنچا دو اور فلاں شخص کو تاکید کر دو کہ باآرام تمام مدینہ لے جائے۔ وہ ناقہ سوار صبا رفتار مجھ کو لے چلا۔ راہ میں بار بار کہتا: یا شیخ! میرے لئے دعا کرو۔ آخر کار قافلہ میں جا ملا اور مجھے ایک اونٹ پر سوار کر کے نہ معلوم کدھر گیا۔ اہل قافلہ نے میری نہایت خاطر مدارات کی۔ میں سمجھا یہ سامان اسی سردار کا ہے جس کے حکم سے میری خاطرداری

ہو رہی ہے۔ جب قافلہ منزل پر پہنچا تو ایک عمدہ خیمہ نصب کیا گیا اور سب سامان اس میں لگا دیا گیا۔ میں سردار کا منتظر رہا مگر وہ نہ آیا اور خیمہ خالی پڑا رہا۔ تب میں نے مہتمم کاروبار سے دریافت کیا مگر اس نے کچھ نہ بتایا۔ تیسرے روز قافلہ مدینہ شریف پہنچ گیا۔ اس نے مجھے شہر کے باہر اُتار دیا اور پھر اس کا پتہ نہ چلا کہ کہاں گیا۔ جب میں مدینہ طیبہ پہنچ گیا تب مجھے اپنا خواب یاد آیا جو حضرت غوث علی شاہ قلندرؒ کے سامنے سنایا تھا۔ کفِ افسوس مل کر رہ گیا۔ اب کیا ہوتا ہے (تذکرہ غوثیہ صفحہ ۴۷۲ تا ۴۷۳) حضرت سید غوث علی شاہ قلندرؒ بروز جمعہ، ماہ رمضان المبارک ۱۲۱۹ھ میں پیدا ہوئے اور شب دوشنبہ ۲۶ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ بمقام پانی پت وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۵۵۔ انگریزی حکومت نے اس جرم میں مولانا محمد علی جوہرؔ کو سزا دی تھی کہ وہ اپنے ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے تھے اور حکومت وقت کی نگاہ میں بے حد خطرناک تھے۔ مولانا جوہرؔ کو بیجاپور جیل میں ایک روز دوپہر کے وقت بحالت نیم بیداری ایک دُھندلا سا پرتو جمال تاجدار مدینہ ﷺ نظر آیا تھا، اللہ اکبر۔ جس جمال کی زیارت خواب میں نظر آنا بڑے بڑے خوش نصیب اپنی خوش نصیبی سمجھیں، اس کے دیدار سے بیداری میں مشرف ہونے کی خوش بختی کو کن الفاظ میں ظاہر کیا جائے۔ ہوشیار ہوتے ہی مولانا جوہرؔ نے دو رکعت نماز بطور شکرانہ ادا کرنے کے بعد حسب ذیل اشعار موزوں فرمائے۔

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
ہر آن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے
ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہیں مداراتیں
کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے ہر رات یہی باتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجیں ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

(''محمد علی'' ذاتی ڈائری کے چند اوراق از مولانا عبد الماجد دریابادیؒ صفحہ ۳۵۔ گنجینہ جوہر

از دوست قدوائی۔ صفحہ ۲۱ تا ۲۷ سے ماخوذ)

مولانا جوہر خود کو حضرت رسول اللہ ﷺ کی محبت میں فنا کر چکے تھے۔ علی گڑھ اور آکسفورڈ کے اس گریجویٹ کی زبان پر آخر زمانہ میں قرآن پاک کی ربانی آیات کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ آباؤ اجداد بجنور (یوپی، بھارت) کے رہنے والے تھے۔ والد مولانا عبدالعلی خان، ریاست رام پور میں ممتاز عہدے پر فائز تھے۔ مولانا دسمبر ۱۸۷۸ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ دو سال کے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ آزادی ہند کی تاریخ آپ کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ گول میز کانفرنس لندن میں اپنی تقاریر سے ہندو اور انگریز کے چھکے چھڑا دیئے اور فرمایا میں یہاں قوم کی آزادی طلب کرنے آیا ہوں اور آزادی لے کر ہی جاؤں گا ورنہ غلام ملک میں واپس نہ جاؤں گا۔ رئیس حریت مولانا محمد علی جوہرؒ نے اپنا قول سچ کر دکھایا اور ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو لندن میں رحلت فرمائی اور ۲۳ جنوری کو جامعہ مسجد سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بیت المقدس) میں آغوشِ لحد کے سپرد کر دیئے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یورپ کے سیاست دان کہتے تھے کہ محمد علی کے پاس نپولین کا دل، برک کی زبان اور میکالے کا قلم ہے اور وہ عالم انسانیت کا زبردست پیشوا ہے۔ سچ کہا ہے کسی نے ؎

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لئے

۵۶۔ حضرت سید احمد میاںؒ نے فرمایا کہ ہمارے ایک پیر بھائی تھے، ان کو بخار آیا اور چند دن بعد اُتر گیا لیکن ان کی صورت اور کیفیت جو بیماری کی تھی، جاری رہی۔ طبیب حیران ہو کر ان سے استفسار کرتا لیکن وہ کچھ نہ کہتے یہاں تک کہ چھ ماہ اسی طرح گزر گئے۔ طبیب نے جب بہت اصرار کیا تو کہا: میں کیا کروں حضرت محبوب دو عالم علیہ الصلوٰۃ والثنا والتسلیم عیادت کو تشریف لایا کرتے ہیں اس لئے بیمار بنا رہتا ہوں۔
(کتاب شہرہ آفاق صفحہ ۸۴ از نور الحسن)

حضرت شاہ محمد آفاق سے بیعت تھے۔ حضرت شاہ محمد آفاقؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی نسل سے تھے۔ اپنے دور کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ پیروی سنت کو نہایت درجہ مدِ نظر رکھتے تھے۔ مسکینی و شکستگی بدرجہ کمال حاصل تھی۔ آپ نے ۷ محرم الحرام ۱۲۵۱ھ کو وصال فرمایا اور مغلپورہ (دہلی) میں دفن کیے گئے (تذکرۂ اولیائے دہلی صفحہ ۱۳۵ از سعید احمد) حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی آپ کے اجل خلیفہ تھے۔

۵۷۔ قطب ربانی امام شعرانیؒ ''میزان'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ سید محمد بن زینؒ ایک مداحِ حضرت رسول اللہ ﷺ کے تھے اور اکثر بحالت بیداری آپؐ کی زیارت کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے ان سے اپنے لئے حاکم کی سفارش چاہی۔ یہ گئے اور حاکم نے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ اسی دن سے زیارت منقطع ہوگئی۔ پھر وہ ہمیشہ مداح میں سوال کرتے رہے کہ مجھے اپنے جلوے سے مشرف فرمایئے مگر کامیاب نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک خاص شعر پڑھا تب آپ کو دور سے کچھ دکھائی دیئے اور فرمایا: ''تو سوال دیدار کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں کی مسند پر۔'' ہمیں خبر نہیں کہ پھر ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر آئے ہوں، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا۔

(البراہین القاطعہ از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، صفحہ ۲۲۲)

۵۸۔ حضرت فقیر نور محمدؒ نے ''عرفان'' حصہ اول میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے عالم واقعہ میں دیکھا کہ ایک بہت بڑی کچی مسجد ہے جس میں سیدنا مطہر الجنان ﷺ امامت فرما رہے ہیں اور چند انبیاء علیہم السلام اور اصحابِ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپؐ کے پیچھے مقتدی بن کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ اس نماز میں ایسی لذت ہے کہ ہم سب انتہائی وجد و سرور میں ہیں۔ جب آپؐ نماز پڑھا چکے تو آپؐ نے ہمارے موجودہ طریقہ کے خلاف دائیں بائیں پھر کر نہیں، بلکہ اسی طرح بدستور قبلہ رُخ کئے ہوئے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور جب آپؐ دعا سے فارغ ہو چکے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! اس جماعت میں صرف چند انبیاء علیہم السلام ہیں۔ آپؐ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے۔ پس آپؐ نے دوبارہ اپنے دست مبارک دُعا کے لئے اُٹھا دیئے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میں مسجد کے باہر والے چبوترے پر قبلہ رُخ کھڑا ہوں اور دائیں سے تمام انبیاء علیہم السلام ایک قطار بنا کر میری جانب تشریف لا رہے ہیں اور مجھ سے مصافحہ کر کے گزر رہے ہیں۔ اس طرح میں نے ہر نبی علیہ السلام کو حضرت شافع محشر، آفتاب فضل وکمال ﷺ کے طفیل قدرت کی الگ الگ شان، آن اور اپنی اپنی صفت کے علیحدہ علیحدہ رنگ اور حسن واعمال کی جدا جدا چال اور حال میں دیکھا۔

(حیات سروری از فقیر عبدالحمید سروری خلف وجانشین حضرت فقیر نور محمدؒ صفحہ ۷۹ تا ۸۰)

۵۹۔ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی (ہری پور ہزارہ سے تقریباً ایک میل دور چھوہر شریف ایک سرسبز وشاداب گاؤں ہے)۔ آپ کے وجود مبارک میں اللہ تعالیٰ کے

عشق کی آگ ہر وقت بھڑکتی رہتی تھی۔ عالم یہ تھا کہ سینے پر سات زخم ہو گئے تھے جن پر روزانہ ہلدی کو گھی میں تل کر زخموں پر لگایا جاتا تھا اور عبادت کا یہ عالم تھا کہ برف باری کے ایام میں عشاء کی نماز کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے۔ منبع صدق وصفا، تاجدار ھل اتی ﷺ کی حضوری کی یہ کیفیت تھی کہ چونکہ اُمی تھے، جب کوئی آپ سے مسئلہ دریافت کیا جاتا اگر معلوم ہوتا بتا دیتے ورنہ فرماتے صبر کرو، حضور ﷺ سے دریافت کر کے جواب دوں گا۔ نہ آنکھیں بند کرتے نہ ہی مراقب ہوتے اور تھوڑی دیر بعد فرماتے کہ حضور بے نواؤں اور غریبوں کے حبیب ﷺ سے یہ مسئلہ دریافت کرلیا ہے، ایسا ایسا ہے۔ بعمر ۸۰ سال بروز شنبہ بعد نماز مغرب یکم ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ بمقام چھوہر شریف وصال فرمایا۔ مصنف کتاب ہذا نے جب حاضری دی تو روضہ زیر تعمیر تھا۔ سننے میں آیا تھا کہ صدر ایوب کے بیٹے اختر ایوب بنوا رہے ہیں۔ (واللہ اعلم) قریب ہی رحمانیہ مدرسہ ہے جو آپ اپنی زندگی میں قائم کر گئے تھے۔ آپ کے بیٹے اور سجادہ نشین جناب محمود الرحمٰن ہیں۔ (تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول از محمد امیر شاہ قادری صاحب۔ صفحہ ۱۸۴)

۶۰۔ حضرت شاہ ضیاء النبی مجددیؒ کا جس قدر اقتدار بڑھا، اسی قدر فروتنی زیادہ ہوتی گئی۔ ایک روز ہاتھی پر سوار جا رہے تھے کسی شخص نے جلد باندھنے کو کہا۔ ہاتھی روک کر کتاب لے لی۔ مرض الموت میں طاقت نشست و برخاست نہ رہی تھی۔ ایک روز یکایک پلنگ سے اُتر کر نیچے باادب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ حضرت دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تھے اور اس پلنگ کو قیام سے مشرف فرمایا تھا۔ توشک اور چادر تبرکاً رکھوا دی۔ وہ توشک اور چادر آپ کی اولادوں میں برابر موجود چلی آتی ہے۔ اس واقعہ کے سترہ روز بعد ۱۲۱۵ھ میں رام پور (یوپی، بھارت) میں وصال فرمایا۔ بڑے پیر صاحب کے جھنڈے پر متصل والان مسجد جانب جنوب خطیرہ میں دفن ہیں۔ آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد سے تھے۔ (تذکرہ کاملان رام پور صفحہ ۱۷۸)

۶۱۔ حافظ عنایت اللہؒ نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد حافظ ارشاد حسینؒ نے نواب کلب علی، والی ریاست رام پور کے ساتھ پہلی مرتبہ سفر حج کا ارادہ فرمایا تو مجھے بھی بے اختیار شوق ہوا۔ حضرتؒ سے عرض کیا تو فرمایا کہ والد صاحب سے اجازت لے لو۔ والد صاحب اجازت نہ دیتے تھے۔ غرض عجب کشمکش میں وقت گذر رہا تھا کہ ایک روز سیدنا النبی الامی العربی والقرشی الہاشمی ﷺ کی طرف رجوع ہو کر بہت الحاح و زاری کی۔ جب حضرت مرشد کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے محلہ چاہ شور جانے کا اتفاق ہوا تو دیکھا کہ

حضرت پیر و مرشد کی خانقاہ شریف کے قریب حضور انور، سرورِ دنیا و دین ﷺ تشریف فرما ہیں۔ یہ دیکھ کر یقین ہو گیا کہ مجھے اب ضرور جانا ہو گا۔ چنانچہ دوسرے روز علی الصبح خود بخود والد ماجد نے تین سو روپیہ دے کر اجازت مرحمت فرما دی۔

(مقامات ارشادیہ و مناقب عنائتیہ، صفحہ ۳۸۳)

۶۲۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز نے ۱۸۵۷ء/۱۲۷۳ھ میں ہندوستان سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کو جائے قیام بنایا۔ اکثر حرم اطہر (علیٰ صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) میں مستغرق و مراقب رہتے تھے۔ ادباً خائف و ترساں روضہ اطہر (علیٰ صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) سے کچھ فاصلہ پر بیٹھتے اور زائرین کے شور و غل مچانے پر یکدم کانپ اٹھتے اور نہایت آہستہ آواز میں یوں فرماتے: صاحبو! شور نہ کرو، دیکھو حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف رکھتے ہیں۔ یہیں آپ درس بھی دیتے اور حدیث شریف پڑھاتے تھے۔ آخر جوارِ رسول ﷺ میں بتاریخ ۶ محرم الحرام ۱۲۹۶ھ بعمر ۶۰ سال وصال فرمایا اور جنت البقیع میں قبہ عثمانی کے متصل مدفون ہوئے۔ شاہ صاحب ۲۵ شعبان المعظم ۱۲۳۵ھ کو مراد آباد (یوپی، بھارت) میں پیدا ہوئے تھے۔ والد بزرگوار کا اسم گرامی شیخ ابوسعیدؒ تھا۔ آپ نے حضرت شاہ عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلویؒ سے استفادہ فرمایا کیونکہ ظاہری و باطنی علم کے لئے دہلی آنا جانا رہتا تھا۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا قاسم نانوتویؒ آپ کے شاگرد تھے اور آپ خود حضرت شاہ اسحاق مہاجر مکیؒ کے شاگرد تھے۔

(تذکرۃ الرشید صفحہ ۲۸ تا ۲۹۔ تذکرۃ الخلیل از مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی)

۶۳۔ والی ریاست ٹونک نواب وزیر الدولہ نے ''وصایا'' میں لکھا ہے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو حرم شریف کے پاس روضۂ مقدس (علیٰ صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) کے سامنے قیام کیا۔ جس روز پہنچے اسی روز رات کو سخت بخار آ گیا۔ بیدار ہونے پر اپنے مسکن کی کھڑکی میں روضۂ اطہر کے سامنے بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپؐ کے اُمتیوں میں سے شیخ غلام علی الہ آبادی نے قرآن مجید کا ایک نسخہ بھیجا ہے کہ روضہ پاک پر تلاوت میں رہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہاں بہت سے قرآن مجید موجود ہیں، مگر کوئی پڑھنے والا نہیں۔ اگر آپؐ اجازت مرحمت فرمائیں تو یہ نسخہ حرم پاک کے خدام میں سے الماس کو دے دوں، جو اسے باقاعدہ پڑھتا رہے گا۔ یہ اجازت مل گئی۔

(وصایا حصہ اول، صفحہ ۲۹ تا ۳۰)

۶۴۔ رمضان المبارک ۱۲۲۲ھ کی ۲۱ تاریخ کو حضرت سید احمد شہیدؒ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ لیلۃ القدر کب آئے گی؟ رات بھر عبادت گزاری معمول تھا۔ استفسار سے مقصود غالباً یہ تھا کہ اس رات جاگنے کا خاص انتظام کیا جائے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا: فرزند عزیز! شب بیداری کا معمول جاری رکھو۔ یہ بھی واضح رہے کہ محض جاگتے رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ پاسبان ساری رات آنکھوں میں گزار دیتے ہیں مگر انہیں فیض آسمانی کب نصیب ہوتا ہے۔ خدائے برتر کا فضل شامل حال ہونا چاہیے۔ نصیبہ یاوری کرے تو انسان کو سوتے سے جگا کر دامنِ طلب برکات کے موتیوں سے بھر دیا جاتا ہے۔

سید صاحبؒ قیام گاہ پر چلے گئے۔ ۲۷ رمضان المبارک ۱۲۲۲ھ بمطابق ۲۸ نومبر ۱۸۰۷ء کو عشاء کے بعد بے اختیار نیند آگئی۔ رات کا ایک حصہ باقی تھا کہ اچانک کسی نے جگایا۔ اُٹھے تو دیکھا کہ دائیں بائیں حضرت رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں اور زبانِ مبارک پر یہ کلمات جاری ہیں: ''احمد! اُٹھ اور غسل کر، آج شب قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو اور قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دُعا و مناجات کر۔'' اس کے بعد یہ دونوں بزرگ تشریف لے گئے۔ سید صاحبؒ کا قیام اکبر آبادی مسجد دہلی میں تھا۔ دوڑ کر مسجد کے حوض کی طرف گئے اور باوجودیکہ سردی سے حوض کا پانی برف ہو رہا تھا، اس سے غسل کیا اور کپڑے بدل کر عبادت میں مشغول ہو گئے۔ سید صاحبؒ نے بارہا فرمایا کہ اس رات مجھ پر افضال الٰہی کی عجیب بارش ہوئی اور حیرت انگیز واردات روح افروز ہوئے۔ بصیرت باطنی اس طرح روشن ہو گئی کہ تمام درخت، پتھر اور دنیا کی ہر چیز سجدے میں تھی اور تسبیح و تحلیل میں مشغول مگر ظاہری آنکھوں سے اپنی اپنی جگہ کھڑی معلوم ہوتی تھی۔ صبح کو اذان تک یہی کیفیت رہی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ عالم غیب کا معاملہ تھا یا عالم شہادت کا یعنی عالم رویا میں سب کچھ پیش آیا یا عالم اجسام میں۔ صبح میں نے شاہ صاحبؒ سے حال بیان کیا۔ آپ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج کی رات تم اپنی مراد کو پہنچے۔ اس وقت سے ترقیات و علو درجات کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ (سیرت سید احمد شہیدؒ از مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ صفحہ ۷۲ تا ۷۳، مخزن احمدی از مولانا سید محمد علی، سوانح احمدی از مولانا محمد جعفر تھانیسری، سوانح حیات سید احمد شہیدؒ از مولانا غلام رسول مہر صفحہ ۷۸ تا ۷۹)

حضرت سید احمد شہیدؒ یکم محرم ۱۲۰۱ھ بمطابق ۲۴ اکتوبر ۱۷۸۶ء کو بمقام تکیہ

متصل رائے بریلی (یوپی، بھارت) میں سادات کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پہلی مرتبہ مسلمانانِ ہند کو دوسری قوموں کے مقابلے میں من حیث الجماعت جمع کیا اور اس کے ایک طبقے کو مذہبی آزادی دلانے کے لئے جان تک قربان کر دی۔ ۲۲ برس کی عمر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ سکھوں کے مظالم کی وجہ سے شاہ صاحبؒ خود ان کے خلاف جہاد کے متمنی تھے مگر ضعف پیری کی وجہ سے مجبور تھے۔ چنانچہ جب سید صاحبؒ دہلی سے بیعت کے لیے دورہ پر نکلے تو شاہ صاحبؒ نے اپنا سیاہ عمامہ اور سفید قبا اپنے دست مبارک سے سید صاحبؒ کو پہنا کر رخصت کیا۔ آپ چھ سال تک متواتر جہاد کرتے رہے اور نمایاں کامیابیاں حاصل کیں، مگر بعد میں اپنوں ہی کی غداری اور انگریزوں و سکھوں کی مسلسل سازشوں کی بنا پر کامیابیاں سست پڑ گئیں اور اپنوں کی غداریوں کی بنا پر ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء عین نماز جمعہ کے وقت بمقام بالاکوٹ (ضلع ہزارہ) مع حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ و دیگر رفقاء شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تمام عمر قبر پرستی کے خلاف جہاد کرنے میں صرف ہوئی مگر بالاکوٹ میں ان کی قبر پر لوگ نسوار چڑھاتے اور منتیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ اسی طرح امام تیمیہؒ کی تمام عمر پیر پرستی کے خلاف گزری مگر آج دمشق میں ان کا مزار مرادیں مانگنے والوں کی بہت بڑی زیارت گاہ ہے۔ معلوم ہوا کہ مصلحین کا کام کس قدر مشکل ہے اور عوام کو مسلسل تعلیم و تربیت کی کتنی ضرورت ہے۔ (موج کوثر از شیخ محمد اکرم صفحہ ۳۷)

حضرت سید احمد شہیدؒ کی شہادت کے سلسلے میں مجھے (مصنف کتاب ہذا) کچھ تاریخی واقعات کا علم ہوا ہے جو ہدیہ ناظرین ہیں:

۱۶ مئی ۱۹۶۷ء کو میں ایبٹ آباد میں ڈاکٹر شیر بہادر خاں صاحب سے ملا۔ آپ نہایت دین دار، علم دوست اور جہاندیدہ بزرگ بھی ہیں۔ گزشتہ ۲۷ سال سے تاریخ ضلع ہزارہ کے واسطے مواد جمع کر رہے ہیں۔ آپ کو اسی زمانے میں فارسی کا ایک قلمی مسودہ ملا، جس کو کسی سکھ نے لکھا ہے اور اس میں حضرت سید احمد شہیدؒ کی جماعت کے ساتھ سکھوں کی آخری لڑائی اور سید صاحبؒ کی شہادت کا حال ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہ مسودہ کسی صاحب کو لاہور بھیج چکے ہیں۔ مجھ سے زبانی گفتگو ہوئی۔ فرمایا کہ عرصہ ہوا حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ لاہور سے بالاکوٹ تشریف لائے تھے۔ سید صاحبؒ کی قبر پر مراقب ہو کر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ اس میں دفن نہیں ہیں، حالانکہ صوبہ سرحد

کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ آپ کا جسم بغیر سر کے یہیں دفن ہے۔ اس قلمی تاریخ میں تحریر ہے کہ شیر سنگھ نے جو اس زمانے میں اس علاقہ کا گورنر تھا، جب دیکھا کہ ایک جگہ شہیدوں کی لاشوں کا ٹیلہ سا بن گیا ہے تو اسے شک گزرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سید صاحبؒ کی نعش بھی انہی میں موجود ہو۔ واقعہ بھی یہی تھا کہ سید صاحبؒ کی شہادت کے بعد آپ کی نعش کو چھپانے کے لیے آپ کے ڈیڑھ دو سو ساتھی اس مقام پر آپ پر پروانہ وار نثار ہو گئے تھے۔ (غالباً ساتھیوں کو خدشہ تھا کہ اگر سکھ سید صاحبؒ کی نعش پالیں گے تو اس کی بے حرمتی کریں گے)۔ لاشیں جو ہٹائی گئیں تو سب سے نیچے ایک نعش ملی جس کا سر نہ تھا۔ سید صاحبؒ کا ایک معتقد آپ کا سر کاٹ کر بغل میں چھپائے چلا جا رہا تھا کہ اس کو بھی ایک گولی لگی اور اس نے برابر کے کھیت میں یہ سر پھینک دیا۔ شیر سنگھ نے بغیر سر کی اس نعش کی شناخت کرائی تو کچھ پتہ نہ چل سکا، البتہ ایک شخص جس نے سید صاحبؒ کو بہت قریب سے دیکھا تھا اس نے کہا کہ ان کے پیروں کی تمام انگلیوں کے ناخن بہت نمایاں اور ٹیڑھے میڑھے تھے۔ اس نعش میں بھی ناخنوں کا یہی حال تھا۔ پھر سر لانے والے کے لیے انعام کا اعلان کیا۔ ایک شخص نے سر لا کر دیا اور انعام حاصل کر لیا۔ سر اسی دھڑ کا تھا۔ جسم سے ملاتے ہی سید صاحب کی نعش مکمل ہو گئی، جس کو سب نے دیکھا اور تصدیق کی۔ شیر سنگھ نے اپنا قیمتی دوشالہ اس پر ڈال دیا اور نہایت احترام کے ساتھ اسی جگہ اُنہیں دفن کر کے چلا گیا۔ دوسرے دن چند شیطان قسم کے سکھوں نے یہ سوچ کر کہ اس شخص کی جس نے ہم کو بہت ستایا ہے، لوگ اب اور زیادہ عزت کریں گے، ان کا جسم قبر سے نکال کر قبر کا نام و نشان مٹا دیا اور دریائے کنہار جو برابر بہتا ہے، اس میں ان کے جسم کے ٹکڑے کر کے بہا دیئے جن میں سر بھی شامل تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ سید صاحبؒ کا سر دریائے کنہار کے کنارے بالاکوٹ سے بارہ میل دُور گڑھی حبیب اللہ میں دفن ہے۔ یہ بالکل درست ہے۔ اسی طرح بالاکوٹ میں دریائے کنہار کے کنارے حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی قبر بھی درست ہے۔ اس کی تصدیق مولانا لاہوریؒ بھی مراقب ہو کر کر چکے ہیں۔ میں نے یہ نوٹس اسی زمانہ میں تیار کیے تھے۔ الحمد للہ! ان تینوں مقامات پر حاضری دینے کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔

۶۵۔ حاجی ڈاکٹر نواب الدینؒ، ضلع امرتسر کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے اور قریب ۸۵ برس کی عمر پا کر ۲ دسمبر ۱۹۷۲ء کو لاہور میں وصال فرمایا۔ آپ وٹرنری سرجن تھے۔ طالب علمی کے دوران ہی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہ

سے بیعت ہوگئے تھے۔ میاں صاحبؒ نے آپ کو ایک وظیفہ اور درود شریف پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، جس کی وجہ سے آپ پر اس زمانہ میں جذب کی سی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ایک رات باغبانپورہ، لاہور کی ایک مسجد میں بعد نماز عشاء چاندنی رات میں نہایت ذوق و شوق اور انہماک سے درود شریف پڑھنے میں مشغول تھے کہ دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت حبیب کردگار، سرخیل مرسلین ﷺ مع چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تشریف لائے ہیں۔ بحالت بیداری آپ نے اپنی مبارک آنکھوں سے ان بزرگوں کی زیارت کی۔ مصنف کتاب ہذا نے اس واقعہ کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے جناب چودھری مظفرحسین سے رجوع کیا تو وہ اس سے زیادہ نہ بتا سکے کہ والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت خوبصورت تھے، لیکن چہرے پر ہلکے چیچک کے سے داغ تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھوں کی اُنگلیاں پیچھے سے موٹی اور آگے سے پتلی مخروطی تھیں۔ یہ واقعہ غیر مطبوعہ ہے۔ ماہنامہ ''سلسبیل'' لاہور کے سیرت مصطفیٰ نمبر (اکتوبر ۱۹۸۱ء) کے صفحہ ۳۷ پر ڈاکٹر صاحبؒ کی بابت یہ تحریر ہے کہ آپ کا روزانہ تین ہزار بار درود شریف پڑھنے کا معمول تھا، جس پر آپ زندگی کی آخری رات تک کاربند رہے۔ اس کی برکت سے آپ روزانہ مجموعہ حسنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوتے تھے۔ یہ راز زندگی کے آخری ایام میں فاش ہوا۔ جب آپ عالم اضطراب میں بار بار فرماتے تھے کہ جب سے میرے بستر کے ساتھ پیشاب وغیرہ کے برتن رکھ دیئے گئے ہیں، طہارت کا پہلا سا معیار نہیں رہا۔ میں حضور سید البشر، ہادی اکبر ﷺ کی زیارت سے محروم ہوگیا ہوں، ورنہ یہ دولت بیدار مجھے ہر شب حاصل تھی۔ آپ درودِ خضری کا ان الفاظ میں ورد فرمایا کرتے تھے: صلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ وسلم۔ یہ مختصر مگر نہایت جامع اور کامل درود شریف ہے۔ میاں صاحب شرقپوریؒ اپنے متوسلین کو اسی درود شریف کے ورد کی تلقین فرماتے تھے۔

۶۶۔ کتاب ''لطائف سیریہ'' سے حضرت سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوریؒ بیان کرتے ہیں کہ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے مریدوں میں سے ایک شخص حج کے لیے گیا۔ اونٹ پر سوار تھا۔ جب میدانِ عرفات میں پہنچا تو وہاں حضرت مہارویؒ کو تلاش کرنے گیا کہ اس نے سنا تھا کہ وہ زمانۂ حج میں عرفات کے میدان میں حج کے لئے جاتے ہیں۔ ناگاہ اس کی نظر حضرت مہارویؒ پر پڑی۔ دیکھا کہ ایک بزرگ برقعہ پوش آگے

آگے جارہے ہیں۔ وہ مرید اُونٹ سے اُترا، قدم بوسی کی اور دریافت کیا کہ یہ برقع پوش کون بزرگ ہیں؟ فرمایا یہ حضرت رسول عربی ﷺ ہیں۔ اس مرید نے عرض کیا کہ میری جانب سے التماس کیجئے کہ مجھے بھی اپنا جمال جہاں آرا دکھائیں۔ وہ کہتا ہے بموجب استدعا حضرت مہارویؒ، حضرت نبی عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا نقاب اُٹھالیا۔ میں نے دیکھا کہ پیشانی مبارک آفتاب کی طرح درخشاں ہے۔ ابرو مبارک کے بال یاقوت کی طرح چمکدار اور دندانِ مبارک سفید تھے۔ دوسرے آثار ایسے تھے جو حد بیان سے باہر ہیں۔ پھر مجھ سے حضرت مہارویؒ نے فرمایا کہ جلد اپنے مقام کو واپس چلا جا کہ یہ مقامِ خوف ہے۔ پس میں نے قدم چومے اور اپنے اونٹ کی طرف آیا۔ تاریخ، مہینہ، دن اور وقت نوٹ کرلیا۔ جب ہندوستان واپس آیا اور موضع کچی متصل بہاولپور پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مہارویؒ اس وقت اس دن ایک خاص جگہ سو رہے تھے۔

("ذکر حبیب" از ملک محمد دین ایڈیٹر رسالہ "صوفی" منڈی بہاؤالدین، صفحہ ۳۷۶)

۶۷۔ کتاب "لطائف سیریہ" سے حضرت سید غلام حیدر علی شاہ جلالپوریؒ نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے مریدوں میں سے ایک مرید کہ واصل باللہ تھا، حج کے لئے گیا اور وہاں سے مدینہ منورہ گیا۔ رات کے وقت جب لوگوں کو حرم شریف سے نکال کر حرم شریف کے دروازوں میں قفل لگادیئے جاتے ہیں، یہ مرید نخیل کے پاس چھپ گیا۔ آدھی رات کے بعد روضہ اطہر (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاما) کا دروازہ کھلا۔ دو نقاب پوش حرم شریف میں ٹہلتے ہوئے اس نخیل کے پاس آئے۔ ایک نے کہا کہ آدمی کی خوشبو آتی ہے اور لوٹ گیا۔ جب دوسرا نزدیک آیا تو مرید جست لگا کر اس کے قدموں پر گر پڑا۔ وہ حضرت نبی الوری سرور کائنات ﷺ تھے۔ فرمایا: "اے شخص! تیرا پیر خوش تھا" یعنی حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ "جب تو واپس جائے تو ہمارا سلام ان سے کہنا۔" جو برقع پوش علیحدہ ہوگیا، وہ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ (ذکر حبیب صفحہ ۳۷۶)

حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی محفل میں ایک دن علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تصانیف کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں ہر روز عالم بیداری میں خاور حجاز کے رخشندہ آفتاب حضرت سرور دو عالم ﷺ کی زیارت ہوتی تھی اور وہ نماز فجر کے بعد خلوت سے اس وقت تک باہر نہ آتے تھے جب تک کہ انہیں یہ نعمت حاصل نہ ہو جاتی تھی۔ پھر فرمایا کہ اب بھی ایسے اشخاص موجود ہیں، لیکن لوگ ایسے واقعات کے منکر

ہو چکے ہیں۔ (خلاصۃ الفوائد مرتبہ حکیم محمد عمر ترجمہ از محمد بشیر اختر صفحہ ۴۶ تا ۴۷)

آپ ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ھ کو بستی چوٹھالہ (مہار شریف) میں پیدا ہوئے اور مہار شریف ہی میں ۳ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ کو وصال فرمایا۔ نعش مبارک موضع تاج سرور (چشتیاں) لے جائی گئی، جہاں آپ کا روضہ ہے۔ آپ کا اصل نام بابل یا ببل تھا جسے آپ کے مرشد حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں چشتی دہلویؒ نے نور محمد کر دیا تھا۔ پہلے قرآن پاک حفظ کیا، پھر لاہور سے دہلی جا کر تحصیل علم کے بعد حضرت مولانا فخر الدینؒ سے بیعت ہوئے اور خلیفہ اعظم قرار دیئے گئے۔ بعدہٗ عرفان باطنی سے مالا مال ہو کر مہار شریف (پاک پتن سے ۳۵ کوس جانب مغرب واقع ہے) تشریف لائے۔ بکثرت لوگ آپ کے فیض سے مشرف ہوئے۔ آپ کے بہت سے خلفاء تھے۔ جن سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ خطہ پنجاب میں خوب پھیلا۔

۶۸۔ ۱۱۴۳ھ میں جب کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عمر ۳۰ سال تھی، آپ عازمِ حجاز ہوئے۔ جب مدینہ منورہ کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو اس عرصے میں حضرت سید البشر علیہ افضل الصلوٰت واتم التحیات کے روضہ منورہ کی طرف متوجہ رہتے تھے اور بڑے بڑے فیض حاصل کئے۔ ان کی شرح اور تفصیل میں شاہ صاحبؒ نے ایک مستقل کتاب ''فیوض الحرمین'' ارقام فرمائی۔ شاہ صاحبؒ پر کیا کیا نوازشیں ہوئیں، ان کی تفصیل اس کتاب میں پڑھیئے۔

ایک جگہ فرمایا کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے خود سلوک کا راستہ طے کرایا اور اپنے دست مبارک سے میری تربیت فرمائی اس لئے میں آپؐ کا اویسی ہوں اور آپؐ کا بلاواسطہ شاگرد ہوں۔ یہ سرفرازی بھی نصیب ہوئی کہ خود سیدنا ختمی مآب ﷺ نے براہِ راست آپ کو اس بشارت سے مفتخر فرمایا کہ ''تمہارے متعلق خدا کا ارادہ ہو چکا ہے کہ اُمتِ مرحومہ کے جتھوں میں سے کسی جتھے کی تنظیم تمہارے ذریعہ سے کی جائے گی۔''

(تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہؒ از علامہ مناظر احسن گیلانی صفحہ ۲۹۲)

۶۹۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے روح مبارک (ﷺ) کو ظاہراً و عیاناً دیکھا، نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں ان آنکھوں سے قریب، تو میں سمجھ گیا کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نمازوں میں تشریف لاتے ہیں اور امامت فرماتے ہیں وغیرہ تو یہ سب اسی دقیقہ کی باتیں ہیں۔ اس کے بعد پھر میں روضہ عالیہ مقدسہ (علی صاحبہا صلوٰۃً وسلاماً) کی

طرف چند بار متوجہ ہوا تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے ظہور فرمایا۔ گاہے تو بصورت عظمت و ہیبت جلوہ افروز ہوئے اور گاہے جذب و محبت اور اُنسیت و انشراح کی شکل میں اور کبھی سریان کی شکل میں حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ تمام فضا آپؐ کی روح مبارک سے لبریز ہے اور روح اقدس (ﷺ) اس میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار رہی ہے حتیٰ کہ دیکھنے والے کو موجیں ملاحظہ اقدس کی طرف نظر کرنے سے روک رہی ہیں۔ اور میں نے آپؐ کو آپؐ کی اصل صورت کریم میں بار بار دیکھا باوجودیکہ میری تمنا تھی کہ میں آپؐ کو رُوحانیت میں دیکھوں نہ کہ جسمانیت میں۔ تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ آپؐ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم میں کرنا اور یہی وہ بات ہے کہ جس کی طرف آپؐ نے اپنے قولِ مبارک میں ارشاد فرمایا کہ ''انبیاء علیہم السلام کو موت نہیں آتی، وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی حیات دنیا کی سی ہے، وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں'' اور جس وقت بھی میں نے آپؐ پر سلام بھیجا تو آپ مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور یہ سب باتیں اس لئے ہیں کہ آپؐ رحمۃ اللعالمین ہیں اور یہی مسلک اہل سنت و الجماعت کا ہے۔ (فیوض الحرمین مترجم مولانا عبدالرحمٰن صدیقی کاندھلوی صفحہ ۸۱ تا ۸۵)

خاتم المحدثین، راس المفسرین، امام السالکین، حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ العزیز کا شمار اسلام کے جلیل القدر علماء عبقرین اور نوابغ میں ہوتا ہے۔ ۷ شوال ۱۱۱۴ھ بمطابق ۲۱ فروری ۱۷۰۳ء کو آپ پیدا ہوئے۔ ۱۷ برس کی عمر میں اپنے والد ماجد مولانا عبدالرحیمؒ کے وصال پر ان کے مدرسہ دہلی کی مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے ہر فن پر قلم اٹھایا اور نادر نکات بیان کئے۔ دو سو سے زائد تصانیف بیان کی جاتی ہیں۔ قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ (فتح الرحمٰن) کر کے اُمت مسلمہ پر وہ احسان کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ بمطابق ۱۷۶۲ء کو دہلی میں وصال فرمایا۔ چار باکمال بیٹے چھوڑے: شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالغنیؒ۔ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جن کی قبر بالاکوٹ میں ہے، آپ کے پوتے تھے۔

۷۰۔ سیدی ابراہیم متبولیؒ کثرت سے حضرت رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھتے اور اپنی والدہ سے بیان کرتے تھے تو والدہ فرماتیں کہ بیٹا مرد وہ لوگ ہیں جو بیداری میں آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے ہیں۔ جب بیداری میں باریاب ہونے لگے تو والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ اب تمہاری رجولیت کا مقام شروع ہوا ہے۔ جن امور میں آپ نے حضرت طیب المطیب ﷺ سے مشورہ فرمایا تھا، ان میں سے ایک برکد حاج میں زاویہ کی

تعمیر تھی، چنانچہ سیدنا اعلم الاولین والآخرین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''ابراہیم اس مقام پر اس کو تعمیر کرو اور اگر اللہ نے چاہا تو جو حاجی وغیرہ دنیا سے الگ ہو کر رہنا چاہیں گے، ان کی یہ جائے پناہ ہوگی اور مصر کے مشرق سے جو بلا آنے والی ہے اس کو یہ دور کرنے والی ہوگی اور جب تک یہ زاویہ آباد رہے گا، مصر بھی آباد رہے گا۔''

(نعمت عظمیٰ جلد سوم ترجمہ سید عبدالغنی وارثی صفحہ ۳۳۲، اردو ترجمہ طبقات الکبریٰ للشعرانی صفحہ ۵۵۱)

۱۷۔ حافظ سید عبداللہ قدس سرہٗ العزیز کے والدین کا سایہ عہد طفولیت ہی میں آپ سے جدا ہو گیا تھا اور ذوقِ خدا طلبی نے آپ کو ترک وطن (زاد بوم موضع کھیڑی ضلع مظفر نگر۔ یوپی، بھارت) اور صحرانوردی پر آمادہ کر دیا تھا۔ اطراف پنجاب کے ایک شاداب صحرا میں ایک خدارسیدہ قاری صاحبؒ نے ایک مسجد بنا رکھی تھی۔ دنیاوی جھگڑوں سے علیحدہ اس بیاباں میں اس مسجد کو نشیمن بنائے ہوئے تھے۔ رازق حقیقی پر توکل ذریعۂ معاش تھا۔ مشغلہ بادیہ پیمائی نے جویائے حق حافظ سید عبداللہؒ کو اس مسجد تک پہنچا دیا۔ مسجد اور وہاں فرشتہ خصلت قاری صاحبؒ گویا تارک الدنیا عبداللہؒ کی تمنا مجسم ہو کر نمودار ہو گئی۔ سید عبداللہؒ قاری صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیعت کی درخواست کی۔ قاری صاحبؒ نے کہا: ارشاد و تلقین دوسروں کا حصہ ہے۔ مجھے قرآن پاک یاد ہے تم بھی یہی دولت حاصل کر لو۔ سید عبداللہؒ کی تمناؤں کی یہ پہلی کڑی تھی۔ کچھ دن نہ گزرے تھے کہ سید عبداللہ حافظ و قاری سید عبداللہؒ ہو گئے۔ طائراں خوش الحان مصروف تسبیح تھے۔ یہ استاد اور شاگرد کلام پاک کے دور میں مشغول تھے۔ استغراق اور انہماک نے قاری صاحبؒ کی آنکھوں کو خوابیدہ بنا دیا تھا۔

ایک باوجاہت باوقار مقدس صورت سردار گویا سراپا نور، اس کے جلو میں عربی وضع، سبز پوش، ادب و تہذیب کے پیکر، مقدس نفوس کی جماعت وارد ہوتی ہے۔ تھوڑی دیر تک قاری صاحبؒ کی قرأت کو خاموشی سے سنتی ہے۔ نشاط اور مسرت کے آثار ان بزرگوں کے چہروں سے نمایاں ہوتے ہیں۔ رئیس جماعت کی زبان مبارک سے ''بارك الله ادت حق القرآن'' (اللہ برکت دے آپ نے قرآن پاک کا حق ادا کر دیا) کے پیارے الفاظ ادا ہوتے ہیں اور پھر یہ مقدس جماعت واپس چلی جاتی ہے۔

اس جماعت کی شرکت وعظمت نے حضرت سید عبداللہؒ پر اثر ڈالا۔ وہ کھڑے ہو گئے، مگر استماع قرآن کا ادب گفتگو کرنے سے مانع ہوا۔ قاری صاحبؒ کی پرکیف قرأت بدستور جاری تھی حتی کہ سورۃ ختم ہو گئی۔ ختم سورۃ کے بعد قاری صاحبؒ نے چشم خوباں کو

باز کیا، شاگرد سے خطاب فرمایا۔ یہ کون حضرات تھے جو اس وقت یہاں آئے تھے؟ ان کی عظمت و جلالت سے میرا دل کانپ گیا مگر ادبِ قرآن ان کے احترام سے مانع ہوا۔

سید عبداللہؒ نے کہا کہ معلوم نہیں یہ کون حضرات تھے؟ البتہ جب ان کے سردار قریب پہنچے تو میرے لئے بیٹھا رہنا ناممکن ہوگیا۔ میں ان کے احترام میں کھڑا ہوگیا۔ اُستاد شاگرد ابھی یہ تذکرہ کرہی رہے تھے کہ اسی وضع قطع کے ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ حضرت قطب جلالت، شمس النبوت والرسالت ﷺ آج شب اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے فرما رہے تھے کہ "اس صحرا میں حافظ صاحب رہتے ہیں، ان کا قرآن سننے کے لئے صبح کو جائیں گے۔" کیا حضرت رسول اللہ ﷺ یہاں تشریف لائے تھے؟ اب کہاں تشریف لے گئے ہیں؟ استاد و شاگرد نشۂ نشاط اور جذبِ اشتیاق سے بے خود ہیں، فوراً کھڑے ہوجاتے ہیں، صحرا کو چھان ڈالتے ہیں مگر یہ جستجو دراصل سکر اور اضطراب شوق ہے، ورنہ کہاں حضرت رسول اللہ ﷺ اور کہاں جنگل کی جھاڑیاں!

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "انفاس العارفین" میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ سے یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میرا یہ خیال ہے کہ حضرت والد ماجد قدس سرہٗ العزیز نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس واقعہ کے بعد ایک عرصہ تک یہ صحرا ایک عجیب و غریب خوشبو سے معطر رہا۔ حضرت شاہ عبدالرحیمؒ، حضرت سید عبداللہؒ سے بیعت تھے۔ (علمائے ہند کے شاندار کارنامے "جلد اول از مولانا محمد میاں صاحب دیوبندیؒ)

۷۲۔ حضرت شیخ محمد طاہر لاہوریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو حضرت سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واتم التحیات کی محبت کا نہایت غلبہ ہوا اور کمال بے قراری ہوئی۔ آپ نے درگاہِ حق تعالیٰ سبحانہٗ میں زاری کی کہ اسی وقت حامل میزان حق و باطل ﷺ ظاہر ہوئے اور آواز بھی آئی کہ "یہ ہیں حضرت رسول اللہ ﷺ۔" (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۲۳۲)

۷۳۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پوتے حجۃ اللہ حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ نے فرمایا کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ورود فرمایا اور حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی مع اخلاف کرام حاضر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والثناء والسلام نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی پیشانی پر بوسہ دیا، بعد ازاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک پوتے حضرت شیخ عبدالاحدؒ کی پیشانی چومی۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۲۱۶)

۷۴۔ حضرت شاہ عبدالرشیدؒ حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے فرزند اکبر تھے۔ ایک روز آپ

کے والد ماجد نے آپ سے فرمایا کہ سید محمد مدنی کے پاس جاؤ۔ جب آپ حرم نبوی (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) میں داخل ہو کر روضہ مطہرہ نبویہ (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) کے قریب پہنچے تو خود حضرت سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ ظاہر ہوئے اور دریافت فرمایا کہ ''کہاں جاتے ہو؟'' آپ نے عرض کیا: سید محمد مدنی کے پاس جاتا ہوں۔ اس پر آفتاب ہدایت حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''سید محمد مدنی تو میں ہوں (ﷺ)۔'' پس آپ آگے نہ گئے اور وہیں سے واپس آگئے۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۳۴۲)

۷۵۔ حجۃ اللہ حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ ۷ رمضان المبارک ۱۰۳۴ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے اور شب جمعہ نویں محرم الحرام ۱۱۱۵ھ کو سرہند میں وصال فرمایا۔ اپنے والد حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے فرزند ثانی اور خلیفۂ اجل تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے آخری وقت اپنے تیسرے بیٹے اور خلیفہ اجل حضرت خواجہ محمد معصوم ملقب بہ ''عروۃ الوثقیٰؒ'' (۱۰۰۷ھ تا ۱۰۷۹ھ) سے فرمایا کہ اسی سال میرے وصال کے بعد تمہارے یہاں بیٹا پیدا ہوگا جو قربِ الٰہی کے کمالات میں میرے برابر ہوگا۔ آپ کے والد ماجد فرماتے ہیں کہ جس دن آپ پیدا ہوئے تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے تشریف لا کر آپ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہی اور فرمایا کہ ''یہ فرزند باپ اور دادا کی طرح تمام اولیاء اللہ سے افضل ہوگا اور منصب قیومیت نصیب ہوگا۔'' میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق نام محمد نقشبندؒ، کنیت ابو القاسم اور لقب شرف الدین رکھا۔

(جمال نقشبند'' از صلاح الدین نقشبندی مجددی صفحہ ۱۸۵)

۷۶۔ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ المعروف بمروّج الشریعتؒ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے تیسرے بیٹے تھے۔ ولادت یکم شعبان ۱۰۳۷ھ بمقام سرہند۔ والدین کے بہت لاڈلے اور پیارے تھے۔ والد ماجد آپ کو ''میاں حضرت'' کہہ کر پکارتے تھے۔ مقاماتِ معصومیہ از خواجہ صغیر احمد ہمشیر زادہ حضرت خواجہ عبید اللہ میں تحریر ہے کہ جب آپ سات برس کے تھے تو حضرت ملا عبد الحکیم سیالکوٹی کا گزر سرہند سے ہوا۔ انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ دل ایک پارچہ گوشت ہے، وہ کس طرح ذکر کرتا ہے۔ آپ نے فی الفور جواب دیا کہ زبان بھی ایک پارچہ گوشت ہے، جس قادر مطلق نے اس کو صفت گویائی عطا فرمائی ہے، اسی نے دل کو بھی یہ صفت عطا فرمائی ہے۔ یہ جواب سن کر ملا سیالکوٹی کی تشفی ہوگئی۔ رمضان شریف میں دن میں ایک پارہ یاد کرتے اور رات کو سنا دیتے۔ اس طرح صرف ایک مہینے میں قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ جمعہ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۸۳ھ دہلی سے سرہند

آتے ہوئے بمقام سنبھالکہ وصال فرمایااور نعش مبارک سرہند لاکر والد ماجد کے گنبد میں دفن کی گئی۔ وصال سے قبل دریافت کیا کہ نماز کا وقت ہے۔ خادم نے عرض کیا کہ ہے۔ آپ نے بعد تیمّم پیشانی پر ہاتھ رکھ کر السلام علیکم یارسول اللہ (ﷺ) کہااور نماز کی نیت باندھ لی اور سجدے میں جاں بحق تسلیم کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ از مولوی خلیفہ محمد حسن نقشبندی مجددی مظہری۔ صفحہ ۲۶۴ تا ۲۶۵)

۷۷۔ حضرت شاہ ابو سعید معصومی مجددیؒ رامپور میں ۶ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب حضرت مجدد الف ثانیؒ سے چھٹی پشت پر جاملتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی آپ کے دوسرے بیٹے تھے۔ شاہ احمد سعید آپ کے فرزند اکبر تھے جو ۱۲۱۷ھ میں رامپور میں پیدا ہوئے اور ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایااور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ شاہ احمد سعیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرہند شریف کی خانقاہ میں ایام صیام میں تراویح کے وقت مشاہدہ ہوا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ مع اصحابِ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین گویا اس احقر کا قرآن مجید سننے کے لئے تشریف لائے ہیں اور بعد استماع تحسین قرأت تشریف لے گئے۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۳۳۹)

۷۸۔ ایک روز حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند ثانی حضرت خواجہ محمد سعید المشہور بہ خازنؒ حرم نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں تحیۃ المسجد پڑھ رہے تھے کہ روضۂ انور (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) سے آواز آئی ''العجل العجل انا الیک مشتاق'' (جلدی کیجیے، جلدی کیجیے، میں آپ کا مشتاق ہوں)۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آٹھ مرتبہ ان ظاہری آنکھوں سے حضرت رسول کریم ﷺ کو بحالت بیداری دیکھا ہے۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۲۰۹، حضرت مجدد الف ثانیؒ از نظام الدین مجددی توکلی)۔

۷۹۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تیسرے بیٹے حضرت خواجہ محمد معصوم ملقب بہ عروۃ الوثقیؒ کو دو روز کے لئے مسجد نبوی (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) میں اعتکاف کی اجازت ملی تھی۔ رات کے وقت جب سب لوگوں کو وہاں سے علیحدہ کر دیا گیا تو آپ مواجہ شریف میں جاکر مراقب ہوگئے۔ فرمایا کہ حضرت سیدنا ومولانا وشفیعنا محمد ﷺ وآلہ واصحابہ و ازواجہ وذریاتہ وسلم حجرۂ خاص سے باہر تشریف لائے اور میرے اوپر نزول فرمایااور اسی طرح تہجد کے وقت محسوس ہوا کہ آپؐ مقصورہ سے باہر تشریف لائے اور بکمال عنایت مجھ سے بغل گیر ہوئے۔ اس وقت مجھ کو الحاقِ خاص آنحضرت ﷺ کی ذاتِ مبارک سے حاصل ہوا۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ صفحہ ۲۴۱)

حضرت شیخ محمد معصومؒ کا مقبرہ بمقام سرہند شاہ جہاں کی بیٹی روشن آراء نے تعمیر کرایا۔ نولاکھ افراد نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور بیعت ہوئے۔ آپ کے دسترخوان پر چار ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔ ایک بار دکن تشریف لے گئے۔ یہ اورنگ زیب عالمگیر کی شہزادگی کا زمانہ تھا۔ بارہ ہزار روپیہ کی تھیلی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے قبول فرمائی اور سلطنت کی بشارت دی۔ جب اورنگ زیب تخت نشین ہوئے تو ان کی بہن روشن آراء کہا کرتی تھی کہ میرے بھائی نے تو بارہ ہزار روپیہ میں سلطنت خریدی ہے۔

۸۰۔ شاہ نور محمد حمویؒ نے اپنے انتقال کے وقت سید شہاب الدینؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ اول بھی سید اور آخر بھی سید ہیں اور اسی وقت سید شہاب الدین سے پوچھا کہ تشریف لائے۔ عرض کیا کہ ہاں تشریف لائے، پھر چادر چہرے پر لے کر عالم بقا کو کوچ فرمایا۔ تجہیز و تکفین کے بعد مریدین نے سید شہاب الدینؒ سے دریافت کیا کہ حضرت رحلت کے وقت کس بزرگ کی آمد کے منتظر تھے۔ جواب دیا کہ حضرت رسول رحمت ﷺ کے منتظر تھے۔ آپؐ کے تشریف لاتے ہی انتظار باقی نہ رہا اور وصال فرما گئے۔ سید عبداللہ بن سید ابوالعلاء کے صاحبزادے تھے۔ ۴ جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو بہشت بریں کو سدھارے۔ عظیم بزرگ گزرے ہیں۔ اورنگ آباد کی جنوبی جانب ایک کوس کے فاصلے پر دفن ہیں۔ ''نور محض'' تاریخ وصال ہے۔

(محبوب التواریخ حصہ سوم صفحہ ۱۱۰۲، تذکرہ اولیاء دکن جلد دوم، صفحہ ۱۱۰۲)

۸۱۔ حضرت میاں میر لاہوری قدس سرہٗ العزیز کے بہت سے خلفا تھے، جن میں خلیفۂ اعظم ملا شاہ (پیر ملا شاہ بدخشانی قادریؒ) تھے۔ رات بھر مشغول عبادت رہتے تھے۔ ''لسان اللہ'' کے معزز لقب سے مشہور تھے۔ کبھی گھر میں کچھ نہ پکا۔ کبھی غسل کی حاجت نہ ہوئی۔ عشاء کے وضو سے فجر ادا کرنا معمول تھا۔ آپ نہ سوتے تھے نہ عورت رکھتے تھے۔ اصل نام شاہ محمد تھا۔ بدخشاں میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائے شباب ہی میں کشمیر آ گئے تھے۔ لاہور کی گرمی ناقابلِ برداشت تھی۔ پس مرشد کی اجازت سے موسم گرما میں کشمیر چلے جاتے تھے۔ جہاں دامن کوہ میں آپ کے لئے شاندار خانقاہ تعمیر کرا دی گئی تھی۔ غیر معمولی ریاضتوں کی وجہ سے آپ کی شخصیت میں غیر معمولی کشش اور بات میں بڑی تاثیر پیدا ہو گئی تھی۔ ۱۶۶۰ء میں مستقل طور پر لاہور آئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ۱۱ اکتوبر ۱۶۶۹ء / ۱۰۷۲ھ میں وصال فرمایا اور مرشد کے برابر دفن کئے گئے۔ حالت

یہ تھی کہ جسے چاہتے معلمِ اعظمِ نوع بشر خلاصہ دو جہاں ﷺ، حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زیارت چشم ظاہر سے کرادیتے تھے۔ حضرت میاں میرؒ سلسلہ قادریہ کے عظیم المرتبت بزرگ گزرے ہیں۔ ۱۰۴۵ھ/ ۱۶۳۵ء میں وصال فرمایا۔ لاہور سے پانچ میل دُور گاؤں میں جو آپ کے روضہ کی وجہ سے میاں میر کہلاتا ہے، دفن ہیں۔ (ہفتاد اولیاء سیر الاخیار بھی جس کا نام ہے، از علامہ شاہ مراد سہروردی مارہرویؒ صفحہ ۴۱۱)

۸۲۔ ''گلشن ابرار'' اور ''آثارِ احمدی'' میں درج ہے کہ ایک پشاوری باکمال درویش نے حضرت سید حمزہ شاہ قادری برکاتیؒ کو ایک درود نذر کیا۔ آپ نے اسے پسند فرما کر رکھ لیا۔ اسی شب عالم واقعہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''صاحبزادے اُٹھو اور درود شریف پڑھو۔'' شاہ صاحبؒ اسی وقت بیدار ہوئے، غسل فرمایا، عطر ملا اور بخور وغیرہ روشن کرکے درود شریف کا ورد شروع کیا۔ ہنوز درود شریف ختم نہ ہوئی تھی کہ جمال جہاں آرائے نبوی ﷺ نصیب ہوا اور شاہ صاحبؒ نے سر کی آنکھوں سے حضرت نبی عربی محمد ﷺ نبیك و رسولك و حبیبك و صفیك کی زیارت کی۔ شاہ صاحبؒ کھڑے ہوگئے اور بقیہ اعداد درود شریف کے پورے کئے۔ بعد درود شریف تمام ہونے کے شاہ صاحبؒ کے پاس حضرت شاہِ امم سیدنا صادق الوعد الامین ﷺ اس وقت تک رہے کہ شاہ صاحبؒ نے دس اشعار بھی مناسبِ وقت موزوں کرکے آپؐ کو سنا دیئے۔ آپؐ نے ان اشعار کو بہت پسند فرمایا اور شاہ صاحبؒ کو دین و دنیا کی نعمتوں سے مالامال فرما کر تشریف لے گئے۔ وہ موثر درود شریف مع ان اشعار کے اسی اثر کے ساتھ مارہرہ (یوپی، بھارت) میں سجادہ نشینانِ درگاہِ عالیہ برکاتیہ کے دعا خانوں میں آج بھی موجود ہے اور شاہ صاحبؒ کی وصیت کے بموجب سوائے فرزندانِ امین اور کسی کو تعلیم نہیں کی جاتی۔

(برکات مارہرہ مولفہ حضرت طفیل احمد صدیقی صفحہ ۵۷ تا ۵۸)

''کاشف الاستار'' جیسی معرکۃ الآراء کتاب شاہ صاحبؒ کی تصنیف ہے۔ اشاعت اسلام اصلاح المسلمین کے لئے آپ کی مساعی وقف تھیں۔ ۱۱۹۸ھ میں وصال فرمایا۔ آپ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ کے دادا پیر تھے۔ آپ کو بدعات سے سخت نفرت تھی۔

۸۳۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد ماجد نے آپ کی پیدائش کے وقت حضرت

رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا کہ تشریف لا کر آپ کے کانوں میں اذان و تکبیر کہی اور آپ کے مدارج بیان فرمائے۔ (جواہر مجددیہ)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کی ولادت سرہند شریف (مشرقی پنجاب) میں ۹۷۱ھ/ ۲۶ جون ۱۵۶۴ء کو ہوئی اور وہیں ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ/ ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء کو وصال فرمایا۔ آپ کا نام احمد، لقب بدر الدین، کنیت ابو البرکات اور عرف امام ربانی ہے۔ ۱۵۹۹ء میں قطب وقت حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ سے بیعت ہوئے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے موسس و امام ہیں جو شریعت سے قریب ترین ہے۔ علم و فضل اور شریعت و طریقت کے جامع الکمالات بزرگ اور گیارہویں صدی ہجری کے مجدد ہیں۔ نسلاً کابلی اور امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں ہیں۔ اکبر اعظم کے دین الٰہی کے پرخچے اڑا دیئے۔ آخر جہانگیر پر صداقت روشن ہوئی۔ اس نے نہ صرف آپ کو جیل خانہ سے رہائی دی، بلکہ خود حد درجہ معتقد ہوا۔

۸۴۔ شیخ فرید الدین بن ابو الفتحؒ ہر شب جمعہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے نام کی نیاز پکا کر درویشوں کو کھلاتے تھے۔ ایک دن خادم نے نادانستگی میں کمہاروں کے گھر سے برتن لا کر طعام کے لئے استعمال کئے۔ جب رات گزر گئی تو شیخ فرید الدین بادلِ حزیں و چشم گریاں حجرے سے باہر آئے۔ ایک خادم نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ آج رات میں نے حضور سرورِ عالم، نورِ مجسم، نبی مکرم ﷺ کو خلافِ معمول حجرے سے باہر کھڑے دیکھا۔ میں نے بڑھ کر باادب تمام سلام عرض کیا کہ میری بدقسمتی ہے کہ آج آپؐ نے میرے حجرۂ تاریک کو منور نہیں فرمایا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "میرے فرزند فرید! تیرے گھر میں مشتبہ برتن پڑا ہے جو میرے اندر آنے میں رُکاوٹ ہے۔" شیخ فریدؒ نے فوراً وہ برتن باہر نکلوا دیا اور دوسری شب جمعہ سے پہلے دُگنا کھانا پکا کر خواجہ دو عالم ﷺ کی رُوح پر فتوح پر ایثار کیا۔ (تاریخ جلیلہ از غلام دستگیر نامیؒ صفحہ ۱۸۲)

۸۵۔ ایک روز مخدوم سید عبد القادر ثانی بن سید محمد غوث حسینی جلی اوچیؒ صبح کی نماز کے لئے اٹھے۔ جب وضو سے فارغ ہو چکے تو گھر کے آدمیوں کو آواز دی کہ سب بیدار ہو جاؤ اور سعادت کونین حاصل کر لو۔ جب تک سب بیدار ہوئے وہ کیفیت ختم ہو گئی۔ جب اہل خانہ آپ کی خدمت میں آئے، آپ نے فرمایا: اس وقت مجھ کو سید عالم ﷺ نے بیداری میں اپنے جمال باکمال سے مشرف فرمایا تھا، میں چاہتا تھا کہ تم بھی اس نعمت عظمیٰ اور عطیۂ دارین سے مشرف ہو جاؤ مگر تم نہ آسکے اور وہ کیفیت ختم

ہو گئی۔ (ریاض الفقر معروف بہ ''دفتر حقیقت'' دوسرا گلزار صفحہ ۱۸۳)

۸۶۔ حضرت مولانا شاہ محمد حمدانیؒ اپنے فرزند دلبند مولوی علم الیقینؒ کو گود میں لئے اندر سے باہر آرہے تھے کہ والد ماجد حضرت شاہ نجات اللہؒ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے صورت دیکھتے ہی تین بار فرمایا کہ میاں حمدانی! مبارک مبارک مبارک۔ حضرت حمدانیؒ نے یہ سن کر اپنا سر نیچا کر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ مولوی نوازش علی گورکھپوری کے بے حد اصرار پر حضرت حمدانیؒ نے فرمایا کہ یہ بات راز ہے جو میری زندگی میں افشا نہ ہو اور اس یقین پر بیان کیا کہ جس روز تمہارے سامنے حضرت صاحبؒ نے مجھے مبارک باد دی تھی اسی شب یہ کیفیت پیش آئی کہ میں گھر میں سوتا تھا اور اندر سے سب دروازے بند تھے۔ نصف شب کے قریب حضرت صاحبؒ کواڑ کھلوائے بغیر مکان کے اندر تشریف لائے۔ مجھ کو جگایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ چلو۔ میں نے اٹھ کر وضو کیا اور آپ کے ہمراہ ہو لیا۔ اسی طرح بغیر دروازہ کھولے مجھے ہمراہ لئے اندر سے باہر نکلے اور ایک بہت بڑے میدان میں پہنچے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک احاطہ ہے اور اس میں ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔ حضرت صاحبؒ کے بہت سے مرید وہاں نہایت باوقار انداز میں کھڑے ہیں۔ انہی میں آپ کے لحیم و جسیم مرید بزرگ مولوی غلام حیدر شیخ کھڑے ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہم سب اس احاطے کے اندر جاتے ہیں۔ تم سب کے پیچھے اس احاطے کے اندر آنا، وہاں ایک مسجد ہے، اس کے درجۂ اول میں بے دھڑک چلے آنا، بالکل تامل نہ کرنا۔ یہ فرما کر آپ احاطہ کے اندر تشریف لے گئے اور سب لوگ بھی آپ کے پیچھے چلے گئے۔ سب کے پیچھے مولوی غلام حیدر تھے جو دروازے میں پھنس گئے۔ میں نے انہیں دھکا دیا تو وہ بھی نکل گئے۔ میں نے دیکھا کہ احاطہ جائے سرور ہے اور نہایت عمدہ مسجد میں بکثرت لوگ موجود ہیں اور تعظیم کے ساتھ دست بستہ کھڑے ہیں۔ میں بے دھڑک درجہ اول میں حضرت صاحبؒ کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں حضرت ہادی اکبر ﷺ کو مع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم دیکھا اور نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ پھر حضرت صاحبؒ نے پیکر علم و تقویٰ، ہادی اسلام حضرت رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یہ میرا بیٹا محمد حمدانی ہے، جسے آپؐ نے یاد فرمایا تھا۔ آپؐ نے مجھے قریب بلایا اور بیٹھنے کو فرمایا۔ میں ادب سے سامنے بیٹھ گیا۔ آپؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ''ہم نے سنا ہے تم جمعہ کے خطبہ میں ہمارے صحابہؓ کی خوب تعریف کرتے ہو، اسی تعریف کو سننے کے لئے ہم یہاں

آئے ہیں اور صحابہؓ کو بھی ہمراہ لائے ہیں۔ اب تم منبر پر جاؤ، خطبہ پڑھو اور تعریف صحابہ کی ہم کو سناؤ پھر نماز بھی پڑھاؤ۔" میں نے عرض کیا کہ میری کیا مجال جو آپؐ کے سامنے منبر پر کھڑا ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "تم کو اس سے کیا مطلب؟ ہم جو کہتے ہیں اس سے عذر کرنا خلافِ ادب ہے۔" پھر میں اٹھا اور عمامہ باندھ کر منبر پر چڑھا اور خطبہ اول و ثانی جس میں تعریف صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ہے، باآواز بلند پڑھا اور پھر نیچے اُتر کر نماز پڑھائی۔ بعد فراغت نماز حضرت رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے نزدیک بلایا اور نہایت خوشی سے میری پیٹھ ٹھونکی اور فرمایا کہ "جیسا ہم نے سنا تھا ویسا ہی پایا۔" پھر مجھے رخصت فرمایا اور میں حضرت صاحبؒ کے ہمراہ اپنے گھر آیا۔ یہ کیفیت جو میں نے سنائی ہے، اس کی مبارک باد حضرت صاحبؒ نے مجھے دی تھی (اللہ اکبر! حضرت شاہ محمد حمدانیؒ کی فضیلت پر غور فرمائیے۔ اول حضرت معلم اکبر، محبوب خالق کائنات ﷺ کا آپ کے پیچھے نماز پڑھنا، دوسرے خوش ہو کر آپ کی پیٹھ ٹھونکنا اور فرمانا کہ جیسا ہم نے سنا تھا ویسا ہی پایا، تیسرے اس مرتبہ کو پہنچ کر اپنے کو چھپانا کہ یہ سب دُشوار اور صرف عالی ظرفوں ہی کا کام ہے۔ مولوی نوازش علی نے یہ راز حضرت محمد حمدانیؒ کے وصال کے بعد ظاہر کیا۔ (نجات المومنین از حافظ سراج الیقین صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۴)

"نجاتُ المومنین" جس میں شاہ نجات اللہؒ کے حالاتِ زندگی و بے شمار کرامات کا ذکر ہے، ۱۲۸۹ھ میں نول کشور واقعہ پٹیالہ کے مطبع سے طبع ہوئی۔ مصنف کتاب ہذا نے قیام پاکستان سے قبل لکھنو میں بارہا اہلیان کرسی (نزد لکھنو۔ یوپی بھارت) کی حماقتوں کے بارے میں سنا تھا۔ کچھ بھی ہو قصبہ کرسی میں حضرت شاہ نجات اللہ محبؒ صادق کرسوی بن شیخ کفایت اللہ قدس سرہ کی ولادت نے اسے کرسی شریف بنا دیا۔ شاہ صاحبؒ ایسے صاحب شریعت و طریقت تھے کہ جس نے آپ کو دیکھ لیا، گویا حضرت نبی کریم ﷺ کو دیکھا۔ جب وقت وصال قریب آیا تو اپنے چاروں بیٹوں اور قصبہ والوں کو بلا کر اپنا مقام مدفن بتایا اور وصیت فرمائی کہ مقبرہ بنانا، مگر قبر پختہ نہ کرنا، نہ اس پر کبھی روشنی اور چراغ آئے اور نہ کسی قسم کی بدعت ہو۔ اپنے صاحبزادے شاہ محمد حمدانیؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور سب کو ہدایت کی کہ کبھی کوئی امر خلاف شریعت نہ کرنا۔ پھر ۵ شعبان بروز پنج شنبہ ۱۲۳۵ھ بعمر ساڑھے ۸۹ سال وصال فرمایا۔ مولوی حیدر ساکن فرنگی محل (لکھنو) جب غسل دینے لگے تو دیکھا کہ شاہ صاحبؒ کی عقد انامل (انگلیوں پر وظیفہ پڑھنے کا مسنون طریقہ) برابر چل رہی ہیں اور اس وقت بھی یادِ الٰہی سے غافل

نہیں۔ ایک بار آنکھ بھی کھولی اور پھر بند کر لی۔ غرض عجب شان کے بزرگ تھے جن کی ذات سے لاتعداد لوگ فیض یاب ہوئے۔ کرسی میں روضہ مرجع خلائق ہے۔

۸۷۔ علامہ احمد بن قسطلانیؒ نے حضرت سید الناس، آقائے نامدار، سرکار دولت مدار علیہ السلام کی بحالت بیداری زیارت کی۔ حضرتِ رحمت عالم، نور مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت قسطلانیؒ کے لیے دعا فرمائی اور فرمایا کہ ''اے احمد! حق جل شانہ، تیرے ہاتھ کو تھامے۔'' (اشعۃ اللمعات جلد۳ صفحہ ۶۴۰، مواہب لدنیہ)

۸۸۔ شیخ ابوالمسعود قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں ہر نماز کے بعد حضرت صاحب الکلام والحکم سرور عالم علیہ السلام سے مصافحہ کرتا تھا۔

(اشعۃ اللمعات جلد۳ صفحہ ۶۴۰، دعوت ارواح از محمد ارشد قادری صفحہ ۲۱۶)

۸۹۔ شیخ ابن ثابتؒ ایک بزرگ تھے جو مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ ۶۰ سال تک مدینہ شریف حضرت سلطان دو جہاں علیہ السلام کی زیارت پاک کے لئے تشریف لاتے رہے۔ زیارت مبارک کے بعد ہر سال واپس چلے جاتے تھے۔ ایک سال کسی مجبوری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ نیم بیداری کے عالم میں اپنے حجرے میں بیٹھے تھے کہ حضرت شفقت مجسم، سرتاج الانبیاء علیہ السلام کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''ابن ثابت! تم ہماری ملاقات کو نہ آئے اس لئے ہم تم سے ملنے آئے ہیں۔''

(الحاوی، تجلیات مدینہ صفحہ ۱۱۲)

۹۰۔ حضرت شاہ باجن چشتیؒ کا نام شیخ بہاؤالدین چشتی تھا۔ ۷۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا احمد مدنیؒ کی اولاد سے تھے، جو حضرت ہبیل زید بن خطاب برادر امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند تھے۔ اکثر اوقات علم حدیث میں جو عقدہ مشکل حل نہ ہوتا تو سرورِ کائنات، فخر موجودات، جامع صفات، مجمع حسنات حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام سے عالم واقعہ میں حل کر لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر آدھی رات کو روضہ منورہ (علی صاحبہا صلوٰۃ و سلاماً) پر حاضری دوں تو دروازے حرم شریف کے روشن ہو جاتے تھے۔ (تواریخ الاولیاء جلد دوم از امام الدین صفحہ ۴۹۷)

۹۱۔ حضرت میر سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے فرمایا کہ میں نے چند حدیثیں عالم واقعہ میں حضرت محمد علیہ السلام سے سنی ہیں۔ قصہ یوں ہوا کہ مولانا شمس الدین مجاور مکہ معظمہ اپنے شیخ کے لئے غلہ خریدتے تھے اور فرماتے تھے کہ لوگ ان کو محتکر کہتے ہیں اور احتکار فقہا کے نزدیک ممنوع ہے۔ میں نے حضرت رسول اللہ علیہ السلام کو عالم واقعہ

میں دیکھا۔ آپؒ نے فرمایا: ''ایسا نہیں ہے جو مخلوق کہتی ہے۔ محتکر ملعون ہے اگر نقصان پہنچادے جبکہ یہ اپنے پیر کی خدمت کے لئے غلہ جمع کرتا ہے۔ ہر مرد کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔'' (حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۷۰) آپ کی ولادت شب جمعہ یکم شعبان ۷۰۷ھ میں ہوئی اور بروز چہار شنبہ یوم عید الاضحیٰ ۷۸۵ھ/ ۱۳۸۴ء میں وصال فرمایا مزار مبارک اُچ (سابق ریاست بہاولپور، پاکستان) میں ہے۔

۹۲۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے فرمایا کہ جن دنوں میں گوگازروں میں خانقاہ شیخ امین الدینؒ میں تھا توان کے بھائی امام الدینؒ کے پاس چند طالبین ہندوستان کے اور دوسرے ملکوں کے خلوت میں مشغول تھے۔ ایک عزیز نوجوان عراقی خلوتی حجرۂ خلوت سے خدمت میں شیخ امام الدینؒ کے آیااور عرض کیا کہ میں نے حضرت مخدوم انام صاحب الوحی والکتاب ﷺ کی زیارت کی ہے۔ شیخؒ نے فرمایا کہ اب تو نزدیک پہنچ گیا کہ مقام وصال ہو جائے۔ جب وہ چلا گیا تو میں اس کے حجرے میں گیا اور پوچھا کہ عزیزی تو نے حضرت نگارِ حرم، خاتم الانبیاء ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے یا بیداری میں؟ اس نے کہا کہ میں نے بیداری میں دیکھا ہے اور بغور دیکھا ہے۔ (ملفوظات جہانیاں جہاں گشتؒ جلد دوم صفحہ ۵۹۹)

۹۳۔ ''مناقب غوثیہ'' میں تحریر ہے کہ میر سید جلال الدین الملقب بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز مدینہ منورہ میں بحضور روضہ سرور کائنات ﷺ بعد نماز تہجد مراقب تھا کہ ایک شخص صاحب عظمت وکرامات کو دیکھا، جو حجرۂ شریف کے دروازے پر آیا۔ اس کے لیے دروازہ کھل گیا۔ وہ اندر داخل ہوا پھر دروازہ بند ہو گیا۔ دوسری اور تیسری شب بھی ایسا ہی ہوا۔ میں نے چاہا میں بھی اس کے پیچھے پیچھے داخل ہو جاؤں، مگر دروازہ بند ہو گیا اور میں کامیاب نہ ہو سکا۔ حاضرین سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ انہوں نے کہا: خاموش رہو، حضرت رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہیں اور تم باتیں کرتے ہو۔ صبح اپنے مرشد قطب زماں شیخ عبداللہ یافعیؒ سے یہ حال بیان کیا کہ کبھی کبھی حضرت سرورِ عالم ﷺ کا مشاہدہ ہوتا ہے، مگر ہم کلامی کی سرفرازی حاصل نہیں ہوتی۔ اگر آپ کی توجہ سے یہ نعمت حاصل ہو جائے تو اپنے کو بڑا خوش قسمت سمجھوں۔ شیخ نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنے پیر و مرشد کے پاس لے جاؤں گا، جو حضرت غوث الوریٰؒ ہیں۔

اس کے بعد آپ مدینہ شریف سے باہر تشریف لے چلے، میں بھی ساتھ ہو لیا۔ جب ایک جنگل میں پہنچے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بہ شان و شوکت تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہے۔ دربارِ شاہی آدمیوں سے بھرا ہوا ہے جن میں بہت سے آپ کی دائیں جانب

اور بہت سے بائیں جانب کھڑے ہیں اور بعض بیٹھے ہوئے ہیں۔ رُقعہ جات اور عرضیاں لکھی جا رہی ہیں۔ حضرت غوث الوریٰ سب پر دستخط فرما کر اُمیدواروں کو عنایت فرما رہے ہیں۔ جب میں نزدیک گیا اور دیکھا تو یہ وہی بزرگ نکلے جو نیم شب روضہ اطہر (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) میں داخل ہوتے ہیں۔ بعدہٗ شیخ عبداللہ یافعیؒ نے آپ کے نزدیک جا کر عرض کیا کہ یا غوث الاعظم (رحمتہ اللہ علیہ) یہ سید بخاری نہایت شائستہ ہے اور آرزومند ہے کہ حضور انور، سلطان دارین ﷺ کی مجلس میں داخل ہو کر دولت کاملہ سے سرخرو ہو پس ایک پروانہ اس کو بھی عنایت ہو۔ آپ نے میری جانب التفات سے دیکھا اور فرمایا کہ اس کے لئے چٹھی کی ضرورت نہیں، اس کو میں اپنے ہمراہ لے جاؤں گا۔ جب دربار برخاست ہوا، آپ اُٹھے اور مجھے اپنے ہمراہ لے کر چلے اور مجلس عالیہ میں داخل کیا۔ دولت کاملہ و سعادت مشاہدہ حضور نبی اکرم ﷺ مجھے حاصل ہوئی۔ جو کچھ نعمت مجھے ملی وہ حضرت پیر دستگیر غوث الوریٰؒ کی رحمت وعنایت ہے۔ (تواریخ الاولیاء جلد دوم صفحہ ۳۳۳ تا ۳۳۴)

۹۴۔ کہا جاتا ہے کہ جب محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے مرشد گرامی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک بمقام پاک پتن تعمیر کرانا شروع کیا تو جہاں بہشتی دروازہ بنا دیا گیا ہے، اس جگہ آپ کو حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بابرکت بحالت بیداری ہوئی تھی۔ اس واقعہ کے بعد سے صرف مشرقی دروازہ زائرین کے لئے کھلا رکھا گیا اور جنوبی دروازہ بند کر دیا گیا۔ جواب صرف عرس کے موقع پر ۵ محرم الحرام کو کھولا جاتا ہے، جس میں سے چند گھنٹے کے اندر ہزارہا کی تعداد میں زائرین گزر جاتے ہیں۔ (تذکرہ صدیق زمانؒ از پرنسپل صغیر حسن صفحہ ۳۵، عرس اور میلے از امان اللہ خان ارمان سرحدی صفحہ ۱۴۹، انوار اصفیاء صفحہ ۲۰۶)

حضرت مولانا شیخ محمد عبیداللہؒ اپنی معروف کتاب ''تحفۃ الہند'' کے صفحہ ۸۳ تا ۸۴ پر فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو حضرت ساقی کوثر ﷺ کی زیارت اس جگہ پر ہوئی تھی جہاں اب بہشتی دروازہ بنا دیا گیا ہے۔ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاؒ بہ سبب غلبۂ محبت اور افراطِ شوق اس جگہ سے محبت رکھے تھے۔ مجاوروں نے اپنی پیداواری کے لئے وہاں دروازہ بنا کر اس کا نام بہشتی دروازہ رکھ دیا۔ یہ بات ہمارے دین میں نہیں کہ کسی دروازے سے گزر کر آدمی بہشتی ہو جائے۔ بہشت میں داخل ہونے کے لیے اللہ کا فضل، ایمان اور نیک اعمال ضروری ہیں۔ ہمارے دین میں کسی کو یقینی طور پر جنتی کہنا درست نہیں مگر ان لوگوں کو

جن کا جنتی ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح کسی کو دوزخی کہنا بھی درست نہیں بجز اُن کے جن کا دوزخی ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہو چکا ہے مثلاً شیطان، فرعون، ابولہب، ابوجہل وغیرہ۔

''تحفۃ الھند'' سب سے پہلے ۱۲۶۸ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اس بے نظیر کتاب کے اندر شیخ صاحب نے ہندوؤں کے مذہب کی پول کھولی ہے اور بتایا ہے کہ ہندو مذہب اور ہندوؤں کی رسومات سے متاثر ہو کر کس درجہ مسلمانوں نے ان کی مشرکانہ رسومات کو اپنا لیا ہے، حالانکہ مذہب اسلام میں اس قسم کی فروعات کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ مولانا عبید اللہؒ نومسلم تھے، والد کا نام کوٹی مل تھا، وطن پایل نزد لدھیانہ (مشرقی پنجاب، بھارت) تھا، ۱۳۱۰ھ میں وصال فرمایا۔ اس کتاب کے مطالعے سے بے شمار ہندو اور سکھ مسلمان ہوئے، جن میں مشہور لیڈر مولانا عبید اللہ سندھی دیوبندیؒ بھی شامل ہیں۔

۹۵۔ خاتم الاولیاء شیخ الکل محی الدین ابن عربیؒ ۱۷ رمضان المبارک ۵۶۰ھ بروز پیر، اُندلس (سپین) کے مشہور شہر ''مرسیہ'' میں پیدا ہوئے۔ آپ حاتم طائی کی نسل سے ہیں، جو عرب ہی میں نہیں پوری دنیا میں اپنی سخاوت کے لئے مشہور ہے۔ ۵۹۸ھ/ ۱۲۰۲ء کو دمشق میں وصال فرمایا۔ اپنی مشہور تصنیف ''فتوحاتِ مکیہ'' میں لکھتے ہیں کہ ایک بار ایام جوانی میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک معمر بزرگ فرشتہ صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیئے اور یہ بات کہہ کر کہ کتنے روزے انوارِ سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندانِ نبوت ہے؟ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیت کو بجا لاؤں۔ میں نے اس ہدایت کے مطابق چھ ماہ تک برابر مخفی طور پر روزوں کا اہتمام کیا۔ اس اثناء میں عجیب عجیب مکاشفات مجھ پر کھلے۔ بعض گزشتہ نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ایک مرتبہ عالم بیداری میں حضرت بانئ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مع حضرت علی و حضرت حسین و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دیکھا۔ غرض بزرگوں سے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ بہت طویل ہے۔

۹۶۔ حضرت ابن عربیؒ نے خود لکھا ہے کہ میں نے کئی بار بیداری اور خواب میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آپؐ سے فتوی دریافت کیا۔ (فتوحات مکیہ جلد چہارم صفحہ ۵۵۲) آپ کی ۵۰۰ سے زائد تصانیف ہیں جن میں بیشتر تصوف پر ہیں۔ آپ کی دو تصانیف ''فصوص الحکم'' اور ''فتوحاتِ مکیہ'' پر بہت لعن طعن اور لے دے ہوئی، ہے، جس کی وجہ اصطلاحات سے ناواقفیت، معانی اور حقائق کا دقیق ہونا، کورانہ تقلید اور تعصب ہے۔

(مقالات مرضیہ المعروف بہ ملفوظاتِ مہریہ سے ماخوذ)

۹۷۔ شیفتۂ رسول کریم (ﷺ) غازی علم الدین شہیدؒ ۳ دسمبر ۱۹۰۸ء/ ۸ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ بروز جمعرات، لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام طالع محمد تھا جو نجاری (بڑھئی کا کام کرتے) تھے۔ لاہور میں راجپال نامی ایک کتب فروش تھا، جس کی دُکان پر بالعموم آریہ سماج کی مذہبی کتابیں فروخت ہوتی تھیں۔ اس کی دُکان آج کی پان گلی، انارکلی سے ملحق تھی۔ اس نے ایک دل آزار کتاب ''رنگیلا رسول'' (نعوذ باللہ) شائع کی جس کو ڈی اے وی کالج، لاہور کے پروفیسر چھپاوتی نے لکھا تھا مگر کتاب پر مصنف کا نام تحریر نہیں کیا۔ پھر عدالت عالیہ نے بھی ظالموں کا ساتھ دیا تو ۲۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو لاہور کے ایک غیور شیر فروش خدا بخش نے راجپال پر قاتلانہ حملہ کیا، مگر حملہ ناکام رہا اور اسے سات سال کی سزا ہوگئی۔ کوہاٹ سے عبدالعزیز آیا اور اس نے راجپال کو فنافی النار کرنے کے لئے اپنی دانست میں اس پر ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو حملہ کرکے اس کا سرتن سے جدا کردیا، مگر وہ راجپال ملعون کا دوست جتندرداس نکلا۔ عدالت سے عبدالعزیز کو ۱۴ سال کی سزا ہوئی۔

آخر کار یہ سعادت ۶ اپریل ۱۹۲۹ء کو علم الدین شہیدؒ کے حصے میں آئی۔ علم الدین شہیدؒ نے راجپال ملعون کی دُکان میں گھس کر اس کے دو ملازموں، دو ہندو سپاہیوں اور ایک سکھ حوالدار جو اس کی دُکان پر حکومت کی جانب سے تعینات تھے، کے سامنے دن دہاڑے اپنا خنجر اس کے سینے میں پیوست کرکے اس کو جہنم رسید کردیا۔ قائداعظمؒ نے مقدمہ کی پیروی کی مگر سزائے موت بحال رہی۔ غازی علم الدین شہیدؒ کی جان بچانے کے لئے مسلمان پریوی کونسل تک پہنچے۔ اس زمانے میں جب دیسی گھی ۷۵ پیسے سیر، چینی روپیہ کی چار سیر، گندم روپیہ کی ایک من اور دودھ آنے سیر بکتا تھا، اس مقدمہ پر ۱۸ ہزار روپیہ خرچ آیا جو مسلمانوں نے بطور چندہ جمع کیا تھا۔ ۳۱ اکتوبر کی صبح میانوالی جیل میں غازی علم الدینؒ کو پھانسی دے دی گئی اور نو بجے جیل کے حکام نے شہید کے جسدِ خاکی کو بغیر نمازِ جنازہ خاموشی کے ساتھ جیل ہی میں دفن کرکے پہرہ لگا دیا۔ حکومت کی اس حرکت پر بالخصوص مسلمانانِ پنجاب بپھر گئے اور نہ رکنے والا ایجی ٹیشن شروع ہوگیا۔ مجبور ہوکر شہادت کے ۱۳ دن بعد میت قبر سے نکالی گئی جو بالکل صحیح سالم اور تروتازہ تھی۔ نعش کو جست کے صندوق میں رکھ کر سپیشل ٹرین کے ذریعے لاہور لایا گیا۔ ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء بروز جمعرات ساڑھے دس بجے رسالتؐ کے اس پروانے کا جنازہ اس شان سے اُٹھایا گیا کہ لاہور نے اس سے پہلے ایسا جنازہ نہ دیکھا تھا۔ جنازے کا جلوس پانچ میل لمبا تھا۔ چھ لاکھ انسانوں نے شرکت کی، جس میں پورے ہندوستان کے ہر

صوبے کے مسلمان پنجاب کے پروانوں کے علاوہ تھے۔ جنازے کی کیفیت دیدنی تھی۔ فضا خوشبوؤں سے عطر بیز تھی۔ جنازہ جدھر سے گزرتا پھولوں کی بارش ہونے لگتی۔ صندوق پر سیاہ چادر تھی جس کے حاشیوں پر یہ شعر کڑھا تھا: ؎

شنیدم کہ درروز اُمید و بیم — بداں رابہ نیکاں بہ بخشد کریم

ہر شخص وفورِ جذبات کی تصویر بنا ہوا تھا۔ لحہ لحہ شہادت کی پکار فضا میں گونج رہی تھی اور ہزاروں بہ آواز بلند "بداں رابہ نیکاں بہ بخشد کریم" پڑھتے جارہے تھے۔ چارپائی جس پر صندوق رکھا تھا، کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے اور ان بانسوں سے لوگوں نے اپنی پگڑیاں باندھ دی تھیں جن کو ہزارہا لوگوں نے تھام رکھا تھا۔ ساری فضا کلمۂ شہادت، تکبیر، غازی علم الدین زندہ باد اور اسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ اس زمانے میں پرانی انارکلی اور چوبرجی کے درمیان کھیت ہوتے تھے۔ بارہ بجے ملتان روڈ پر یونیورسٹی گراؤنڈ کے قریب پرانی چاندماری میں جہاں اب خوبصورت کوٹھیاں بنی ہیں، نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پھر چوبرجی سے میانی صاحب تک قریب آدھ میل کا راستہ ڈیڑھ گھنٹہ میں طے ہوا۔ مولانا ظفر علی خانؒ نے اپنی نگرانی میں قبر بنوائی۔ وہ لحد میں اُترے، لیٹے اور لمبائی چوڑائی کا جائزہ لیا۔ بعد ازاں علامہ اقبالؒ اور مولانا دیدار علی شاہ الوریؒ نے اپنے دست ہائے مبارک سے اس عاشق رسول اور حرمت رسول ﷺ کے فداکار کو سپرد خاک کردیا۔ جنازے میں پنجاب کے چوٹی کے تمام مسلمان شامل تھے۔

۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء م ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ صبح قیدی نمبر ۱۰۵ یعنی غازی علم الدین شہیدؒ کو میانوالی جیل میں پھانسی دے دی گئی۔ شہید کی اس آخری رات میانوالی جیل کے اندر اور باہر سخت پہرہ تھا اور نواب دین وارڈن جیل چاق چوبند، ہاتھوں میں بندوق لئے عالم اضطراب میں قیدی نمبر ۱۰۵ کی کال کوٹھڑی کے کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف چکر لگا رہا تھا۔ اس کی نظریں بار بار اس قیدی پر مرکوز ہو جاتی تھیں جو نماز عشاء کے بعد سے تلاوت میں مشغول تھا۔ اس اثناء میں کئی بار اس قیدی کی جبیں سجدہ ریز ہوئی۔ عجب نظارہ تھا کہ اندھیری رات میں بھی اس کا پرنور چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ صبح کی اذان میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ نواب دین کو ایک لحہ کے لئے اُونگھ آگئی، مگر اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور اس قیدی کی طرف بغور دیکھنے لگا۔ لیکن کال کوٹھڑی سے وہ قیدی ایک لحہ میں غائب ہو چکا تھا۔ نواب دین نے بندوق کو بغل میں دبا کر، پریشان نظروں اور لرزتے ہاتھوں سے کال کوٹھڑی کے مضبوط تالے کو

اچھی طرح جھنجھوڑ کر دیکھا۔ تالا بند تھا اور دیوار میں کوئی شگاف بھی نہ تھا۔ خوف، اندیشے اور وسوسے سے اس کے ذہن پر مسلط ہو گئے اور عالم حیرانی و پریشانی میں اس کی آنکھیں قیدی کو اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگیں۔ اس کی نگاہ ایک بار پھر کال کوٹھڑی کی طرف اُٹھ گئی جہاں اب اندھیرے کی جگہ نور کا سیلاب آیا ہوا تھا اور وہی قیدی فرش پر خشوع و خضوع سے بیٹھا عرش بریں کی طرف نگاہیں اٹھائے خاموشی کی زبان میں کسی سے ہم کلام تھا۔

نواب دین کا بیان ہے کہ کال کوٹھڑی بقعۂ نور بن چکی تھی اور ایک نورانی صورت بزرگ مصلے پر بیٹھے ہوئے قیدی نمبر ۱۰۵ کے سر پر دست شفقت پھیر رہے تھے۔ نواب دین ان کی زیارت کے لئے کوٹھڑی کی سلاخوں کے قریب آیا ہی تھا کہ وہ مہمان بزرگ غائب ہو گئے۔ بس قیدی رہ گیا جو تسبیح و تہلیل میں مستغرق تھا اور جس کو علی الصبح تختہ دار پر لٹکایا جانا تھا۔ یہ خوش بخت انسان نبی کائنات، نبی اوّل الزمان و آخر الزمان، تاجدارِ حرم ﷺ کی بیداری میں زیارت کر رہا تھا۔ یہی نہیں آپؐ اس پر انتہا درجہ شفقت فرما رہے تھے، سبحان اللہ! سچ ہے

ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

(قیدی نمبر ۱۰۵ از ایم ایس ناز۔ ماہنامہ حکایت لاہور اکتوبر ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۴، حیات امیر شریعتؒ از جانباز مرزا صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۳) سے

اے شہید جذبۂ عشق محمد مصطفٰےؐ جا کہ تیرے منتظر ہیں خلد میں حور و ملک
جا کھڑے ہیں تیرے استقبال کو سارے نبیؐ تو نے عشق مصطفٰےؐ میں سر دیا ہے بیدھڑک
مرحبا صد مرحبا کس صبر و استقلال سے تو نے ناموس محمدؐ پر فدا کی جاں تلک
خوں کی ہولی کھیل کر تو نے ثابت کر دیا چرخ نیلی کے تلے زندہ ہیں مسلم اب تلک

۹۸۔ حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ کو کئی مرتبہ بحالت خواب و بیداری تاجدار کون و مکاں، سردار پیغمبراں ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا (اولیائے ملتان صفحہ ۷۵) اندرونِ پاک گیٹ، ملتان شہر میں آپ کا روضہ ہے۔ آپ حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد ہیں۔ ۹۵۲ھ میں اُچ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دور میں قزاقوں نے تباہی مچائی ہوئی تھی۔ بعمر ۵۸ برس ۲۳ شعبان ۱۰۱۰ھ۔ ہاتھی پر سوار جاتے تھے کہ ایک ڈاکو نے تیر مار کر شہید کر دیا۔ پندرہ سولہ برس بعد نعش اُچ سے ملتان منتقل کی گئی تو جسم بالکل صحیح سالم اور تر و تازہ تھا، جس کی ہزارہا لوگوں نے زیارت کی۔

۹۹۔ علامہ شیخ محمد بن طاہر محدث پٹنیؒ کو ۶ شوال ۹۸۶ھ کو شہید کیا گیا۔ شیخ یحیٰ

مجذوب مکیؒ نے اس جگر خراش واقعہ کے دن مکہ معظمہ کے بازار میں پٹن کے برہان خان بوہرہ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تم مولانا طاہر پٹنیؒ کو جانتے ہو؟ جواب دیا: ہاں۔ مجذوب نے ان کا ہاتھ چھوڑ کر چلنا شروع کر دیا۔ خان نے اس سے سوال کرنے کی وجہ دریافت کی۔ مجذوب نے کہا کہ اس گھڑی میں نے دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ایک شخص بیٹھا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے گنہگاروں کی جائے پناہ (ﷺ)! یہ کون شخص ہے؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''مولانا طاہر پٹنی، جنہوں نے ہماری محبت میں جان دی۔'' خان بوہرہ نے یہ خبر سن کر لوگوں میں مشہور کر دی۔ بعض لوگوں نے تاریخ لکھ لی۔ بعدہٗ مجذوب کی بات کی تصدیق کی گئی جو بالکل درست نکلی۔ (تذکرہ علامہ شیخ محمد بن طاہر محدث پٹنیؒ ترجمہ رسالہ مناقب موئفہ شیخ عبدالوہاب، اقصی القصنات اردو ترجمہ از پروفیسر مولانا سید ابو ظفر ندوی احمد آبادی صفحہ ۱۰۷)

جمال الدین آپ کا نام تھا۔ کاٹھیاواڑ، گجرات کی بوہرہ قوم سے تعلق تھا۔ سید محمد جونپوری جو اپنے آپ کو مہدی کہتا تھا، اس کے ماننے والوں نے آپ کو شہید کر دیا تھا۔

۱۰۰۔ حضرت عبداللہ بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن صالحؒ کا انتقال ہوا تو میں سفر پر تھا۔ جب واپس آیا تو ان کے بھائی حسن بن صالح کے پاس تعزیت کے لئے گیا۔ مجھے وہاں جا کر رونا آ گیا۔ وہ کہنے لگے کہ رونے سے پہلے ان کے انتقال کی کیفیت سنو، کیسے لطف کی بات ہے کہ جب ان پر نزع کی تکلیف شروع ہوئی تو مجھ سے پانی مانگا۔ میں پانی لے کر آ گیا۔ کہنے لگے: میں نے تو پانی پی لیا۔ میں نے دریافت کیا کہ کس نے پلایا؟ بولے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرشتوں کی بہت سی صفوں کے ساتھ تشریف لائے تھے، انہوں نے مجھے پانی پلا دیا۔ مجھے خیال ہوا کہ کہیں غفلت میں نہ کہہ رہے ہوں اس لئے پوچھا کہ فرشتوں کی صفیں کس طرح تھیں؟ بولے اس طرح اوپر نیچے تھیں اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کے اوپر کر کے بتایا۔

(فضائل صدقات حصہ دوم صفحہ ۷۲۸ از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری ثم مہاجر مدنیؒ)

۱۰۱۔ ایک دن بعد نمازِ مغرب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ نے مصنف کتاب ماسٹر لال دین اخگر سے فرمایا: ایک روز درسِ قرآن کے بعد ایک سادہ لباس آدمی ایک طرف کھڑا تھا۔ میں نے اس کے پاس جا کر دریافت کیا کہ آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟ اس نے میرا بازو پکڑ لیا اور مجھ کو پرے لے گیا اور پھر کہا: حضرت مولینا! آج آپ کے درس میں سارا وقت بیٹھا رہا ہوں۔ اس سے پہلے اور مساجد میں بھی درس سن چکا ہوں

مگر آپ کے درس میں ایک عجیب منظر دیکھا ہے۔ آپ جتنا عرصہ درس قرآن مجید میں مشغول رہے آپ کے دائیں بائیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت حضرت رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کھڑی رہی ہے۔ آپ جب کوئی فقرہ ختم کرتے تھے تو حضرت رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے تھے: ''صدقت، صدقت۔'' جب آپ نے درس قرآن ختم کیا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ (مقامات ولایت یعنی انوار ولایت حصہ دوم۔ سوانح شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی از ماسٹر لال دین اخگر۔ صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۲)

۱۰۲۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔ ایم اے۔ پی ایچ ڈی نے مجھے (موئف کتاب ہذا) خود یہ واقعہ سنایا جب میں کیمبل پور (پنجاب، پاکستان) کسی کام سے گیا تھا۔ فرمانے لگے ۱۹۶۰ء میں کیمبل پور میں ایک کیپٹن صاحب تھے۔ ان کی بارہ تیرہ سال کی صاحبزادی کوئی بارہ بجے دن اپنی کوٹھی کے ایک کمرے میں تنہا بیٹھی تھی کہ یکایک ایک نہایت حسین وجمیل شخص ظاہر ہوا۔ لڑکی نے گھبرا کر بھاگنا چاہا مگر اس نے اس کو پکڑ لیا اور تسلی وتشفی دے کر کہا کہ میں تم کو خوش خبری سنانے آیا ہوں کہ کل ٹھیک اسی وقت اسی کمرے میں تم سے ملاقات کرنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ، حضرت بی بی فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائیں گے، تم کل اسی وقت کمرے میں موجود رہنا، کوئی دوسرا تمہارے ساتھ نہ ہو۔ یہ کہہ کر وہ شخص غائب ہوگیا۔ بچی نے والدین سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ کیپٹن صاحب ڈاکٹر برق کے پاس آئے اور واقعہ کا تذکرہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا: یہ تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے جسے چاہے، جو چاہے جب چاہے، جتنا چاہے دے۔ میرا مشورہ صرف اتنا ہے کہ بچی کے پاس کسی قسم کی کوئی دُنیاوی چیز نہ ہو۔ دوسرے دن والدین نے لڑکی کو نہلا دھلا، صاف کپڑے پہنا، خوشبو لگا، وقت مقررہ پر کمرے میں داخل کر دیا۔ وقت معینہ پر کمرہ کی چھت ایک جانب سے شق ہوئی اور ایک سیڑھی برآمد ہوئی جس کے ذریعے یہ تینوں بزرگ اُتر کر تشریف لائے۔ رُخصت ہوتے وقت حضرت رحمتہ اللعالمین ﷺ نے لڑکی کی گود میں کچھ مٹھائی ڈال دی۔ پھر یہ تینوں بزرگ اسی راستے سے تشریف لے گئے۔ سیڑھی غائب ہوگئی اور چھت اپنی اصل حالت پر آگئی۔ بچی نے مٹھائی اپنے والد کو دی۔ والد نے مٹھائی ڈاکٹر صاحب کو پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس میں سے کچھ مٹھائی چکھی، بالکل عام مٹھائی جیسی تھی اور فرمایا کہ مجھے یقین تھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ ضرور کچھ نہ کچھ تحفہ اس بچی کو عطا فرمائیں گے۔ اس لئے میں نے کیپٹن صاحب سے کہہ دیا تھا کہ اس بات کی احتیاط کی جائے کہ بچی

کے پاس دُنیاوی قسم کی کوئی چیز نہ ہو۔ میرے دریافت کرنے پر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ کافی وقت گزر جانے کی وجہ سے مجھے کچھ یاد نہیں کہ بچی اور ان بزرگوں کے درمیان کیا گفتگو ہوئی۔ یہ بھی فرمایا کہ دنیا مافوق الفطرت واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہ واقعہ بھی بظاہر انہی میں سے ایک ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے اس واقعہ کے درست ہونے میں رمق برابر شک وشبہ نہیں اور میرا ایمان ہے کہ ایسا ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ثقہ قسم کے عالم اور بزرگ ہیں اور پوری احتیاط اور کامل اطمینان کے بغیر کسی چیز کو قبول نہیں کرتے۔

(سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ جلد اول صفحہ ۳۵۲ تا ۳۵۴)

۱۰۳۔ چکوال، ضلع جہلم کی طرف کے پیر سیدن شاہؒ (سکنہ پنڈ سوکہ) حضرت خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوریؒ (متوفی ۱۹۰۸ء) کے مرید تھے۔ خلافت ان کے فرزند حضرت ثانی خواجہ محمد مظفر علی شاہؒ (متوفی ۱۹۱۷ء) سے پائی تھی۔ ایک بار راقم سطور کو انہوں نے بتایا کہ جلال پور شریف میں جناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہؒ (متوفی ۱۹۶۶ء) کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ اپنے محل شریف میں سجادہ نشین تھے۔ فرمایا: شاہ جی مسجد کے اندر جائیں۔ میں فوراً چلا گیا۔ اندر داخل ہوا تو سبحان اللہ! خوبی قسمت کا کیا کہنا۔ حضور سرور کائنات ﷺ کا دربار لگا ہوا تھا۔ خلفائے راشدینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین موجود تھے۔ حضرت خواجہ پیر غلام حیدر علی شاہؒ، حضرت ثانیؒ اور خود حضرت سید محمد فضل شاہؒ بھی وہاں موجود تھے۔ بحالت بیداری دیدار اور قدم بوسی کی نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی۔ میں دربار میں نہایت ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ گیا۔ پیر سیدن شاہؒ نے بتایا کہ اس کے بعد قلبی کیفیات روز بروز متغیر ہوتی چلی گئیں اور یک لخت یقین کا درجہ بڑھ گیا۔ مرشد کامل نے رُوحانی ترقی کے لئے دربار رسالت (زید شرفاً) میں حاضر کر دیا تھا۔

(اقتباس از مقالہ ''پاک اور منزہ روحیں'' نوشتہ جناب ڈاکٹر ملک عبدالغنی یہ واقعہ ۱۹۴۰ء / ۱۳۵۹ھ کے آس پاس کا ہے)۔

۱۰۴۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یٰسین قدس سرہ مرض وفات میں دو ماہ تک ورم جگر اور کثرتِ اسہال کی شدید تکلیف اور بخار میں مبتلا رہے، مگر لاٹھی کے سہارے مسجد میں پہنچتے رہے۔ جب اس کی بھی سکت نہ رہی تو مجبوراً ۵۶ دن کی نمازیں گھر پر ہی ادا کرنی پڑیں۔ ایک روز مفتی صاحب سے فرمانے لگے کہ شفیع ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں یوں ہی دستوں میں ختم ہو جاؤں گا، مگر کچھ غم نہیں کیونکہ حدیث میں اس کو بھی شہادت فرمایا گیا ہے۔ شب جمعہ

مغرب کے وقت حالت نازک اور بالکل نزع کا سا عالم تھا۔ مفتی صاحب کی والدہ ماجدہ نے مفتی صاحب نے کہا کہ تم اس وقت مسجد نہ جاؤ، نماز مغرب یہیں ادا کرلو مگر جماعت کے عاشق والد ماجد نے حالت نزع میں فرمایا ''نہیں مسجد'' اور مفتی صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ جمعہ کو صبح صادق کے وقت مفتی صاحب کو اُٹھایا کہ جلدی کرو، میرے کپڑے اور بدن صاف کرنا ہے۔ مفتی صاحب نے اٹھایا تو معلوم ہوا کہ اعضا کی جان ختم ہو چکی ہے۔ اٹھاتے ہی آنکھیں چڑھ گئیں، حالت بدل گئی، لٹا دیا گیا۔ پھر کچھ سکون ہوا اور ذکر و توبہ و استغفار کرنے لگے پھر اچانک مفتی صاحب کی والدہ ماجدہ سے فرمایا ''رسولِ مقبول علیہ'' اتنے الفاظ تو سنے گئے، اس کے بعد کوئی کلمہ ایسا فرمایا کہ تشریف لائے یا اس کے ہم معنی، سمجھ میں نہیں آیا۔ نزع شروع ہو چکا تھا۔ کلمہ طیبہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ آواز ختم ہو گئی مگر زبان کی حرکت باقی رہی، بالآخر چند منٹ میں ان سب حرکات کو ہمیشہ کے لئے سکون ہو گیا اور آپ کی اس دعا کی مقبولیت ظاہر ہو گئی جو اکثر پڑھا کرتے تھے: ؎

جب دم واپسیں ہو یااللہ لب پہ ہو لا الہ الا اللہ

آپ نے دیوبند میں ۹ صفر ۱۳۵۵ھ کی صبح بروز جمعہ بعمر ۷۳ سال وصال فرمایا۔ دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی، بھارت) کے مشہور عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۸۲ھ میں ولادت ہوئی۔ تاریخی نام ''افتخار'' سے ظاہر ہے کہ آپ دارالعلوم دیوبند کے ہم عصر تھے، جس کا قیام ۱۲۸۳ھ میں وجود میں آیا تھا۔ دارالعلوم کے دورِ اول کے اساتذہ آپ کے استاد تھے۔ حکیم عبدالوہاب ''حکیم نابیناؒ''، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا حافظ محمد احمدؒ (حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ بانیٔ دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے) بطور خاص آپ کے ہم درس تھے۔ چالیس برس سے زیادہ دارالعلوم دیوبند میں عربی و فارسی پڑھائی۔ (ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی کی خصوصی اشاعت بیاد مفتی محمد شفیع قدس سرہٗ صفحہ ۸۸ تا ۹۴ سے ماخوذ، ''میرے والد ماجد'' از مولانا مفتی محمد شفیع صفحہ ۱۰۷ تا ۱۰۹)

۱۰۵۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنیؒ اپنی ''آپ بیتی'' حصہ اوّل کے صفحہ ۱۸ پر بیان کرتے ہیں کہ ۱۳۴۲ھ میں میری حقیقی پھوپھی (بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ کی حقیقی ہمشیرہ) سخت علالت کے بعد انتقال فرما گئیں۔ ان کے انتقال کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ بہت سخت بیمار تھیں، اشارہ سے نماز پڑھتی تھیں۔ اسہال کبدی کئی دن سے تھے کہ بوقت صبح صادق دوشنبہ ۲۴ شعبان ۱۳۴۲ھ کو انہوں نے یکدم مجھے آواز دی۔ میں جاگ ہی رہا تھا۔ فرمایا کہ مجھے جلدی بٹھا، تو پیچھے

سہارا لگا دے۔ مجھے خیال ہوا کہ اذان کا وقت ہوگیا، مبادا اس میں دیر ہو جائے۔ میں نے ایک دوسرے عزیز کو اشارہ کیا۔ وہ جلدی سے بیٹھ گئے۔ انہوں نے جلدی میں فرمایا کہ تو بیٹھ، حضور (ﷺ) تشریف لے آئے اور اپنے ہاتھ سے کوٹھے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا کہ حضور (ﷺ) تشریف لے آئے اور یہ کہتے ہی گردن پیچھے کو ڈھلک گئی۔ رحمہا اللہ رحمتہ واسعۃ

(آپ بیتی، مکتبہ رشیدیہ)

شیخ الحدیثؒ کی دادی صاحبہ حافظہ تھیں۔ قرآن بہت اچھا یاد تھا۔ ایک منزل روز کا معمول تھا۔ رمضان شریف میں ۴۰ پارے روز کا عمل تھا۔ شیخ الحدیثؒ کے دادا حضرت مولانا محمد اسمٰعیلؒ نے بعمر ۶۰ سال ۴ شوال ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۸ء میں وصال فرمایا۔ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ جنازے پر اتنا ہجوم تھا کہ کاندھے کی سہولت کے لئے بانس باندھے گئے۔ اس کے باوجود دہلی سے نظام الدین تک (تقریباً ساڑھے تین میل) بہت سوں کو کاندھے کا موقع ہی نہ ملا۔ مختلف العقیدہ اور مختلف الخیال لوگ جنازے میں شریک تھے، جو آپ کی مقبولیت کی علامت تھی۔ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے بار بار نمازِ جنازہ پڑھائی گئی جس کی وجہ سے دفن میں تاخیر ہوگئی۔ اس عرصہ میں ایک صاحبِ ادراک بزرگ نے دیکھا کہ مولانا محمد اسماعیلؒ فرما رہے ہیں کہ مجھے جلدی رُخصت کر دو، میں بہت شرمندہ ہوں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ مع صحابہؓ میرے منتظر ہیں۔ مسجد بنگلہ والی، واقع بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ دہلی کے گوشہ میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

(حالات مشائخ کاندھلہ صفحہ ۲۱۴ تا ۲۱۵، سیرت مولانا محمد الیاسؒ صفحہ ۳۸ تا ۴۰)

۱۰۶۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنی ابن حضرت علامہ محمد یحییٰ کاندھلوی قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت شب ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ بعد تراویح بمقام کاندھلہ ہوئی۔ ۱۳۳۵ھ ہجری کو جامعہ مظاہر العلوم، سہارنپور میں مدرس ہوئے اور ۱۳۴۵ھ میں شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد سہارنپوری ثم مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی طرف سے چاروں سلسلوں میں بیعت و ارشاد کی اجازت ملی۔ آپ کی تصانیف و تالیفات کی تعداد ایک سو کے قریب ہے، جن میں بیشتر کے ترجے غیر ملکی زبانوں میں ہو چکے ہیں اور ان کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔ ان کتابوں کو کوئی بھی شائع کر سکتا ہے۔ دن رات کے ۲۴ گھنٹوں میں کوئی ایسا لمحہ نہیں گزرتا کہ جب دنیا میں کہیں نہ کہیں آپ کی تصانیف بالخصوص تبلیغی نصاب اور کتب فضائل نہ پڑھی جاتی ہوں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کے اشارے پر سعودی حکومت نے آپ کو مدینہ طیبہ میں اقامت کی خصوصی

اجازت مرحمت فرمائی۔ ۲۴ مئی ۱۹۸۳ء بمطابق یکم شعبان ۱۴۰۲ھ کو وہیں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

۲۳ صفر ۱۴۰۱ھ / ۲۹ دسمبر ۱۹۸۰ء مغرب کے بعد صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے بعد مولینا عبد الحفیظ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی طرف سے صلوٰۃ و سلام عرض کیا اور صحت کے لئے درخواست کی بمقام مواجہ شریف (مسجد نبویؐ) تو حضرت اقدس واکرم وافضل محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ان کے لئے تو ہم خود دعا کرتے ہیں، ان کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں۔" پھر جیسے دعا وغیرہ میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ حضور انور ﷺ کی دائیں جانب ایک گلدستہ ہے جس میں دس بارہ پھول قسم قسم کے ہیں۔ ایک پھول ان میں سے ذرا بڑا اور اُبھرا ہوا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس بڑے پھول کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "یہ (حضرت شیخ) ہمارے گلدستہ کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ خوشبودار پھول ہیں۔" (بہجۃ القلوب صفحہ ۲۶ تا ۲۷ از محمد اقبال)

اس کتاب کی تیاری کے دوران تصوف کی بہت سی اصطلاحات میرے سامنے آئیں مثلاً عالم معاملہ، عالم مثال، عالم واقعہ، عالم شہادت، عالم ارواح، عالم اجسام، عالم غیب اور عالم بیداری وغیرہ وغیرہ۔ میں نے جو ان کی کھوج کی کوشش کی تو دماغ پریشان ہو گیا پس اس بھاری پتھر کو چوم کر چھوڑ دیا۔ اعتراف ہے کہ یہ میرے بوتے کا روگ نہیں۔ ویسے بھی میں ایک حقیقت پسند انسان ہوں اور تصوف کی بھول بھلیوں سے کوسوں دور۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوھیؒ اپنی کتاب "امداد السلوک" میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب غیبی معاملات کے حقائق میں کسی مضمون کے منکشف ہونے کا اتفاق ہوتا ہے تو اس وقت اگر سالک سونے اور جاگنے کی بین بین حالت میں ہو تو صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اس کشف کو واقعہ کہتے ہیں اور عین بیداری اور حضور میں ہو تو مکاشفہ اور اگر سویا ہوا ہو تو رویائے صالحہ۔ خواب جھوٹ بھی ہو سکتا ہے لیکن مکاشفہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے، جس کی بے شمار مثالیں ہیں مثلاً مکاشفہ فاروقی مشہور ہے کہ "نہاوند" کی جنگ کا نقشہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے ظاہر ہو گیا اور وہیں سے آپ نے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایات عطا فرمائیں اور حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سن لی اور ہدایات کے مطابق عمل کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا۔

اپنی جانب سے میں نے کوشش کی ہے کہ صرف عالم بیداری کے واقعات بیان کیے جائیں اور کثیر تعداد میں واقعات جن میں شبہ تھا رد کر دیئے ہیں۔

۱۰۷۔ مولانا مفتی الٰہی بخش نشاطؒ ۱۱۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور بعمر ۸۲ سال ۱۵ جمادی الثانی ۱۲۴۵ھ میں وصال فرمایا۔ بمقام کاندھلہ (ضلع مظفر نگر۔ یوپی، بھارت) اصل وطن جھنجھانہ (ضلع مظفر نگر) تھا، جہاں سے کاندھلہ آبسے تھے۔ آپ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے تین عزیز ترین اور قابل ترین شاگردوں میں سے ایک تھے۔ یوں تو کاندھلہ میں بے شمار عظیم المرتبت انسان پیدا ہوئے مگر مفتی صاحبؒ کا جواب نہیں۔ آپ ہر فن میں کامل تھے۔ مولانا حکیم محمد اشرفؒ، مولانا مفتی الٰہی بخشؒ، مولانا محمد مظفر حسینؒ، مولانا محمد الیاسؒ (بانی تبلیغی جماعت)، مولانا محمد یوسفؒ (تبلیغی جماعت)، مولانا احتشام الحسن (تبلیغی جماعت)، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا محمد مالک (جامعہ اشرفیہ، لاہور) وغیرہ یہ سب ایک ہی صدیقی خاندان کے بزرگ ہیں اور ایک درویش کی دعا کے مطابق معلوم ہوتا ہے اس خاندان میں قیامت تک جید علماء حق پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس خاندان کی خواتین بھی دینی علوم کی ماہر و تہجد گزار ہیں۔ اس خاندان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ خاندانی معاملات میں کبھی کچہری عدالت کی نوبت نہیں آتی۔

حضرت مولانا سید محمد قلندر شاہؒ ساکن جلال آباد (ضلع مظفر نگر) جامع علوم ظاہری و باطنی حضرت مولانا مفتی الٰہی بخشؒ کے مشہور شاگرد اور خلیفہ ہوئے ہیں۔ آپ بحالت بیداری حضور سید الوجود ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے تھے۔ آپ کی صاحبزادی کا عقد تھا۔ تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ تاریخ سے چند روز قبل حضرت رسول اعظم و اکبر ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا: ''ہمارے پاس آؤ۔'' یہ خواب دیکھتے ہی نکاح کا ولی دوسرے شخص کو مقرر کیا اور خود مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ۱۲۶۰ھ میں وصال فرمایا۔

مفتی صاحبؒ کے وصال کے بعد بھی اکثر کاندھلہ آتے تو پاسِ ادب سے برہنہ پا رہتے۔ وہاں آکر سیدھے قبرستان جاتے اور دیر تک مفتی صاحبؒ کی قبر مبارک پر مراقب رہنے کے بعد قصبے میں آکر متعلقین سے ملاقات کرتے۔ بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاسؒ جب بھی کاندھلہ تشریف لاتے تو اس قبرستان میں ضرور جاتے اور فرماتے اس قبرستان کے بزرگ اب بھی مخلوق خدا کی وہ خدمت انجام دے رہے ہیں، جو موجودہ زندہ بزرگوں سے بھی نہیں ہو رہی۔

حضرت مولانا مفتی الٰہی بخشؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا ابوالحسنؒ

تھے۔ تمام کمالاتِ ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کئے تھے۔ طب میں بے نظیر اور تمام علوم میں ممتاز تھے، نظم و نثر خوب لکھتے تھے، خصوصی شغف حمد و نعت سے تھا۔ ۱۲۶۹ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹے مولانا نورالحسن تھے۔ ایک روز عالم محویت میں گھر کے باہر دروازے پر نعت پڑھ رہے تھے۔ دروازے کے سامنے مسجد میں حضرت مولانا سید محمد قلندر شاہؒ تشریف فرما تھے۔ وہ مسجد سے آئے اور باادب دروازے کے چبوترہ پر کھڑے ہو گئے۔ مولانا ابوالحسنؒ کو جب ان کی آمد کا علم ہوا تو خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد شاہ صاحبؒ مسجد میں لوٹ گئے۔ مولینا نے پھر وہی نعت شروع کر دی۔ شاہ صاحبؒ پھر دروازہ کے باہر آکر مؤدب کھڑے ہو گئے۔ چند بار جب اسی طرح ہوا تو مولانا نے شاہ صاحبؒ سے تشریف لانے اور باادب کھڑے ہونے کا سبب دریافت کیا۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ تم جب نعت پڑھنی شروع کرتے ہو تو میں حضرت محبوبِ رب العالمین ﷺ کو دروازہ کے پاس جلوہ افروز دیکھتا ہوں۔ اس لئے بارگاہِ نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں دست بستہ آکھڑا ہو جاتا ہوں۔

(حالات مشائخ کاندھلہ از مولانا احتشام الحسن کاندھلوی صفحہ ۱۳۶)

۱۰۸۔ حالات مشائخ کاندھلہ کے مصنف مولانا احتشام الحسن بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاسؒ کے ماموں زاد بھائی، برادر نسبتی (سالے) اور خلیفہ ہیں۔ مولانا احتشام الحسن کے بھائی مولینا حافظ محمد نجم الحسن تھے جنہوں نے قرآن مجید حفظ کر کے ابتدائی ضروری تعلیم کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کی اور چند سال انگریزی ملازمت کر کے چھوڑ دی۔ شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ سے بیعت ہوئے اور پھر یادِ الٰہی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اچانک آپ کو کاندھلہ میں بخار آیا جو تیز سے تیز تر ہوتا چلا گیا۔ شدتِ مرض میں بار بار فرمایا: ''خالہ تم پریشان نہ ہو، حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔'' اسی حال میں ۱۰ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ م ۱۹۱۸ء بروز جمعہ رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ بعد نماز جمعہ دفن کئے گئے۔ جنازہ پر اس قدر ہجوم تھا کہ ایسا جنازہ کاندھلہ میں اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔ عرصہ تک ہندو اور مسلمانوں میں آپ کی جدائی کا چرچا رہا۔ اپنے والد ماجد مولانا حافظ رؤف الحسنؒ کی زندگی میں وصال فرمایا جو مولانا ضیاء الحسن کے بیٹے تھے اور وہ مولانا نورالحسنؒ کے صاحبزادے تھے، جن کا عالم یہ تھا کہ بے اختیار زبان پر درود شریف جاری رہتا تھا، یہاں تک کہ بیت الخلا میں زبان کو دانتوں سے دبائے رکھتے تھے کہ ایسا نہ ہو درود شریف منہ سے نکل جائے۔ (حالات مشائخ کاندھلہ صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۰)

۱۰۹۔ خواجہ غفور احمد صاحب ''دیارِ حبیبؐ میں'' کی آخری قسط میں فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں دوران قیام چھ روز مجھے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ کی صحبت حاصل رہی۔ مولانا نے ان ملاقاتوں کے دوران ایک دن فرمایا ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں مگر آپؐ کی اس زندگی کا ہمیں شعور اور ادراک نہیں۔ پھر فرمایا سرکار (ﷺ) اپنے مہمانوں کے آرام کا خود خیال رکھتے ہیں اور اپنے خاص اُمتیوں کے قیام و آسائش کی آپؐ کو فکر ہوتی ہے۔ یہاں مدینہ طیبہ میں آپؐ ہی کا حکم چلتا ہے اور آپؐ خود ہی فیصلہ فرماتے ہیں کہ آپؐ کا کون سا مہمان کہاں قیام کرے گا؟ میں نے اپنی ان آنکھوں سے بڑی سرکار (ﷺ) کو یہ انتظام کرتے اور اس کا حکم دیتے دیکھا ہے۔ کیا قسم کھا کر یہ الفاظ دہراؤں؟ یہ سن کر خواجہ صاحب کانپ اٹھے اور عرض کیا: نہیں حضرت میں یقین کرتا ہوں۔ اس کے باوجود اللہ کی قسم کھا کر مولانا نے وہی الفاظ دُہرائے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں پہلے ہی جان گیا تھا کہ مولانا بڑے عالی مرتبت بزرگ ہیں، لیکن اس بات کے بعد تو شک کرنا ظلم اور گناہ ہوتا۔ یہ گفتگو اپریل ۱۹۶۵ء کی ہے۔ اسی سال ۲۹ اکتوبر مطابق ۳ رجب ۱۳۸۵ھ بروز جمعہ حضرت نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور اپنی دیرینہ خواہش کے مطابق جنت البقیع میں جگہ پائی۔ (ماہنامہ اردو ڈائجسٹ، لاہور جولائی ۱۹۸۱ء صفحہ ۱۰۸ تا ۱۰۹)

حضرت مولانا سید بدر عالمؒ کا وطن میرٹھ (یوپی، بھارت) تھا۔ بدایوں میں ۱۳۱۶ھ میں پیدا ہوئے، جہاں آپؐ کے والد حاجی تہور علی پولیس انسپکٹر تھے۔ ابتدائی تعلیم الہ آباد کے انگریزی سکول میں پائی جس کی وجہ سے مولانا انگریزی سے بھی خوب واقف تھے۔ ۱۳۳۹ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور ۱۳۴۰ھ میں یہیں مسند تدریس پر فائز کئے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں کراچی تشریف لائے اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے قائم کردہ دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار (سندھ) میں استاد حدیث اور نائب مہتمم مقرر کئے گئے۔ ۱۳۷۲ھ میں مدینہ طیبہ ہجرت ثانی کی۔ فیض الباری (چار ضخیم جلدوں میں بزبان عربی) ترجمان السنۃ، جواہر الحکم اور کئی دوسری تالیفات آپ کے قلم فیض رقم کی یادگار ہیں۔ آپ کے صاحبزادے حافظ سید آفتاب احمد آج کل مدینہ طیبہ کی اہم شخصیت ہیں۔

(اکابر علماء دیوبند کے حالات و کمالات از حافظ محمد اکبر شاہ بخاری۔ صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۸ سے ماخوذ)

۱۱۰۔ ملک کے معروف مجاہد ایڈووکیٹ جناب رشید مرتضیٰ قریشی (درس میاں وڈا، لاہور) کی ایک قریبی بزرگ خاتون نے ۱۹۶۵ء میں جب ہندو پاک جنگ عروج پر

تھی، ایک شب خواب میں حضرت ہادی دارین، مقدر گر آفاق ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ یہ خاتون (جن کو نام ونمود اور شہرت سے گریز ہے اور اسی لئے میں ان کے نام کا اظہار نہیں کر سکتا) ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئیں۔ بعدہ مدینہ منورہ حاضری دی۔ مسجد نبوی (صلی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) کے اندر باب عثمان والے بلاک میں جو خواتین کے لئے مخصوص ہے، ایک روز یہ خاتون نماز کے بعد وظائف میں مشغول تھیں کہ دیکھتی کیا ہیں کہ حضرت فخر نوع انسانی، محبوب سبحانی، نوریزدانی، ظل رحمانی ﷺ عین اسی صورت اور ہیئت مبارک کے ساتھ بحالت بیداری نظروں کے سامنے جلوہ گر ہیں، جس شکل و صورت اور ہیئت مبارک میں آپؑ کو ۱۹۶۵ء میں بحالت خواب دیکھ چکی تھیں۔ (غیر مطبوعہ)

۱۱۱۔ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ شوال ۱۲۴۸ھ بمطابق ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے اور بمقام دیو بند ۱۳ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ بمطابق ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء کو وصال فرمایا۔ تاریخی نام "خورشید حسین" تھا۔ سلسلہ نسب قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ مدرسہ عربیہ، دیو بند (یوپی، بھارت) جو اب پوری دنیا میں دار العلوم دیو بند (دیو بند اسلامک یونیورسٹی) کے نام سے مشہور ہے، آپ نے اس کی بناء ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ بمطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء کو ڈالی تھی۔ بعض مفسدہ پردازوں نے حکومت ہند کو یہ درخواست دی کہ حضرت مولانا نانوتویؒ نے دیو بند میں ایک مدرسہ گورنمنٹ کے مقابلے پر کھولا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ سرحد کے لوگوں سے تعلقات پیدا کر کے گورنمنٹ سے جہاد کیا جائے۔ یہ مدرسہ خفیہ طور پر طلبا کو قواعد جنگ کی تعلیم دیتا ہے اور ہندوستان پر چڑھائی کرنے کے لئے کابل کو تیار کر رہا ہے۔ ہم حکومت کے خیر خواہ ہیں، مطلع کرتے ہیں کہ وہ ہوشیار رہے۔ حکومت نے فوراً تفتیش کے احکامات جاری کر دیئے۔ تفتیش کے مراکز نانوتہ، رام پور اور جلال پور قرار پائے اور دیو بند کو صدر مقام بنایا گیا۔ حکام نے دورے کئے اور بعض نے دیو بند میں حضرت نانوتویؒ کی زیارت کے لئے مسجد میں آنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی کہ جوتے اُتار کر آئیں۔ حاکم آیا، بیٹھا نہیں بلکہ نہایت ادب سے چپ چاپ حضرتؒ کے سامنے کھڑا رہا۔ واپس جا کر اس نے حکومت ہند کو رپورٹ دی کہ جو لوگ ایسی مقدس صورتوں پر نقص امن اور غدر و فساد کا الزام لگاتے ہیں، وہ خود مفسد ہیں اور یہ محض چند مفسدوں کی شرارت ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں اور اپنی ردائے مبارک میں ڈھانپ کر مجھے کبھی اندر لاتے ہیں اور کبھی باہر لے جاتے ہیں اور سوتے جاگتے اکثر اوقات یہی منظر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ سب نے یہ سمجھا کہ مفسدہ پردازی اور شر سے تحفظ منظور ہے، لیکن حضرت مولینا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مولانا کی عمر ختم ہو چکی ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو یہ دِکھلانا منظور ہے کہ جب لوگ اپنے ہو کر ایسے مفسد ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے مقدس بندوں پر الزام لگانے سے نہیں شرماتے تو ہم بھی ایسی ہستی کو اب ایسے لوگوں میں نہیں رکھنا چاہتے کہ یہ اس قابل نہیں۔ چنانچہ حضرت نانوتویؒ اس واقعہ کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہے اور قریب ہی زمانہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔

(حکایات اولیاء جمع کردہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ صفحہ ۲۵۱ تا ۲۵۲)

۱۱۲۔ مدینہ منورہ میں قبلہ جنوب کی جانب ہے۔ گنبد خضرا مشرقی گوشے میں واقع ہے۔ مغرب کی جانب باب الرحمۃ کے متصل دالان میں شیخ الاسلام حضرت مولینا سید حسین احمد مدنیؒ درس دے رہے تھے۔ گنبد خضرا کی جالیاں سامنے تھیں۔ تلامذہ میں سے ایک کو ''حیات النبی ﷺ'' کے متعلق کافی شکوک تھے۔ دورانِ درس انہوں نے ایک بار جو نظر اٹھا کر دیکھا تو نہ قبہ خضرا تھا نہ جالیاں، بلکہ خود سید البشر حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کچھ کہنا چاہا (شاید دوسرے طلباء کو متوجہ کرنا چاہتے ہوں) کہ حضرت مدنیؒ نے اشارہ سے انہیں منع فرما دیا۔ اب جو دیکھتے ہیں تو پھر تمام چیزیں اپنی پہلی حالت پر موجود تھیں۔ شیخ الاسلامؒ نمبر، صفحہ ۴۰ پر مولانا احمد حسین صاحب لاہرپوری نے حضرت شیخ الاسلامؒ پر جو مضمون لکھا ہے، اس میں یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ (سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ حصہ اول صفحہ ۳۴۴ تا ۳۴۵، شیخ الاسلام کی زندگی کے حیرت انگیز واقعات صفحہ ۳۱)

۱۱۳۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی فرماتے ہیں کہ ایک روز دورانِ قیام مدینہ طیبہ (زید شرفًا) میں اشعار کی ایک کتاب دیکھ رہا تھا، اس میں ایک مصرع تھا:

ع ہاں اے حبیبؐ رُخ سے ہٹا دو نقاب کو

مجھے یہ اس وقت بہت بھلا معلوم ہوا۔ میں مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور مواجہ شریف میں بعد اَدائے آداب وکلمات مشروعہ انہی الفاظ کو پڑھنا اور شوقِ دیدار میں رونا شروع کر دیا۔ دیر تک یہی حالت رہی جس پر یہ محسوس ہونے لگا کہ مجھ میں اور جناب رسالت مآب ﷺ میں کچھ حجاب دیواروں اور جالیوں وغیرہ کا نہیں اور آپؐ کرسی پر سامنے جلوہ افروز

ہیں۔ آپؐ کا چہرۂ انور سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔ (نقش حیات حصہ اول، صفحہ ۹۲)

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ کو اپنے آبائی وطن موضع الہداد پور قصبہ ٹانڈہ، ضلع فیض آباد (یوپی، بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ بروز جمعرات بعد نماز ظہر بمقام دیوبند داعی اجل کو لبیک کہا۔ حسینی سید تھے۔ والد ماجد حضرت مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادیؒ کے خلیفۂ خاص تھے۔ حضرت گنج مراد آبادیؒ کے وصال کے بعد والد ماجد مع خاندان مدینہ منورہ منتقل ہو گئے۔ حضرت مدنیؒ نے عرصہ دراز تک حرم نبوی (زید شرفاً) میں درس دیا۔ کمالاتِ علمیہ و رُوحانیہ میں بے مثل تھے۔ آپ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن (آپ کا اسم گرامی محمود الحسن نہیں بلکہ محمود حسن ہے۔ سب سے پہلے اس طرف میری توجہ جناب اقبال الدین احمد صدیقی نے مبذول کرائی جس کے لئے میں ان کا ممنون ہوں۔ اس کے بعد میں نے اپنے طور پر تحقیق کی اور مطمئن ہونے کے بعد پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ بات تحریر کر رہا ہوں) کے محبوب شاگرد تھے۔ آپ کو بھی اُستاد سے عشق کے درجہ پر محبت تھی۔ جب حضرت شیخ الہندؒ اسیر مالٹا ہوئے تو آپ بھی پورے عرصہ اُستاد کے ہمراہ مالٹا میں رہے، حالانکہ حکومت ہند نے آپ کو اسیر نہیں کیا تھا۔

۱۹۲۷ء میں جمیعتہ العلمائے ہند کا جو اجلاس پشاور میں ہوا تھا، اس میں امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے جو معرکۃ الآرا خطبہ دیا تھا، وہ ۸۷ صفحات پر مشتمل اور ۲۸ عنوانات کے تحت پھیلا ہوا تھا۔ اس میں آپ نے واضح طور پر فرمایا تھا کہ اسلامی قومیت کی بنیاد رابطہء دینی اور اُخوتِ مذہبی ہے۔ اسلامی اقوام واُمم میں بجز قوم عرب، قوم ترک اور قوم افغانستان کے جو بحیثیت نسل بھی مسلمان ہیں اور کوئی قوم بحیثیت نسل اسلام میں منحصر نہیں، بلکہ ہر ملک کی ہر قوم میں مسلم وغیر مسلم دونوں ہیں اس لئے اسلامی قومیت کا مدار اتحادِ نسل یا اتحادِ وطن پر نہیں ہو سکتا، بلکہ اسلامی قومیت کی زندگی و بقا صرف دین و مذہب اور ملت کے احیاء و بقاء پر منحصر ہے۔

بالکل یہی بات آپ کے ہم عصر اور ساتھی حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے دہلی میں اپنی ایک تقریر میں کہی تھی کہ اگرچہ دنیا میں قومیت وطن سے بنتی ہے، مگر اسلام اس نظریہ کی مخالفت کرتے ہوئے اساسِ قومیت، اُخوتِ دینی و مذہبی کو قرار دیتا ہے۔ اس تقریر کی قصداً یا سہواً غلط رپورٹنگ نے بڑا فتور پھیلایا۔ بتایا یہ گیا کہ مولانا مدنیؒ قومیت کی بنیاد وطن کو قرار دے رہے ہیں جس پر حضرت علامہ اقبالؒ نے اپنا مشہور

قطعہ کہا اور یہ مسئلہ اخبارات میں سب وشتم کا موضوع بن گیا۔ اس پر حضرت علامہ انور شاہؒ کے ایک شاگرد نے طالوت کے نام سے دونوں اکابر سے خط وکتابت اور طویل مراسلت کے بعد شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ کو مولانا مدنیؒ کے خیالات اور اصل ارشادات سے مطلع کیا۔ جس پر حضرت علامہ اقبالؒ نے اس قطعہ سے اپنی برأت کا اعلان کرتے ہوئے اپنے کلام کے ناشرین کو حکم دیا کہ آئندہ ان کے کلام میں یہ اشعار شامل نہ کئے جائیں، مگر علامہؒ کی خواہشات وتصریحات کے باوصف وہ قطعہ برابر شریک اشاعت کیا جارہا ہے (ماخوذ صفحہ ۲۱۲ از نقش دوام یعنی حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے سوانح اور علمی و عملی شاہکار وغیرہ کا جائزہ از مولانا انظر شاہ مسعودی)۔

قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل حضرت مدنیؒ سلہٹ پہنچے۔ جن بزرگ کے یہاں قیام تھا، ایک رات تہجد کے وقت حضرت مدنیؒ نے ان سے فرمایا کہ آج عالم بالا میں ہند کی تقسیم کا فیصلہ ہو کر پاکستان کے وجود میں آنے کا بھی فیصلہ ہوگیا ہے۔ یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ جب یہی سب کچھ ہے تو اب پاکستان کے خلاف مہم میں حصہ لینے سے کیا فائدہ؟ اس پر مولانا مدنیؒ نے فرمایا کہ یہ فیصلہ تقدیر کا ہے، جبکہ ہم اپنی تدبیر میں مسلسل لگے رہیں گے۔ معلوم ہوا کہ عذرِ تقدیر سعی تدبیر کے لئے موت کا اعلان نہ ہونا چاہیے۔
(ماخوذ از نقش دوام صفحہ ۲۴۳)

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب پاکستان معرضِ وجود میں آگیا تو یہی حضرت مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ تھے، جنہوں نے فی الفور پاکستان کی مخالفت ترک کر کے چن چن کر قابل مسلمانوں کو بھارت سے پاکستان بھیجنا شروع کیا اور فرمایا کہ قیام پاکستان کے وقت تک مخالفت تھی۔ اب جب کہ وہ وجود میں آگیا ہے تو اس کی عزت وحرمت مثل خانۂ خدا کے ہے، اب اس کو ہر صورت قائم رکھنا ہے اور اسے مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے لیے ہر ممکن سعی اور کوشش کرنی ہے۔ جنگ آزادی ہند میں مولانا مدنیؒ صف اول کے لیڈر تھے۔ دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس اور ناظم تعلیمات کی حیثیت سے ۳۲ سال خدمت انجام دی۔ "نقش حیات" دو جلدوں میں آپ کی سوانح حیات ہے جو پُر از معلومات تاریخی دستاویز بھی ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

۱۱۴۔ مئی ۱۹۸۲ء کو میں رشید بھائی کی علالت کی خبر سن کر آپ سے ملنے سکھر گیا۔ ایک روز فرمانے لگے "سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ" کے بعد اب کون سی کتاب لکھ رہے ہو؟ میں نے جواب دیا "زیارتِ نبیؐ بحالتِ بیداری۔" یہ سن کر چونک پڑے اور

فرمایا: کاش مجھے علم ہوتا تو زیادہ تفصیلات یاد رکھنے کی کوشش کرتا، بہر حال جتنا یاد ہے سنو۔ میں بسلسلہ ملازمت اورئی (ضلع جاون۔ یوپی، بھارت) میں تھا کہ ۲۸-۱۹۲۷ء میں وہاں علامہ واسدیو تشریف لائے۔ عمر ۴۵-۴۰ برس کے قریب ہوگی۔ دراز قد، گورے چٹے، چھریرہ بدن، شرم و حیا کے پیکر، لمبی ڈاڑھی، نورانی چہرہ، لمبا کرتا، تہ بند، سر ہر وقت ڈھکا رہتا تھا۔ غرض کوئی دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپ نومسلم ہیں۔ ہمیں ان کا اسلامی نام نہیں معلوم، ہم سب ان کو علامہ واسدیو کہتے تھے۔ کوئی ایک ہفتہ اورئی میں قیام فرمایا۔ ہندوؤں کو بلا کر ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ کیوں بیوقوف بنے ہوئے ہو اور سچائی کیوں اختیار نہیں کرتے؟ دیکھو فلانے وید میں پانچ ہزار سال قبل واضح الفاظ میں حضرت نبی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری کی پیشین گوئی مع علامات و اوصاف آج بھی موجود ہے۔ مسلمانوں میں چھوٹے چھوٹے پمفلٹ تقسیم کئے اور فرمایا کہ میں سوامی شاردھانند کا داماد ہوں۔ (مشہور ہندو آریہ سماج لیڈر اور شدھی تحریک کا بانی، جس نے اپنی ایک کتاب میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے متعلق توہین آمیز کلمات لکھے تھے، جنہیں پڑھ کر اٹاوہ (یوپی) کے ایک خوش نویس غازی عبدالرشید جو دہلی میں کتابت کا کام کرتے تھے، نے ۱۹۲۲ء میں اسے واصل جہنم کر دیا تھا اور خود ناموس رسول اللہ ﷺ کے تحفظ کی خاطر تختہ دار پر چڑھ گئے تھے)۔ انگلستان سے جب بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے دہلی آیا تو میرے سسر نے میرے سپرد یہ کام کیا کہ میں اسلام کے خلاف کتابیں لکھوں (آپ انگریزی، اردو، فارسی، عربی، ہندی اور سنسکرت پر کامل عبور رکھتے تھے اور ہندومت اور اسلام کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہوا تھا)۔

جاڑے کی ایک سرد رات تھی۔ رات کے بارہ بجے میں مکان کی تیسری منزل میں بیٹھا اسلام کے خلاف زہر اُگلنے میں مصروف تھا۔ میز کرسی کے اوپر بلب روشن تھا۔ تحریر کے دوران کلمہ طیبہ آیا جس پر میں نے نہایت بیہودہ انداز میں روشنی ڈالنی شروع کی۔ یکدم بلب کی روشنی مدھم پڑ گئی اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میرے رُوبرو ایک نہایت نورانی بزرگ ایستادہ ہیں۔ میں کانپ گیا اور گھبرا کر دریافت کیا کہ آپ کون ہیں، یہاں تک کیسے پہنچے؟ جس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میں وہی ہوں جس کا تم تذکرہ کر رہے ہو، اگر مجھے نہیں مانتے تو برا بھلا بھی مت کہو۔" اور یہ فرما کر غائب ہو گئے۔ سخت جاڑے کے باوجود میں پسینے میں شرابور ہو گیا اور میرے خیالات میں انقلاب آ گیا۔ صبح کا انتظار کرنے لگا۔ جوں ہی اذان کی آواز سنی، مسجد میں جا کر امام

صاحب کے دست مبارک پر مسلمان ہو گیا اور علی الصبح دہلی سے پنجاب کی طرف روانہ ہو گیا، کیونکہ ہندو مسلم فساد کا خطرہ تھا۔ پنجاب آکر بیوی کو خط لکھا، مگر اس نے مسلمان ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ علامہ کے اس زمانے میں دو چھوٹے بیٹے تھے۔ پنجاب میں تبلیغ میں مشغول ہو گئے اور بہت کامیاب ہوئے۔ ایک نوجوان اور ایک عالم ہر وقت ان کے ساتھ رہنے لگے۔ پنجاب کے ایک شہر میں ایک دوپہر یہ تینوں حضرات فٹ پاتھ پر چلے جا رہے تھے کہ یکایک وہی رات والے بزرگ عین اسی حلیۂ مبارک میں ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ "تم لوگ پنجاب میں تبلیغ کر رہے ہو، حالانکہ تمہیں گجرات (کاٹھیاواڑ، بھارت) میں فلاں شہر میں جاکر تبلیغ کرنی چاہیے، جہاں ایک شاہی مسجد ہے جو ویران ہو چکی ہے اور وہاں کے مسلمان مرتد ہو گئے ہیں۔" (رشید بھائی کو اس شہر کا نام یاد نہیں رہا) یہ تینوں حضرات فوراً اس شہر کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس شہر میں واقعی ایک پرانی شاہی مسجد ویران ہو چکی تھی۔ حالت ناگفتہ بہ تھی۔ قد آدم گھاس اُگی ہوئی تھی اور دیواروں پر کائی جم رہی تھی۔ انہوں نے اسی وقت اس کی صفائی شروع کر دی۔ عصر کے وقت تک کافی صفائی ہو گئی۔ نمازِ عصر کے لئے جو اذان دی تو قرب و جوار کے بہت سے لوگ آکر جمع ہو گئے اور ان کو ڈراتے دھمکاتے ہوئے کہا کہ یہاں جو بھی رات گزارتا ہے، صبح مردہ پایا جاتا ہے، ہم کفن دفن کرتے کرتے تنگ آچکے ہیں، تم ایک دم تین آگئے ہو، اگر رات گزارنی ہے تو ہمارے ساتھ گاؤں میں چلو یا کہیں اور چلے جاؤ۔ مگر ان کی باتوں کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور گاؤں والے تھک کر چلے گئے۔

عشاء کی نماز پڑھ کر نوجوان تو سو گیا کہ بہت تھک چکا تھا۔ ان دونوں نے فیصلہ کیا کہ تمام رات جاگتے رہیں گے۔ ایک قرآن مجید پڑھتا رہے اور دوسرا مثنوی مولانا روم۔ رات کے دو بجے ہوں گے کہ منبر شریف کے پاس سے نہایت بھیانک انداز میں رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ ہمت کر کے یہ آگے بڑھے اور دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کیوں رو رہے ہیں؟ جواب ملا کہ ہمیں اس مسجد کی ویرانی پر رونا آرہا ہے۔ جب انہوں نے تسلی اور دلاسا دیا کہ مسجد اب ویران نہیں رہے گی تو آہستہ آہستہ وہ آوازیں ختم ہو گئیں۔ جوں ہی صبح ہوئی گاؤں والے تین چارپائیوں کے ساتھ آ دھمکے، مگر ان تینوں کو زندہ سلامت دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ علامہ نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور گاؤں والوں سے کہا کہ اب اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو میری بات مانو ورنہ موت کا فرشتہ پورے گاؤں کا صفایا کر دے گا۔ گاؤں والے مرعوب ہو چکے تھے۔

علامہ کے کہنے کے مطابق نہا دھو کر آئے۔ ان کا وعظ سننا شروع کیا اور آہستہ آہستہ گاؤں کے رہنے والے تمام لوگ نماز کے لئے آنے لگے۔ جب ویران مسجد خوب آباد ہوگئی تو علامہ نے نمازیوں سے کہا کہ اب میں تھوڑے عرصہ کے لئے جا رہا ہوں، واپس پھر آؤں گا، یاد رہے کہ مسجد آباد سے آباد تر ہوتی چلی جائے ورنہ پورا گاؤں موت کی آغوش میں چلا جائے گا۔ چند ماہ بعد دوبارہ علامہ جب واپس آئے تو دُور سے مسجد مثل انڈے کے چمک رہی تھی۔ سفیدی اور روغن ہو چکا تھا۔ امام اور مؤذن کا انتظام ہو چکا تھا اور ایک دینی مدرسہ بھی جاری کر دیا گیا تھا۔ علامہ یہ سب دیکھ کر بہت خوش اور مطمئن ہوئے۔ سنا ہے بعدہٗ علامہ بسلسلہ تبلیغ یورپ چلے گئے تھے۔ نہیں معلوم ان کا کب اور کہاں وصال ہوا۔ بیٹوں کا بھی کوئی علم نہیں۔

زیارتِ نبیؐ بحالت بیداری کا یہ رُوح پرور واقعہ رشید بھائی بس اتنا سنا سکے۔ قارئین میں سے اگر کسی کو علامہ واسدیو کی بابت مزید معلومات ہوں تو براہِ کرم مجھے مطلع فرمائیں، بے حد ممنون ہوں گا۔ رشید بھائی (مولوی عبدالرشید صدیقی) مصنف کتاب ہذا کے سب سے بڑے بہنوئی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد سکھر میں آباد ہوئے تھے۔ ثاقب ذہن اور قوی یادداشت کے مالک تھے۔ ثقہ قسم کے عالم اور بزرگ تھے۔ آپ کے ساتوں بچے ماشاءاللہ نہایت قابل اور ہونہار ہیں۔ افسوس رشید بھائی (تاریخ پیدائش ۱۸ نومبر ۱۹۰۱ء) بعمر ۸۲ سال بمقام سکھر اپریل ۱۹۸۳ء کو وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے اللہ پاک مغفرت فرمائے، آمین۔ بے شمار خوبیوں کے حامل تھے اور مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

اب میں اس تصنیف کو ساحرؔ صدیقی کے اس قطعہ پر ختم کرتا ہوں: ؎

لوگو ارے لوگو میری قسمت کو سراہو
سرکارؐ ملے ہیں مجھے سرکارؐ ملے ہیں
وہ رحمتِ جاوید وہ انوارِ مجسم
صد شکر بہ ایں دیدۂ بیدار ملے ہیں

اور بارگاہِ رب العزت میں دعا کرتا ہوں کہ اس کی برکت سے مسلمانوں کے اختلافات مٹا کر ان کو ایک دوسرے سے قریب کر دے اور اس کے ہر قاری کو تمام جہانوں کے مربیِ اعظم و محسنِ اکرم ﷺ کے ساتھ خصوصی نسبت عطا فرما دے، آمین ثم آمین۔

محمد عبدالمجید صدیقی

مورخہ ۸ رجب ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعہ، لاہور۔

زیارتِ نبی ﷺ

بحالتِ

بیداری

(حصّہ دوم)

محمد عبد المجید صدیقی ایڈووکیٹ

فہرستِ مضامین

نذرانہ

اس حصہء دوم کو کتاب و سنت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے شریعت و طریقت کے اُن جامع اکابر علمائے حق کی نذر کرتا ہوں جو اپنے اپنے دور کے بہترین مسلمان تھے اور جن کی دینی خدمات رہتی دنیا تک زندہ رہیں گی۔ ان ہی بزرگوں کی گراں قدر تصانیف و توالیف کے مطالعہ نے میرے خیالات اور عقائد کو جلا بخشی ہے اور مجھ میں وسعتِ نظر پیدا کر کے تعصب سے نجات دلائی ہے، الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

فہرست منابع و مآخذ

الف

۱۔ انیس الارواح
۲۔ الحاوی للفتاویٰ
۳۔ الباقیات الصالحات
۴۔ انوار المحسنین
۵۔ امداد المشتاق
۶۔ الدر المنظوم
۷۔ الوحید
۸۔ الیواقیت الجواہر
۹۔ انیس الجلیس
۱۰۔ الذخائر المحمدیہ
۱۱۔ الفرقان ولی اللہ نمبر
۱۲۔ آبِ حیات
۱۳۔ انوارِ غفوریہ مدینہ
۱۴۔ الفوز الکبیر
۱۵۔ اسراریہ
۱۶۔ المنن الکبریٰ
۱۷۔ التبلیغ
۱۸۔ الشہاب
۱۹۔ المہند
۲۰۔ انتباہ الاذکیا
۲۱۔ آثار السنن
۲۲۔ الحاکم
۲۳۔ ابن ماجہ
۲۴۔ التحفۃ المرضیہ
۲۵۔ اقتضائے صراط مستقیم
۲۶۔ الابقا
۲۷۔ اذکارِ ابرار
۲۸۔ اولیائے ملتان
۲۹۔ البیان المشید
۳۰۔ البلاغ المبین، حصہ سوم
۳۱۔ المشروع الروی
۳۲۔ احوال العارفین
۳۳۔ اُم البراہین
۳۴۔ الجمعتیہ شیخ الاسلام نمبر
۳۵۔ الکواکب الدری
۳۶۔ الحبور
۳۷۔ الطہور
۳۸۔ ماہنامہ ''الصدیق''

ب

۱۔ بیعت اقبال
۲۔ بارہ عاشقانِ رسولؐ
۳۔ بغیۃ ذوی الاحلام
۴۔ بخاری شریف
۵۔ بذل المجہود

ت

۱۔ تذکرہ علما و مشائخ سرحد
۲۔ تسکین الصدور
۳۔ تذکرۂ حصہ ثالث
۴۔ تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ

۵۔ تذکرۂ صوفیائے سندھ

۶۔ تذکرۂ اولیائے دکن

۷۔ ترمذی شریف

۸۔ تیسیر القاری شرح بخاری

۹۔ تفسیر عثمانی

۱۰۔ تنویر الحلک

۱۱۔ تفسیر قرطبی

۱۲۔ تفسیر خازن

۱۳۔ تذکرۃ المولیٰ، حصہ دوم

۱۴۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری

۱۵۔ تذکرہ مشائخ قادریہ

۱۶۔ تحفۃ الابرار

۱۷۔ تواریخ الاولیاء، حصہ دوم

۱۸۔ تذکرۃ الخلیل

ج

۱۔ جذب القلوب

۲۔ جامع کرامات اولیاء

۳۔ جنگ آرہی ہے

چ

چار درویشوں کا تذکرہ

ح

۱۔ حلیۃ الاولیاء

۲۔ حجۃ اللہ البالغہ

۳۔ حیات جاوداں

خ

۱۔ خصائص الکبریٰ

۲۔ خیر الموانس

۳۔ خزینہ معارف

د

۱۔ دُرِ ثمین

۲۔ درود شریف کے فوائد

ذ

۱۔ ذکر خیر

۲۔ ذکر حبیب

۳۔ ذکر اللہ و درود و سلام

ر

۱۔ رحمت کائناتؐ

۲۔ روزنامہ ''جنگ''

۳۔ رُوحانی حکایات

۴۔ رسالہ نظر کرم

۵۔ ربیع المجالس

۶۔ روض الریاحین

۷۔ رفع الوسوسہ

۸۔ روح العج والثج

۹۔ روزگارِ فقیر

ز

۱۔ زیارت نبیؐ بحالت بیداری، حصہ اول

۲۔ زیارتِ فیض بشارت

۳۔ زبدۃ المقامات

س

۱۔ سلاسل طیبہ

۲۔ سعادت الدارین

۳۔ سکینۃ العارفین

۴۔ سلطان الاوراد

۵۔ سیر الاقطاب

۶۔ سیرت طیبہ، جلد سوم

۷۔ سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ

۸۔ سکینۃ الاولیاء

ش

۱۔ شفاء السقام

۲۔ شرح صلاۃ الغوث الجیلانی

۳۔ شرح قصیدہ تائیہ

۴۔ شرح الشفاء

ص

۱۔ صاحبیہ

۲۔ صحیفۂ اقبال

ض

ضیائے مہر

ط

۱۔ طبقاتِ کبریٰ

ع

۱۔ عقیدۃ الاسلام

۲۔ علمائے ہند کے شاندار کارنامے

ف

۱۔ فضائل حج

۲۔ فضائل درود شریف

۳۔ فتح القدیر

۴۔ فیض الباری شرح بخاری

۵۔ فیوض الحرمین

۶۔ فتاویٰ عالمگیری

۷۔ فتح الملہم

ق

قول بدیع

ک

۱۔ کشف المحجوب

۲۔ کنوز الاسرار

۳۔ کتاب التوحید

ل

۱۔ لوائح الانوار القدسیہ

۲۔ لمعات کمالاتِ قادریہ

م

۱۔ مظہر جلال

۲۔ محبوب الممتن

۳۔ ملفوظاتِ مخدوم جہانیاں جہاں گشت

۴۔ مبداؤ معاد

۵۔ مسلم شریف

۶۔ مجتبیٰ

۷۔ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت

۸۔ مشائخ دیوبند

۹۔ مکتوباتِ شیخ الاسلام

۱۰۔ ماہنامہ دار العلوم دیوبند

۱۱۔ مقامات ولایت

۱۲۔ معادن تبرکات خالقیہ

۱۳۔ مناقب الحسن حضرت رسول نماؒ

۱۴۔ مقالات منتخبہ
۱۵۔ مون ڈائجسٹ
۱۶۔ مقاماتِ خیر
۱۷۔ ملفوظات امیر الملت
۱۸۔ مستطرف، جلد دوم
۱۹۔ مدارج
۲۰۔ ماہنامہ ضیائے حرم
۲۱۔ مشاہیر اسلام

ن

۱۔ نقش حیات
۲۔ نیل الاوطار
۳۔ نعمت عظمٰی
۴۔ نزہتہ الخواطر
۵۔ نفحات الانس
۶۔ لغت نمبر
۷۔ نسیم الریاض

و

۱۔ وفاء الوفا
۲۔ والمقصود موجودہ

نوٹ: کل کتابیں ۱۴۹ سے زیادہ

فہرستِ اصحاب واقعہ

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے رسول ﷺ زندہ رسول ﷺ

لسان التوحید علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ شاید لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اب حضرت رسول اللہ ﷺ تبلیغ دین نہیں فرماتے۔ آپؐ کی کوئی قوت ایسی نہ تھی جسے وقتی یا زمانی سمجھا جائے۔ آپؐ قیامت تک کے لئے پیشوائے انسانیت ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کی ہر قوت قیامت تک کار فرما رہے گی۔ آپؐ کا جلال بھی قیامت تک کار فرما رہے گا، آپؐ کا جمال بھی، آپؐ قیامت تک کے مجاہد ہیں، قیامت تک کے مبلغ ہیں، قیامت تک کے مصلح ہیں اور قیامت تک کے رحمتہ اللعالمین ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بہت دُور تک۔ آپ کی شخصیت مبارک موجود ہو یا نہ ہو، آپؐ کا فیض روحانی آپؐ کے وجود باوجود ہی کی طرح زندگی کے ہر میدان میں کارفرما رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہماری رُوحانیت اس قدر لطیف نہیں کہ اپنے زندہ رسول ﷺ کے زندگی بخش فیوض کے عمل دخل کو محسوس کر سکیں۔ اگر کوئی اندھا سورج کو محسوس نہیں کرتا تو اس سے سورج کی عدم موجودگی تو ثابت نہیں ہوتی۔ سوال صرف روحانی مناسبت کا ہے۔ جہاں کوئی روح مناسب قابلیت حاصل کر لیتی ہے، اس پر اسی وقت بلا تاخیر حضرت رسول اللہ ﷺ کے فیض روحانی کا آفتاب طلوع ہو جاتا ہے اور اسی وقت وہ محسوس کر لیتا ہے کہ آپؐ زندہ ہیں۔ آپؐ بہ نفس نفیس جہاد کر رہے ہیں، تبلیغ فرما رہے ہیں، بھولے ہوؤں کو راستے بتا رہے ہیں اور گرتے ہوئے گناہ گاروں کو تھام بھی رہے ہیں۔

(صحیفہ اقبال، مرتبہ مسٹر یونس جاوید۔ صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۶ بزم اقبال۔ کلب روڈ۔ لاہور)

سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹ میں ارشاد فرمایا:

”جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو، وہ زندہ ہیں، ان کو رب کے پاس سے رزق دیا جاتا ہے۔“

شہدا کی یہ زندگی حقیقی ہے یا مجازی؟ یقیناً حقیقی ہے، لیکن اس کا شعور اہل دنیا کو نہیں۔ جس کی وضاحت قرآن مجید نے کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۵۴ کا ترجمہ: ”اور اللہ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے۔“

پھر اس زندگی کا مطلب کیا ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ قبروں میں ان کی روحیں لوٹا دی جاتی

ہیں اور وہاں وہ اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جنت کے پھلوں کی خوشبوئیں انہیں آتی ہیں جن سے ان کے مشام جان معطر رہتے ہیں۔ لیکن حدیث سے ایک تیسری شکل معلوم ہوتی ہے اس لئے وہی صحیح ہے۔ وہ یہ کہ ان کی روحیں سبز پرندوں کے جوف یا سینوں میں داخل کر دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتی پھرتی اور اس کی نعمتوں سے متمتع ہوتی ہیں۔ (فتح القدیر بحوالہ صحیح مسلم)

شہداٗ کو یہ فضیلت، اعزاز اور تکریم اس وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات پر یقین کرتے ہوئے ان کے تحفظ میں جان دے دی، مگر ان کی تعلیمات کو ترک نہ کیا۔ تو جب شہداٗ کو قرآن مجید نے مردہ سمجھنے اور کہنے سے روکا اور فرما دیا ہے کہ وہ زندہ ہیں تو انبیاء علیہم السلام جن کا درجہ شہداٗ سے کہیں بلند و بالا ہے، ان کی حیات تو بطریق اولیٰ ثابت ہو گئی۔

علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ شہید کو نبی سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ وارفع مرتبہ حاصل ہو سکے۔ نیز شہداٗ کو یہ مرتبۂ عالی (حیات جسمانی) نبی ﷺ کی شریعت و ملت کی حفاظت میں جانبازی و سرفروشی کے صلے میں ملا ہے۔ پس قیامت تک جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا اور شہید ہو گا تو ان تمام شہداٗ کا اجر نبی کریم ﷺ کے نامہ اعمال میں ثبت ہو گا اور آپؐ کا مقام ان تمام شہداٗ سے باعتبار حیات اعلیٰ وارفع ہو گا اس لئے کہ دین کا سنگ بنیاد رکھنے والے آپؐ ہیں۔ لہٰذا حضور اقدس ﷺ کی تنہا حیات تمام شہدائے عالم کی حیات سے زیادہ قوی اور بلند ہو گی۔ (دیکھو شفا القام صفحہ ۱۴۰) نیز یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ شہید بھی ہیں۔ چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ شاذ و نادر ہی کوئی نبی ایسا ہوا ہو گا کہ جہاں نبوت کے ساتھ شہادت جمع نہ کی گئی ہو۔ پس انبیاء علیہم السلام نبی ہونے کے اعتبار سے بھی زندہ ہیں اور شہید ہونے کے اعتبار سے بھی زندہ ہیں۔ پھر ہمارے پیارے نبی ﷺ نے بحالت شہادت وصال فرمایا اس لئے کہ آپؐ کا وصال اس زہر سے ہوا کہ جو یہود نے خیبر میں آپؐ کو دیا تھا۔ (رواۃ البخاری)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا: "حدیث میں آیا ہے کہ اُمت کے اعمال ہر روز حضور اقدس ﷺ کے رُوبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ آپؐ اعمال خیر دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور نالائقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔"

(تفسیر عثمانی، سورہ نحل آیت ۸۹)

ثابت ہو گیا کہ آپؐ روضہ اقدس میں حیات ہیں اور یہی عقیدہ مذاہب اربعہ

اور اکابر علماء اہل حدیث کا ہے اور اس پر انہوں نے مدلل کتابیں تحریر فرمائی ہیں، مثلاً احناف میں ملا علی قاریؒ شارح مشکوٰۃ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی آبِ حیات۔ حنابلہ میں سید الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ۔ مالکیہ میں مفسر قرآن امام قرطبیؒ۔ ابن الحاجؒ۔ حافظ ابن ابی جمرہؒ۔ شوافع میں امام غزالیؒ۔ علامہ سبکیؒ اور علامہ بارزیؒ۔

اہل حدیث میں علامہ محمد ابن علی شوکانی یمنیؒ (متوفی ۱۳۵۰ھ) اپنی مستند اور مقبول کتاب "نیل الاوطار" میں حیات النبی ﷺ کے بارے میں جملہ احادیث بیان کرنے کے بعد یہ فیصلہ فرماتے ہیں: قرآن مجید میں شہدأ کے متعلق ہے کہ وہ زندہ ہیں، ان کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کی زندگی جسم کے ساتھ ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام کے لئے اس کا انکار کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ (جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

نبیؑ بشر ہونے کے باوجود بشری صفات میں دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے۔ اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مافوق البشر صفات عطا ہوتی ہیں اور یہی عقیدہ قرآن و حدیث کی روشنی میں حق ہے۔ اسی روشنی میں حضور نبی کریم ﷺ تمام مخلوق میں ہر لحاظ سے افضل، اعلیٰ، اشرف اور ممتاز ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (ترجمہ) آپؐ ہر عیب اور کمزوری سے پاک ہیں گویا جیسا آپؐ نے چاہا اسی طرح پیدا کیے گئے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ سید دو عالم ﷺ کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں موسیٰ (علیہ السلام) اور یونس (علیہ السلام) کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ "لبیک اللھم لبیک" کہہ رہے ہیں (مسلم)۔ محدث کبیر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (عقیدۃ الاسلام، صفحہ ۲۱)

شارح بخاری علامہ نورالحق دہلویؒ نے فرمایا: یہ بات مخفی نہ رہے کہ آنحضرت ﷺ کا انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا اور ان کے ساتھ کلام کرنا بتا رہا ہے کہ آپؐ نے ان کو ان کی ذات اور جسموں کے ساتھ دیکھا ہے اور یہ عقیدہ تمام علما کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام موت کا مزہ چکھ لینے کے بعد اسی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔

(تیسیر القاری، شرح بخاری)

موت فنا کا نام نہیں بلکہ ہر مرنے والا دوسری زندگی میں منتقل ہو جاتا ہے جس کا نام برزخ (پردہ، آڑ) ہے۔ عام انسان قیامت تک برزخ میں رہے گا (سورۃ المومنون

آیت نمبر ۱۰۰)۔ اس کی آخرت کی زندگی کا آغاز اس وقت ہو گا جب تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ البتہ بعض بد بخت مرتے ہی دوزخ میں چلے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، اِدھر طوفان نوح میں ڈوبی اُدھر دوزخ کی آگ کے حوالے کر دی گئی (سورہ نوح آیت نمبر ۲۵) جب کہ سعادت مندوں کا جسم قبر میں سلامت رہتا ہے اور اس کا تعلق روح کے ساتھ رہتا ہے تاکہ جنت کی نعمتوں کا لطف اٹھائیں جیسے شہدا۔

(سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۹)

تمام انبیاء علیہم السلام کے اجسام اسی طرح محفوظ اور سلامت رہتے ہیں، مٹی انہیں نہیں کھا سکتی۔ ان کی روح کا تعلق جسم سے رہتا ہے اور انہیں زندہ سمجھنا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے کہ جب آپ پر موت طاری ہو گئی تو آپ کا جسم اسی طرح لاٹھی کے سہارے ایک سال تک کھڑا رہا اور مٹی کی دست برد سے محفوظ رہا۔ لاش کو چیونٹے چمٹ جاتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے جسم ڈھانچے میں تبدیل ہو جاتا ہے، جب کہ یہاں لکڑی کی خشک لاٹھی کو تو گھن نے کھا لیا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کے جسم مبارک کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکی جو حیات الانبیا علیہم السلام کی دلیل ہے۔

سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۲۵۹ میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے جو حیات الانبیاء اور عظمت انبیاء علیہم السلام کی کس قدر بین دلیل ہے۔ جس سے حسب ذیل نتائج اخذ کئے جاتے ہیں:

(۱) موت فنا کا نام نہیں ورنہ ایک سو سال تک مردہ رکھنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنے کے کیا معنیٰ؟

(۲) حضرت عزیر علیہ السلام کا جسم مبارک بلا محافظ و نگراں اسی مٹی پر پڑا رہا جس میں آپ کے گدھے کا گوشت پوست گل سڑ گیا تھا۔

(۳) کھانا جو آپ کے ہمراہ تھا، سو سال تک خراب نہ ہوا۔

(۴) جب آپ کو سو سال مردہ حالت میں رکھنے کے بعد زندہ کیا گیا اور پوچھا گیا: کتنا عرصہ یہاں رہے؟ فرمایا: ایک دن یا اس کا کچھ حصہ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں تو اس حالت میں ایک سو سال رہا۔

(۵) اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ احیائے موتیٰ کا اثبات ہے۔ جب وہ سو سال کے بعد زندہ کر سکتا ہے تو ہزاروں سال کے بعد بھی زندہ کرنا اس کے لئے مشکل نہیں۔ روزِ قیامت اسی طرح تمام انسانوں کو زندہ فرمائے گا۔

اصل میں انبیاء علیہم السلام کی موت نیند کی طرح ہوتی ہے اور روح کا تعلق جسم کے ساتھ اسی طرح رہتا ہے جیسا کہ نیند میں روح کا تعلق رہتا ہے۔ اس لئے بدن کو موت کے عروض کے بعد بھی حیات حاصل رہتی ہے۔ یہی بات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتویؒ، بانی دارالعلوم دیوبند (یوپی، بھارت) نے اپنی مشہور و معروف اور بے مثل کتاب ''آب حیات'' کے صفحہ ۲۹ پر کہی ہے۔

اب قیامت تک واجب الاتباع صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور نجات آپؐ ہی کی اطاعت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ حضرت نبی آخرالزماں ﷺ پر ایمان لائیں گے اور آپؐ کے دین کی مدد کریں گے۔ جس کا ذکر سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ میں ہے۔ حضرت نبی آخرالزماں ﷺ افضل الانبیاء اور امام الانبیاء ہیں:

(۱) آپؐ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی رسالت اور نبوت کی تصدیق فرمائی ہے۔

(۲) تمام انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں آپؐ کی اقتدا میں نماز ادا کی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت امام الانبیاء ﷺ کی امت کو دوامی حکم دیا ہے کہ ''اے ایمان والو تم بھی آپ (ﷺ) پر درود و سلام بھیجا کرو (سورۃ الاحزاب آیت ۵۶)۔

اسی لئے حضرت نبی آخرالزماں ﷺ نے درود شریف کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''تمہارا درود و سلام مجھے پہنچتا ہے اور میں اس کا جواب دیتا ہوں۔''

(۴) اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھا سکے۔

(صحیح حدیث)

اس کی وجہ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم مدنی قدس سرہٗ شارح ابوداؤد نے یہ فرمائی: اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں۔

(بذل المجہود، جلد ۳ صفحہ ۱۶۰)

حضرت سید دو عالم ﷺ کی زیارت خواب، بیداری یا عالم مثال میں آپؐ ہی کی زیارت ہوتی ہے اور آپؐ جو کچھ ارشاد فرمائیں، وہ حق ہوتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو، کیونکہ یہ ایسا مبارک دن ہے کہ ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود فوراً مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا آپؐ کے انتقال کے

بعد بھی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ہاں، میرے انتقال کے بعد بھی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ باسناد جیّد)

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو زمین پر حرام کر دیا۔ پس ان کے لیے زندگی اور موت دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درود روحِ مبارک اور بدنِ مبارک دونوں پر پیش ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔ یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں صحیح ہے اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (فضائل درود شریف از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ)

حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتوی قدس سرہ' فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزیں۔ جیسے ان کا مال قابل اجرائے حکم میراث نہیں ہوتا اسی طرح حضرت رسول اللہ ﷺ کا مال بھی محل توریث نہیں۔ (آب حیات صفحہ ۲)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اس لئے ان کی آگے وراثت چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(الکواکب الدری جلد اول صفحہ ۴۴۳)

حضرت مولانا خلیل احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ حیات ہیں لہٰذا پست آواز سے سلام کرنا چاہیئے۔ مسجد نبوی کی حد میں کتنی ہی پست آواز میں سلام عرض کیا جائے آپؐ اسے خود سنتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل صفحہ ۲۰۶)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے لئے بڑا شرف ہے کیونکہ جسم اطہر اس کے اندر موجود ہے۔ حضور انور ﷺ خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں کیونکہ آپؐ قبر میں زندہ ہیں۔ قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں۔ حضرات صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ حدیث میں بھی نص ہے کہ آپؐ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپؐ کو رزق پہنچتا ہے۔ (الحبور صفحہ ۱۴۹)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لئے بعد وفات بھی حیات برزخی

ثابت ہے جو حیات شہدا کی حیات برزخی سے بھی بڑھ کر ہے اور اتنی قوی ہے کہ حیات ناسوتی کے قریب قریب ہے۔ پس بہت سے احکام ناسوت کے اس پر متفرع بھی ہیں۔ دیکھیے زندہ مرد کی بیوی سے نکاح جائز نہیں ہے۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی نکاح جائز نہیں۔ زندہ کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ کی بھی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ احادیث میں صلوٰۃ وسلام کا سماع بھی وارد ہوا ہے۔ (الطہور صفحہ ۴۹)

حکیم الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں کہ جو وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے منکر ہیں۔ علمائے دیوبند بالکل اس کے برعکس نہ صرف اس کے قائل ہی ہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور حیات النبی ﷺ پر بڑے زور شور سے دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارے میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ (نقش حیات جلد اول صفحہ ۱۰۳)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں اور اپنی قبر مبارک میں اذان و اقامہ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ (فتح الملہم جلد تین صفحہ ۴۱۹)

حضرت علامہ اقبالؒ نے ایک مقام پر کیا خوب فرمایا کہ ہر معقول پسند دیندار مسلمان دیوبندی ہے۔

مدرسہ عثمانیہ حنفیہ راولپنڈی میں حضرت قاری محمد طیبؒ کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ ہوا جس کی عبادت یہ ہے:-

"وفات کے بعد نبی کریم (ﷺ) کے جسد اطہر کو برزخ قبر شریف میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اطہر پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام وہ خود سنتے ہیں۔"

(دستخط) قاری محمد طیب حال وارد راولپنڈی۔ ۲۲ جون ۱۹۶۲ء (دستخط) قاضی شمس الدین (دستخط) قاضی نور محمد (دستخط) غلام اللہ خان

(حیات انبیاءؑ از حضرت مولانا اللہ یار خان صاحبؒ صفحہ ۲۸)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ جمہور امت کا عقیدہ اس مسئلہ میں یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں۔ ان کی حیاتِ برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے بالکل مماثل ہے۔ بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں۔" آگے لکھتے ہیں "خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے

ہے۔ جمہوریت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور بزرگانِ دیو بند کا ہے۔

(ماہنامہ الصدیق ملتان۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ)

حضرت مولانا سید مہدی حسن دامت فیوضہم، مفتی دارالعلوم دیو بند (بھارت) تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اپنے مزار مبارک میں بجسد موجود اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار مبارک کے پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے آپ خود سنتے اور سلام کا جواب دیتے ہیں الصدیق ماہنامہ۔ ملتان) اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ قبر مبارک کی زیارت کے وقت چہرہ انور کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا چاہیے۔ یہی ہمارے نزدیک معتبر ہے اور اسی پر ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عمل ہے اور یہی حکم دعا مانگنے کا ہے جیسا کہ حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے جب کہ خلیفۂ وقت نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت فرمایا تھا اور اسی کی تصریح حضرت مولانا گنگوہیؒ اپنے رسالے ''زبدۃ المناسک'' میں کر چکے ہیں۔

وجودِ مثالی اور وجودِ حقیقی: حضرت جبریل امین علیہ السلام مثالی (رُوحانی) صورت میں وحی لاتے تھے۔ اس وقت صرف حضرت رسول اللہ ﷺ کو آپ نظر آتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کو نہ دیکھتے تھے۔ آپ صرف دو مرتبہ حقیقی (ملکوتی، اصلی) صورت میں تشریف لائے اور ایک مرتبہ حدیث جسے اصطلاح میں حدیث جبریل علیہ السلام کہا جاتا ہے (ایمان، اسلام، احسان کی تعریف والی حدیث) اس موقع پر ایک اجنبی انسان کی صورت میں تشریف لائے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام اور دوسرے ملائکہ جب کبھی کسی بھی صورت میں حاضر ہوتے تو حضرت رسول اللہ ﷺ پہچان لیتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بتا دیتے تھے کہ یہ فرشتے ہیں۔ آپؐ کی یہ خصوصیت عظمیٰ ہے کہ فرشتوں کو پہچان لیتے تھے۔ آپؐ کے روحانی انوار و تجلیات کی برکت سے غزوہ بدر وغیرہ میں بھی فرشتوں کو دیکھا گیا۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانی شکل و صورت، لب و لہجہ، گفتار و کردار اور نشست و برخاست اختیار کر سکتے ہیں۔

آج کے سائنسی دور میں شریعت حقیقت بنتی جا رہی ہے اور اکثر غیر مسلمین ہی ان شرعی حقائق کو آشکار کر رہے ہیں۔ ٹیلی ویژن سے وجودِ حقیقی اور وجودِ مثالی کا فرق بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے۔ حقیقی وجود (بدن) ایک جگہ ہے اور اس کا مثالی وجود لاتعداد جگہ ٹیلی ویژن سیٹ پر نظر آ رہا ہے۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ نے فیض الباری، جلد اول صفحہ ۲۰۴ میں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا دوسرے مقامات پر نظر آنا بالکل درست ہے (آپؐ کبھی وجودِ مثالی کے ساتھ اور کبھی وجودِ حقیقی کے ساتھ (بیداری

میں) جلوہ افروز ہوتے ہیں)۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: جب کوئی باری تعالیٰ کا مقرب بن کر دائرہ امکان سے قدم باہر رکھتا ہے تو وہ ماضی اور مستقبل کو برابر پاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے شب معراج کو حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں دیکھا اور طوفانِ نوح کو بھی اسی طرح بپا دیکھا۔ آپؐ نے جسم اطہر اور اپنی مبارک آنکھوں سے یہ سب کچھ ملاحظہ فرمایا تھا یعنی آپؐ کی یہ حالت جسمانی تھی اور روحانی بھی۔ (مبدأ و معاد، صفحہ ۴۱)

یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ ایڑ (ایتھر) حدودِ زماں و مکاں سے بھی پرے ہر جگہ موجود ہے۔ وہاں ہمارے ہزاروں سال کی حیثیت ایک لمحے سے زیادہ نہیں۔ حجتہ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے عالم مثال کے وجود کا اعلان فرمایا ہے۔ سائنس آج جس کی تصدیق کر رہی ہے۔ آپ نے اہرام مصر، دیوار چین، تاج محل اور بے شمار دوسری چیزوں کی تصاویر دیکھی ہوں گی جو آج بھی موجود ہیں اور ان کی بھی جو سینکڑوں ہزاروں سال پہلے معدوم ہو چکی ہیں۔ روشنی کی رفتار ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔ اس لئے ہر چیز کی اتنی ہی تصاویر فی سیکنڈ تیار ہوتی ہیں جو آنکھوں کی راہ سے دماغ تک پہنچتی ہیں تو دماغ اس چیز کو دیکھنے لگتا ہے۔ سورج کی روشنی ہم تک ۸ منٹ میں پہنچتی ہے۔ فضائے بسیط میں ایسی بلندیاں بھی ہیں جہاں زمین سے روشنی ایک دو، دس بیس، ہزار دو ہزار نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں سال میں پہنچتی ہے۔ اگر ہم کسی ایسی بلندی پر جا بیٹھیں جہاں روشنی کی وہ لہریں جو ۱۹۴۷ء میں روانہ ہوئی تھیں، آج پہنچیں تو قیام پاکستان کے تمام مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے آجائیں گے۔

بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے مگر یہ بات عجیب نہیں کیونکہ عالم مثال میں ہر چیز کی لاتعداد تصاویر محفوظ ہیں۔ نہ صرف چلتی پھرتی اور ساکن تصاویر بلکہ آواز بھی عالم مثال میں موجود ہے۔ اچھا یا برا جو لفظ ہماری زبان سے نکلتا ہے، فوراً ریکارڈ ہو جاتا ہے (ہو سکتا ہے ہماری آئندہ نسلوں کو حضور نبی پاک ﷺ کے حجتہ الوداع کے موقعہ پر دیئے گئے آخری خطبے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان کے ریکارڈ مل سکیں اور گذشتہ اقوام کی تاریخ اور احوال بھی درست حالت میں دستیاب ہو سکیں)۔

غرض ہمارے ہر ایکشن عمل اور الفاظ کی فلمیں تیار ہو رہی ہیں۔ کل روز قیامت یہی فلمیں بشکل اعمال نامہ پروجیکٹر پر چڑھا دی جائیں گی اور جس طرح آپ شادی بیاہ کی وڈیو فلمیں دیکھتے ہیں، وہ شخص چلتا پھرتا نظر آئے گا اور اس کا ہر اچھا برا عمل جو اس نے دنیا

میں کیا ہے، آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ مرزا غالبؔ نے پوری انسانیت کی طرف سے اعتراض کیا تھا کہ کراماً کاتبین جو ہمارا اعمال نامہ مرتب کر رہے ہیں، دم تحریر بطور شاہد وہاں ہمارا کوئی آدمی تو تھا ہی نہیں۔ قرآن مجید سورۃ یٰسین کی آیت نمبر ۶۵ میں فرماتا ہے:

ترجمہ = ''ہم (اللہ) اس روز ان کے منہ پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ پیر بول بول کر ان کے اعمال پر شہادت دیں گے۔'' کیا خوب فرمایا ہے لسان العصر اکبر الہ آبادی نے

؎ زبان و چشم و دل اور دست و پا سے کام لو ایسے
کہ روزِ حشر نازاں ہوں یہ اپنی اپنی حالت پر

اور قدسی مقال علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں: ؎

خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تری جبیں — تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ

آج کے سائنس دان اپنی اپنی ایجادات کے ذریعہ خود ہی اسلامی تعلیمات کی حقانیّت کی نقاب کشائی کر رہے ہیں۔ اُمی لقب ایک یتیم ویسیر بچہ، جو ظاہری دنیاوی تعلیم اور لکھنے پڑھنے سے قطعاً نابلد ہے۔ بتائیے آج سے سوا چودھ سو سال قبل آخر کس طرح اس نے اس قدر دقیق حقائق سے پردہ اٹھادیا، جن کو آج آپ غیر مسلم ہوتے ہوئے سچا ثابت کر رہے ہیں۔ ماننا پڑے گا کہ یہ ایک سچے نبی (ﷺ) کی سچی باتیں ہیں جن کا ذریعہ وحی اور الہام الٰہی ہے۔ جب ہی تو قرآن مجید نے فرمایا کہ یہ وہ رسول ہیں جو اپنے دل کی بات نہیں کہتے بلکہ اللہ کی بات سناتے ہیں وما ینطق عن الھویٰ ○ ان ھوالاوحی یوحیٰ ○ (سورہ نجم آیت ۳ تا ۴) ترجمہ: اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے: ''اور ایک دن آپ کے رب کے یہاں ہزار برس کے برابر ہوتا ہے جو تم گنتے ہو۔'' (سورۂ حج، آیت نمبر ۴۷)

معلوم ہوا کہ اضافیت زماں کا نظریہ بہت پرانا ہے۔ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں: ؎

ذہن پر گاہ سبک گاہ گراں ہیں لمحے — وقت رفتار بدلتا ہے مری فکر کے ساتھ

شمس العلماء ابوالمعانی محمد عبدالرحمٰن شاطر مدراسی فرماتے ہیں: ؎

کون ہے تجھ پر سوار اے ابلق لیل و نہار — بے محل اٹھتا نہیں ہے ایک بھی تیرا قدم

لسان العصر اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں: ؎

ہر وقت زمانہ حال میں ہے — کیا شان تیرے جمال میں ہے

اللہ تعالیٰ کے یہاں ماضی و مستقبل نہیں، حال ہی حال ہے۔

البرٹ آئن سٹائن کا نظریۂ اضافیت (Theory of Relativity) ساری کائنات پر محیط ہے۔ اس نظریہ کے تحت نہایت ہی دقیق اور پیچیدہ گتھیاں سلجھ رہی ہیں۔ تسخیر خلا بھی اسی کا ایک کرشمہ ہے۔ روم میں ساتویں بین الاقوامی ''اسٹرونوٹیکل کانگریس'' میں جرمن پروفیسر سناگر نے اپنے مقالے میں فرمایا تھا کہ ''روشنی کی رفتار کے حساب سے خلائی جہاز بعید سے بعید سیاروں پر کمند ڈال سکے گا۔ زمین کے سالہا سال خلا میں چند سیکنڈ میں گذر جائیں گے اور خلاباز جب دنیا میں واپس آئے گا تو یہ دیکھ کر حیران رہ جائے گا کہ اپنی دانست میں جن دوستوں، بچوں اور بیویوں سے وہ چند روز قبل جدا ہوا تھا، ان پر دنیا کے سالہا سال گذر چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے یا تو وہ مر چکے ہیں یا بوڑھے ہو گئے ہیں اور بچوں کے ادھیڑ عمر کو پہنچ کر بال سفید ہو چکے ہیں۔''

صد سالہ دورِ چرخ تھا ساغر کا ایک دَور   نکلے جو میکدے سے تو دُنیا بدل گئی

البرٹ آئن سٹائن اللہ تعالیٰ کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''یہ ایک لامحدود اور اعلیٰ ترین قوت و علت ہے جس کو میں خدا کہتا ہوں۔ اس کائنات کو وجود بخشنے اور حرکت میں لانے والی چیز نہ تو لافانی توانائی یا مادہ ہے اور نہ اس کا سبب اساسی عناصر کا اتفاقی اجتماع ہے اور نہ یہ کوئی عظیم نامعلوم محرک ہے، بلکہ درحقیقت یہ خدائے عظیم و برتر کا کرشمۂ قدرت ہے اور میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ میرے اس مؤقف سے زیادہ قرین عقل اس باب میں کوئی اور موقف نہیں ہو سکتا۔ جو شخص اپنی اور اپنے ابنائے جنس کی زندگی کو بالکل بے مقصد سمجھتا ہے، وہ نہ صرف بد نصیب اور نامراد ہے بلکہ اسے زندگی گزارنے کا قطعاً کوئی حق نہیں۔ میں نے ریڈیو دوربین سے ایک ایسی کہکشاں کو دیکھ لیا ہے جو زمین سے دو کروڑ نوری سال کے فاصلے پر ہے یعنی روشنی جو فی سیکنڈ ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل طے کرتی ہے، زمین سے وہاں دو کروڑ سال میں پہنچے گی۔ لیکن جہاں تک کائنات کی سرحدیں معلوم کرنے کا تعلق ہے اگر میری عمر دس لاکھ (ایک ملین) سال بھی ہو جائے، تب بھی معلوم نہیں کر سکتا۔''

نظریہ اضافیت کی روشنی میں ہالینڈ کے ایک ماہر طبعیات H.Lorexitz نے دو نظریات (Twin Paradox) پیش کئے ہیں، جن کے نام ہیں Length Contraction اور Time Dialation۔ اس روشنی میں جدید سائنس نے تصدیق کر دی ہے کہ اگر کوئی شے یا جسم روشنی کی رفتار یا اس سے زیادہ رفتار سے فاصلہ طے کرے تو وقت کا تصور

(Time Factor) نظرانداز ہو جاتا ہے اور وہ شے یا جسم کوئی وقت لئے بغیر طویل ترین مسافت طے کر لیتا ہے کیونکہ شعاعوں میں تبدیل ہو جانے کی وجہ سے اس کی کمیت غائب ہو جاتی ہے۔ واقعہ معراج شریف میں آیا ہے کہ یہ مرحلہ اس قدر جلد طے ہو گیا کہ مکان کے دروازے کی کنڈی ہلتی رہی اور حضور اقدس ﷺ کا بستر مبارک گرم رہا۔ آپؐ نے جس سواری پر ساتوں آسمانوں کی سیر کی اور واپس تشریف بھی لے آئے، اس کا نام براق ہے جو برق (بجلی) سے مشتق ہے اور جو سواری کی تیز رفتاری کی طرف از خود اشارہ کرتی ہے۔ سفر معراج شریف میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حضرت جبریل امین علیہ السلام تھے جو سدرۃ المنتہیٰ کے ایک مقام پر رُک گئے اور حضور انور ﷺ سے فرمایا:

؎ اگر یک سر موئے برتر پرم　　فروغ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ = اگر میں یہاں سے بال برابر بھی آگے بڑھا تو کثرتِ تجلی الٰہی سے میرے پر جل جائیں گے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ کا سفر معراج عالم بشریت (زمین سے آسمان تک) وہاں سے عالم سماوات، پھر عالم عرش اور پھر عالم امر تک پہنچا۔ عالم بشریت، عالم سماوات کے مقابلے میں ایک ذرّے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی حال عالم سماوات کا عالم عرش کے مقابلے میں ہے اور یہی حال عالم عرش کا عالم امر کے مقابلے میں ہے۔ پس ان حدود کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جب کہ میرے پیارے اور سچے نبی ﷺ نے سوا چودھ سو سال قبل یہ گتھی سلجھا دی، جو آپؐ کے نبی برحق ہونے کی ایک اور زندہ دلیل ہے اور خصوصی طور پر موجودہ سائنس دانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ ان فاصلوں کی تفصیلات کے لئے مستند کتب احادیث بخاری شریف اور مسلم شریف وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

جدید تحقیق کے مطابق پہلے آسمان کی تہہ ساڑھے ساٹھ کھرب میٹر چوڑی ہے۔ دوسرے آسمان کی تہہ کا قطر ایک لاکھ ۳۰ ہزار نوری سال ہے۔ تیسرا آسمان ۲۰ لاکھ نوری سال پر محیط ہے۔ چوتھے آسمان کا قطر ایک کروڑ نوری سال ہے۔ پانچویں آسمان کا محیط ایک ارب نوری سال ہے اور چھٹا آسمان ۲۰ ارب نوری سال پر محیط ہے!

جو لوگ معراج جسمانی کے منکر ہیں ان سے دریافت کیا جائے کہ آیا وہ براق کے آنے کے قائل ہیں۔ اگر وہ براق کے آنے کو تسلیم کرتے ہیں تو یقیناً معراج مبارک بھی جسمانی طور پر ہوئی تھی۔ نزول براق نے معراج جسمانی کا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ حکما نزول براق کے قائل ہیں۔ ؎

براق سرورؐ عالم سے استفادہ ہیں   جہاز و راکٹ واسکائی لیب وطیارے

عبد کہتے ہیں انسان مع الجسم و روح کو، صرف روح کو عبد نہیں کہتے۔ معراج روحانی ہوتی تو قرآن مجید میں عبد کا لفظ نہ ہوتا۔ جب روح کا لفظ نہیں عبد کا لفظ ہے تو پھر معراج روحانی کیسے کہی جا سکتی ہے؟ جسم انسان افلاک سے گذر سکتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے۔ قرآن مجید سے ثابت ہے (دیکھو سورۃ النساء کی آیت ۱۵۸)۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا اور متواتر صحیح احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے۔

قیصر روم ہرقل کے سامنے ابوسفیان نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے معراج کا واقعہ سنایا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یوں قیصر کو آپؐ کے جھوٹے ہونے کا (معاذ اللہ) یقین ہو جائے گا (ثم معاذ اللہ) مگر اس وقت مسجد اقصیٰ کا لارڈ پادری وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا مجھے اس رات کا علم ہے۔ ہر رات سونے سے پہلے میں مسجد اقصیٰ کے دروازے بند کر دیتا ہوں۔ اس رات صدر دروازہ کوشش بسیار کے باوجود بند نہ ہوا۔ بالآخر نجاروں کو بلایا گیا۔ انہوں نے کہا اوپر کی عمارت کے دباؤ سے ایسا ہوا ہے۔ اس وقت رات کو کچھ نہیں ہو سکتا، صبح خرابی کا پتہ لگائیں گے۔ غرض اس رات سب دروازہ کھلا چھوڑ کر چلے گئے۔ علی الصبح آیا تو مسجد کا دروازہ ٹھیک پایا۔ مسجد کے قریب چٹان میں سوراخ دیکھا جس سے کسی جانور کو باندھا گیا تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ رات دروازہ کھلا رہنا صرف اس نبی (ﷺ) کے لئے تھا جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ یقیناً آپؐ نے اس رات مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہوگی۔؎

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے   کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

بعض روایات میں آیا ہے کہ اس مبارک موقع پر حضرت رسالت مآب ﷺ نے اللہ پاک کا دیدار کیا تھا۔ حضرت امام حسن، حضرت انس اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم رویت چشم کے قائل ہیں۔ علامہ اقبالؒ معراج کے موقعہ پر حضرت رسول اللہ ﷺ کی رویت ذات باری تعالیٰ کے قائل ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''مازاغ البصر وما طغیٰ ۝'' ترجمہ = ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ (حد سے) آگے بڑھی۔ (سورۃ النجم آیت ۱۷)

اس مادی دنیا سے برزخی دنیا بالکل جدا ہے۔ اس مادی دنیا میں چہرے کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہی نہیں۔ کوہِ طور پر تجلی باری تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جو جلیل القدر صاحب کتاب پیغمبر ہیں ان کا قصہ عام ہے۔ پہاڑ جل کر راکھ ہو

گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔

موسیٰؑ زہوش رفت بیک جلوۂ صفات   تو عین ذات می نگری در تبسّمی

شیخ فضل اللہ جمالی دہلویؒ نے اپنے اس نعتیہ شعر کی داد خواب میں حضرت رسول اللہ ﷺ سے پائی۔ آپؐ نے خوش ہو کر ارشاد فرمایا کہ "یہ میری سچی تعریف ہے۔" اسی لئے علامہ اقبالؒ نے فارسی میں اس شعر کو نعت کا بہترین شعر قرار دیا ہے۔ اب معراج مصطفٰے ﷺ کے سلسلہ میں چند اور اشعار ملاحظہ فرمایئے:

موسیٰؑ باطور رفت مسیحاؑ بہ آسماں
معراج عرش خاص کمالِ محمدؐ است

طور اور معراج کے قصہ سے ہوتا ہے عیاں
اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے

لوگ نازاں ہیں کہ ہم حد یقیں تک پہنچے
یعنی ارباب خرد ماہ مبیں تک پہنچے

لیکن اس دورِ کرامات سے صدیوں پہلے
میرے آقاؐ کے قدم سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے

لمحہ معراج کی وسعت کا عالم کچھ نہ پوچھ
کتنے نوری سال اس میں ہو گئے ضم کچھ نہ پوچھ

انورؔ صابری فرماتے ہیں:

سفر سے چاند کے لوٹے جو منکر معراج   شکست عقل نے کھائی بڑے غرور کے بعد

لالہ دیا شنکر نسیمؔ کی پوتی رام پیاری سروپ فرماتی ہیں:

بھیج کر قاصد بلایا اور پھر اتنا قریب   اللہ اللہ اتنی عزت ایک آدمؑ زاد کی

سرمدؔ شہید کا معراج پر یہ شعر بڑے بڑے علماء کی مبسوط تصانیف پر بھاری ہے:

مُلا گوید احمدؐ بہ فلک بر شد   سرمدؔ گوید فلک بہ احمدؐ در شد

ترجمہ = مُلا کہتا ہے احمد ﷺ آسماں پر چڑھ گئے مگر سرمدؔ کہتا ہے کہ آسمان احمد ﷺ میں سما گیا۔

آخر میں امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس، چین، روس بلکہ پوری دنیا کے تمام غیر مسلم سائنس دانوں سے نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ وہ قرآن مجید اور اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ ہوں۔ حیرت اس بات پر ہے کہ وہ ہر چیز خود ثابت کر رہے ہیں مگر ایمان نہیں لاتے، جو آخرت کی ابدی کامیابی کے لئے شرطِ اول ہے۔ آخر کب تک

ضد، ہٹ اور تعصب سے کام لیں گے؟ زندگی کا ہر لمحہ ہمیں موت کے قریب لے جارہا ہے۔ نہ معلوم کب وقت آخر آجائے، اس کے بعد آنکھیں کھلیں تو فائدہ کیا؟ کمیونسٹ دنیا نے تو انتہا کر دی ہے، وہ سرے سے خالق و مالک ہی کے منکر ہیں۔ ایک نہیں کروڑوں کی تعداد میں ایسے حضرات موجود ہیں جو آنکھوں کے اندھے نہیں بلکہ بقول قرآن مجید، دل کے اندھے ہیں۔ کسی سے دریافت کیجیے تمہارے بھائی کتنے ہیں؟ جواب ملتا ہے دو چار وغیرہ۔ بہنیں کتنی ہیں، چچا، ماموں، پھوپا اور خالو کتنے ہیں؟ سب کا جواب مل جائے گا۔ آخر میں اس سے پوچھیے کہ تمہارے اَب (ابو، باپ، پتاجی) کتنے ہیں تو وہ جوتا لے کر مارنے کو دوڑے گا۔ غیرت اور حمیت کا یہی تقاضا ہے۔ تو جناب ''اَب'' ایک اور ''رَب'' جو ہر نعمت سے ہمیں نواز رہا ہے، وہ سینکڑوں اور ہزاروں۔ یہ کہاں کی دانش مندی اور انصاف ہے کہ باپ کے لئے ایک سے زیادہ کہا جائے تو غصہ آجائے، لیکن رب جو سب کا پالن ہار اور خالق و مالک ہے۔ جس نے ہمیں دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور آسمانی صحیفہ جات کی تعلیمات کے ساتھ اسی لئے بھیجا ہے کہ ہم اسے پہچانیں اور اسی وحدہٗ لاشریک کی بندگی اور عبادت کریں۔ جب کہ ہم نے اس کی بے عیب، یکتا اور بے مثال ذات میں دوسروں کو شامل کر رکھا ہے۔ اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے بتوں کو پوجتے ہیں، ان کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں، ناک رگڑتے ہیں، منتیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ پھر اس شرک اور شراکت پر اللہ تعالیٰ کو غصہ نہ آئے تو اور کیا ہو؟ یہ اس کی رحمت بے پایاں ہے کہ اس گناہ کبیرہ کے مرتکبین کو وہ یہاں سزا نہیں دے رہا مگر آخرت میں ان کفار اور مشرکین کی بڑی سخت گرفت ہوگی اور وہ اس کی مجوزہ سزا سے بچ نہ سکیں گے۔ رہے وہ جو سرے سے اپنے رب کو مانتے ہی نہیں، ان ملحدین کے ساتھ جو کچھ بھی ہو کم ہے۔ پس وقت اب ہے now or never، جس طرح ہمارا ''اَب'' ایک ہے ''رَب'' بھی ایک ہے۔ اسلام کی یہی تعلیم ہے اور اسی تعلیم میں ہر دو جہاں کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

آمدم بر سر مطلب: اگر نبوت موت کی وجہ سے سلب ہو جاتی تو اب بھی ہم کلمۂ اسلام میں جو اقرارِ رسالت کرتے ہیں، ایسا نہ ہوتا بلکہ ایک گذشتہ بات کی خبر ہوتی۔ جب کہ آج بھی ''محمد رسول اللہ'' کے معنی ہیں ''محمد اللہ کے رسول ہیں'' اور اس کے قیامت تک یہی معنی رہیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ورفعنا لك ذكرك (سورہ الم نشرح، آیت نمبر۴)

ترجمہ = اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا۔

یعنی جب میرا ذکر ہو گا تو ساتھ ہی ساتھ آپؐ کا ذکر بھی ہو گا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے حضور ﷺ کا نام بھی آتا ہے، مثلاً اذان، نماز اور دیگر بہت سی عبادات و مقامات پر۔ گذشتہ کتابوں میں آپؐ کا تذکرہ اور صفات کی تفصیل ہے۔ فرشتوں میں آپؐ کا ذکر خیر ہے۔ آپؐ کی اطاعت کو اللہ پاک نے اپنی اطاعت قرار دیا اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ آپؐ کی اطاعت کا بھی حکم دیا وغیرہ۔ ہر موذن اذان میں جہاں توحید الٰہی کا اعلان کرتا ہے، یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ جس طرح حضور ﷺ ابتدائے اسلام میں رسول تھے، آج بھی اسی طرح رسول ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "میری روح کی طرح قبر میں میرا جسم بھی سلامت رہے گا۔ میں تمہارا اسلام کانوں سے سنوں گا جس طرح دنیاوی زندگی میں سنتا ہوں اور لوگ میرے سلام کے جواب سے مشرف ہوتے رہیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم پاک سے آپؐ کا نام محمد (ﷺ) نکالا۔ عرش کا مالک محمود اور آپ محمد ﷺ (تفسیر خازن)۔ سچ تو یہ ہے کہ انسان کے لئے آپؐ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی اور اعلیٰ ترین نعمت ہیں۔ مولانا مولوی ظہور الحسن کسولویؒ (کسولی، یوپی، بھارت) فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ہدایت پا کر کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھنے کے بعد آقائے دو جہاں ﷺ کے رُخِ انور کو دیکھ لیا، بلکہ پردے کے پیچھے سے محض آپؐ کی آواز سن لی، وہ ایسا کندن ہو گیا کہ اب بڑے سے بڑا بزرگ جس کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی، اس کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

(حکایات اولیاء۔ مرتبہ: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ صفحہ ۹)

سوال: کیا حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بیداری میں ممکن ہے؟

جواب: علامہ ابن حجر مکیؒ نے فرمایا کہ ایک جماعت منکر ہے اور ایک جماعت قائل ہے اور یہی جماعت حق پر ہے۔ علامہ بارزیؒ فرماتے ہیں کہ محقق بات یہ ہے کہ ایک جماعت اولیاء نے ہمارے زمانے میں اور اس سے پہلے بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بحالت بیداری آپؐ کی زیارت کی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اقتضائے صراطِ مستقیم میں اظہار رائے کیا ہے اور اس کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص نے حضرت رسول مقبول ﷺ کی زیارت کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہو کہ صلوٰۃ استسقاء کے لئے لوگوں کو باہر نکالو۔" یہ زیارت بحالت بیداری تھی۔

ایک شخص نے شیخ ابو العباس المرسیؒ سے عرض کیا کہ آپ نے بہت سے ملکوں کی

سیر کی ہے اور بڑے بڑے کاملین سے مصافحہ کیا ہے اس لئے میں آپ سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت شیخ ؒ نے فرمایا کہ میں نے یہ ہاتھ سوائے حضرت رسول اللہ ﷺ کے کسی اور سے نہیں ملائے اور یہ کہ اگر آپ ؐ کی ذاتِ گرامی ایک لمحہ کے لئے بھی میری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو میں اپنے آپ کو مسلمان نہ سمجھوں (طبقات کبریٰ)۔

شیخ عبدالغفار بن نوح ؒ اپنی کتاب ''الوحید'' میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالعباسی المرسیؒ جب سلام کہتے تو حضرت رسول اللہ ﷺ اس کا جواب دیتے اور جب گفتگو کرتے تو اس کا بھی جواب عنایت فرماتے تھے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی ؒ فرماتے ہیں کہ شیخ صالح عطیہ انباسیؒ، شیخ قاسم مغربی ؒ اور قاضی زکریاؒ نے حضرت جلال الدین سیوطیؒ سے سنا ہے کہ بیداری میں ستر مرتبہ سے زیادہ حضرت رسول اقدس ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے ہیں (الیواقیت الجواہر)۔ شیخ عطیہؒ نے ایک مرتبہ علامہ سیوطیؒ سے اپنے ایک کام کے لئے سلطان غوری سے ملنے کو کہا تو آپ نے اس وجہ سے انکار کر دیا کہ میں بیداری میں حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں جاتا ہوں، اس لئے سلطان غوری کے دربار میں نہیں جاسکتا۔

آئمہ شریعت نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی کرامت کے طور پر حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بحالت بیداری کرسکتا ہے اور آپ ؐ کی محفل میں حاضر بھی ہوسکتا ہے۔ بلکہ اپنی استعداد کے مطابق علوم و معارف سے استفادہ بھی کرسکتا ہے۔ اس کی تصریح کرنے والوں میں آئمہ شافعیہ میں غزالیؒ، بارزیؒ، ابن السبکیؒ اور یافعیؒ جیسے حضرات ہیں اور آئمہ مالکیہ میں امام قرطبیؒ، ابن الحاجؒ اور حافظ ابن ابی جمرہؒ وغیرہ ہیں۔ حضرت ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مومن اور کافر دونوں کے لئے انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کی زیارت اور ان کا کلام سننا ممکن ہے، مگر مومن کے لئے بطور کرامت جبکہ کافر کے لئے عقوبت کے طور پر۔

جامعہ خیر المدارس، ملتان کے سالانہ جلسہ میں ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ رسول کریم ﷺ وفات پا چکے ہیں جس طرح دوسرے انسان وفات پاتے ہیں۔ روضہ مبارک پر سلام کہنے والوں کا آپ ؐ سلام نہیں سنتے وغیرہ۔ مولانا خیر محمد جالندھریؒ مہتمم مدرسہ حیات تھے۔ مذکورہ بالا بات سن کر آپ ؒ نے اسی جلسے میں اعلان فرما دیا تھا کہ یہ عقیدہ علما دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔ سید دو عالم ﷺ کو برزخ میں جسمانی حیات حاصل ہے اور وہ قبر مبارک کے قریب سلام کہنے والوں کا سلام خود سماعت فرماتے ہیں اور جواب عنایت فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا لاہوری (حضرت مولانا احمد علی قدس

سرہ) نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کی حیات طیبہ جیسی سطح زمین پر تھی، ویسی ہی مزار مقدس میں ہے (۲۶ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ)۔ حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہٗ نے فرمایا میرا عقیدہ وہی ہے جو اکابر علمائے دیوبند حضرت نانوتویؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ وغیرھم کا ہے اور وہی صحیح ہے (۱۲ اکتوبر ۱۹۵۸ھ)۔

احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المہند وغیرہ میں بالتفصیل مرقوم ہے، یعنی حضور اقدس ﷺ اور تمام انبیا علیہم السلام بجسد عنصری زندہ ہیں۔ جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں علماء دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں۔

(محمد طیب، مدیر دار العلوم دیوبند ۴ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ)

بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز سے لے کر آج تک تمام علماء دار العلوم دیوبند کا یہی مسلک ہے کہ امام الانبیاء ﷺ روضۂ اقدس میں حیات حسی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ مرشد العلماء حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے مسترشد خاص حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ العزیز سے حیات النبی (ﷺ) پر ایک مدلل کتاب لکھنے کے لئے فرمایا تھا، جس کی تعمیل میں آپ نے اپنی مشہور کتاب ''آبِ حیات'' تالیف فرمائی۔ منکرین حیات النبی (ﷺ) نے اس کتاب کو ناقابل فہم اور حضرت نانوتوی قدس سرہ کا تفرد کہہ کر اکابر علماء دیوبند پر جرح کی تو حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب نبیرہ (پوتا) حضرت نانوتوی قدس سرہ نے ایک مفصل بیان میں اس کی تردید کی جو ''ماہنامہ دار العلوم دیوبند'' میں شائع ہو چکا ہے، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

''بہرحال اس واقعہ سے کتاب کے ناممکن الفہم ہونے یا اس میں بیان شدہ مسئلہ حیات النبی (ﷺ) کے مشکوک یا مشتبہ ہونے پر استدلال کیا جانا قطعاً بے معنی ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ اور دار العلوم دیوبند کے تمام اکابر علماء کا مسلک اس بارے میں واضح رہا ہے اور ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ برزخ میں حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ ناکارہ بھی ان ہی اکابر ممدوحین کے اس مسلک کا پابند اور من وعن متبع ہے۔''

(محمد طیب غفرلہ، مدیر دار العلوم دیوبند۔ ۱۸ شعبان ۱۳۸۰ھ)

شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنی قدس سرہ صدر مدرس دار العلوم دیوبند نے حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کی تصانیف کو درساً درساً پڑھانے کا اہتمام کر دیا تھا۔ آپ کا ارشاد ہے: ''ہمارے حضرات حضور انور ﷺ کی حیات جسمانی برزخی پر بڑے زور شور سے دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ کتاب

''آبِ حیات'' نہایت مبسوط کتاب ہے جو خاص اسی مسئلہ پر لکھی گئی ہے۔''

(نقش حیات جلد اول، صفحہ ۱۲۰)

حضرت نانوتویؒ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ''آبِ حیات'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کو حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی بھیجنے کی قدرت ذاتی اور امکان ذاتی تو حاصل ہے، البتہ اس کا وقوع نہیں ہوگا۔ یہ بالکل عام فہم عبارت ہے جس کو قصداً غلط معانی پہنا کر ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ ختم نبوت کے منکر ہیں (العیاذ باللہ) حالانکہ اس جملے میں اللہ پاک اور حضرت رسول اللہ ﷺ دونوں کی عظمت اور شان مکمل طور پر محفوظ ہے اور عقیدہ ختم نبوت پر بھی قطعاً زد نہیں پڑتی۔ اس عبارت سے اگر کوئی ظلی یا بروزی نبی بنتا ہے تو بنا کرے اور جائے جہنم میں، اس میں حضرت نانوتویؒ کا کیا قصور!

جامع المجددین حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: ''یہ کہنا چاہیے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت کی کیونکہ آپؐ زندہ ہیں۔ دنیا میں ایسے خشک مزاج بھی موجود ہیں جنہیں زیارت روضہ اطہر کا تو کیا شوق ہوتا، اسے حرام کہہ کر دوسروں کو بھی روکنا چاہتے ہیں، مگر جو زیارت کر چکے ہیں ان سے تو پوچھو!''

(التبلیغ وعظ نمبر۳۔ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ)

نوٹ = مولانا عبدالباری ندویؒ نے اپنے شیخ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو مجددِ دین کی جامع شخصیت قرار دیا ہے اور ثابت کیا کہ آپ ''جامع المجددین'' تھے۔

(''جنگ آ رہی ہے۔'' صفحہ ۷۸)

ان کور بختوں کو کیا رُوحانی اور ایمانی فائدہ حاصل ہوگا جو سید المعصومین ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضری کو نہ صرف ناجائز بلکہ حرام کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقل سلیم اور فہم حمید عطا فرمائے، آمین۔

معتزلہ اور دوسرے گمراہ فرقے جو حیات النبی ﷺ کے منکر ہیں، وہ درود شریف پڑھنے سے محروم ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا: ''انبیاء علیہم السلام کی حیات پر تمام علماء کا اتفاق ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ یہ حیات دنیاوی زندگی کی طرح جسمانی ہے نہ کہ رُوحانی معنوی۔''

حافظ ابن تیمیہؒ (متوفی ۷۲۸ھ) اور ان کے عقیدت مندوں کے جو عقائد ہیں، بعض بدعقیدہ لوگ انہیں (اپنی بدعات کی پردہ پوشی کے لئے) علماء دیوبند سے منسوب کر کے ان کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد

مدنی قدس سرہ نے ''الشہاب'' میں فرمایا ہے:

حافظ ابن تیمیہؒ کا مسلک حضوری مدینہ منورہ کے بارے میں مرجوح بلکہ غلط مسلک ہے۔ مدینہ طیبہ کی حاضری محض نبی آخر الزماں ﷺ کی زیارت کی غرض سے اور آپؐ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہیے۔ آپؐ کی حیات نہ صرف رُوحانی ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ آپؐ سے توسل نہ صرف وجودِ ظاہری کے زمانے میں تھا بلکہ اس برزخی وجود میں بھی کیا جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تک وصال اور اس کی رضا صرف حضور پر نور ﷺ ہی کے ذریعہ اور آپؐ ہی کے وسیلے سے ہوسکتی ہے۔ اس وجہ سے میرے نزدیک حج سے پہلے مدینہ منورہ جانا چاہیے اور حضور اقدس ﷺ کے توسل سے نعمت قبولیت حج و عمرہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ اولیٰ یہی ہے کہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی نیت کی جائے۔

(مکتوبات شیخ الاسلام، جلد اول، صفحہ ۱۲۹ تا ۱۳۰)

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام سے قاصد بھیجا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ جا کر امام الانبیاء ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرے اور یہ بھیجنا نماز کے لئے نہیں تھا، صرف صلوٰۃ و سلام کے لئے تھا۔ یہ ایک جلیل القدر تابعی کا فعل ہے جس پر کسی نے نکیر نہیں کی پس یہ حجت ہے حافظ ابن تیمیہؒ پر۔

امام العصر محدث کبیر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری دیوبندی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ شیخ ابن ہمامؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت مستحب نہیں، بلکہ واجب ہے اور یہی عقیدہ میرے نزدیک حق ہے کیونکہ لاکھوں علمائے سلف اور بزرگانِ دین دور دراز سے آپؐ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور اس کو قربِ دربارِ الٰہی اور قربِ دربارِ رسالت (ﷺ) کا سب سے بڑا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے رہے ہیں (اور آج تک یہی عقیدہ اور عمل ہے)۔

(فیض الباری شرح بخاری از علامہ انور شاہ کشمیری، جلد دوم صفحہ ۴۳۳)

امام العصر محدث کبیر قدس سرہ کے شاگرد رشید شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ نے ترمذی شریف کی شرح میں بحث کرتے ہوئے فرمایا جس کا اقتباس یہ ہے: جمہور آئمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت اعظم القربات میں سے ہے اور اس کے لئے سفر کرنا مستحب اور باعث اجر ہے۔ حنفی علما تو اسے واجب کے قریب کہتے ہیں اور اسی طرح مالکی، حنبلی اور شافعی علماء کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ علامہ سبکیؒ نے آئمہ

مذاہب کے اقوال نقل کر کے بتایا ہے کہ یہ زیارت حضور اکرم ﷺ کے قرب کا ذریعہ ہے۔

آٹھویں صدی ہجری کے مفسر اور اپنے دور کے مفتی اعظم ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم جو کہ شرف الدین البارزیؒ (متوفی ۷۳۷ھ) کے نام سے مشہور تھے۔ جب آپ سے حیات النبی (ﷺ) کے عقیدے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''حضرت رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں۔'' استاذ ابو منصور بغدادیؒ نے جو تمام شوافع کے شیخ اور استاد ہیں، نے فرمایا کہ ہمارے تمام محقق علما کا فیصلہ ہے کہ ہمارے رسول کریم ﷺ اپنے وصال کے بعد زندہ ہیں اور اُمت کے نیک اعمال سے خوش اور برے اعمال سے غمناک ہوتے ہیں۔ آپؐ کے دربار میں اُمت کا وہ درود پیش کیا جاتا ہے جو کوئی پڑھتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا جسم بعد رحلت نہیں گلتا اور زمین ان کے بدن سے کچھ بھی نہیں کھاتی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے میں رحلت فرما چکے ہیں مگر ہمارے رسول ﷺ نے خبر دی کہ آپؐ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ شب معراج آپؐ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا اور آپؐ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو انہوں نے رحمت کائنات ﷺ کو خوش آمدید کہتے ہوئے ''مرحبا ابن الصالح والنبی الصالح'' فرمایا۔ جب یہ عقیدہ یا دلیل صحیح طور پر ثابت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ بھی بعد رحلت زندہ ہو گئے اور اب بھی آپؐ قبر مبارک میں زندہ تشریف فرما ہیں۔ (انتباء الاذکیا۔ صفحہ ۸)

برصغیر کے ایک بہت بڑے محدث محمد بن علی نیموی (متوفی ۱۳۲۳ھ) گذرے ہیں۔ آپ نے دو جلدوں میں کتاب ''آثار السنن'' تحریر فرمائی ہے۔ اس میں ایک حضور رحمت کائنات ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے بیان میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ اس کو ابن خزیمہؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ امام دار قطنیؒ (اسم مبارک ابوالحسن علی بن عمر متوفی ۳۸۵ھ بمقام بغداد) اور دوسرے محدثین نے بھی روایت کیا ہے جس کی اسناد حسن ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ثم مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ تمام انبیاء کے سردار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت تمام طاعات سے افضل ہے اور دربارِ نبوت سے قریب ہونے والے تمام وسیلوں سے بڑا وسیلہ ہے اور درجاتِ آخرت حاصل کرنے کی کامیاب کوشش ہے اور واجب کے قریب ہے۔ بلکہ بعض علما نے

تو یہ بھی فرمایا ہے کہ جس آدمی میں طاقت ہو اس کے لئے تو واجب ہے اور اس کا چھوڑنا بڑی غفلت اور اپنے آپ پر بڑا ظلم ہے۔ اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں زیارت کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حج کیا مگر میری زیارت کو نہیں آیا تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اس روایت کو ابن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (بذل المجہود، جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

فقہ حنفی میں روضۂ اقدس سید دو عالم ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ واجب کے قریب ہے۔ آخری دور کے عظیم حنفی فقیہ علامہ شامیؒ نے فرمایا: مدینہ منورہ کی زیارت ہر اس مسلمان پر واجب کے قریب ہے، جس کے پاس زادِ راہ کی وسعت ہو۔ آپ نے ابن ہمام اور عارف ملاّ جامی رحمتہ اللہ عنہما سے یہ بھی نقل فرمایا کہ صرف حضرت نبی الامی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت کرے، وہاں پہنچ کر مسجد نبوی ﷺ کی زیارت از خود ہو جائے گی۔

علامہ کمال ابن ہمامؒ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ یہ نعمت عظمیٰ عطا فرمائے تو اس کے حضور سجدۂ شکر بجا لائے اور حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام اور درخواست شفاعت پیش کرے اور جس نے سلام پیش کرنے کو کہا ہو، اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر اس کا سلام پیش کرے۔ (فتح القدیر، جلد دوم صفحہ ۳۳۶)

فتاویٰ عالمگیری میں سلام کی ترتیب یوں ہے: پہلے سید دو عالم ﷺ کی خدمت گرامی میں سلام اور درخواست شفاعت پیش کرے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خدمت میں سلام عرض کرتے وقت ان دونوں یارانِ نبی ﷺ کو وسیلہ بنا کر شفاعت کی درخواست کرے۔ (جلد اول، صفحہ ۲۱۰)

فتاویٰ عالمگیری وہ کتاب ہے جسے اورنگزیب عالمگیرؒ نے اپنے زمانے کے پانچ سو جلیل القدر فقہا کرام کی ایک جماعت سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کے والد ماجد امام الہند حضرت شاہ عبد الرحیم قدس سرہ العزیز کی زیر نگرانی مرتب کرایا تھا۔ یہ کتاب پورے عالم اسلام میں مقبول اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ دیارِ عرب میں اس کا نام ''فتویٰ ہندیہ'' ہے۔

ابو صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے سفر آخرت کے تین دن بعد ایک دیہاتی مسلمان آیا اور سید دو عالم ﷺ کے مزارِ مبارک سے چمٹ کر اپنے سر پر اس کی مٹی کو ڈالتے ہوئے کہنے لگا:

یارسول اللہ ﷺ آپ نے ہم کو اللہ تعالیٰ کا کلام سنایا اور ہم نے سنا، آپ نے یاد کرایا اور ہم نے اسے یاد رکھا، اسی کلام الٰہی میں یہ بھی ہے۔ (سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۴ کا ترجمہ) = اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے اور یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے، اگر آپ کے پاس آجاتے اور اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو یقیناً یہ لوگ اللہ کو معاف کرنے والا اور مہربان پاتے۔) اس پوری آیت کو پڑھ کر اس نے کہا میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے (یعنی مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے) حاضر ہو گیا ہوں کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ سے بخشوا دیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس کو قبر مبارک کے اندر سے ندا آئی کہ تیری مغفرت ہو گئی (تفسیر قرطبی سورہ نساء، جلد اول۔ صفحہ ۲۶۵) اور بھی ایسے واقعات ہیں جو حیات النبی ﷺ کی دلیل ہیں۔

حدیث کا ترجمہ = مریم کا بیٹا ضرور آسمان سے اترے گا، وہ انصاف اور عدل والا پیشوا ہو گا، وہ دور دراز کے راستے سے سفر کر کے حج یا عمرہ کے لئے آئے گا اور پھر وہ ضرور میری قبر پر بھی آئے گا، مجھے سلام کہے گا اور میں ضرور اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ (رواہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخرجہ الحاکم وصححہ)

مذکورہ بالا حدیث سے حسب ذیل عقائد بالکل واضح ہیں: (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے (۲) وہ دور دراز سے سفر کر کے حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائیں گے (۳) پھر مدینہ منورہ آئیں گے اور حضور انور ﷺ کی قبر مبارک پر حاضری دیں گے اور سلام کہیں گے (۴) حضور پر نور، شافع یوم النشور ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلام کا جواب دیں گے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نبی الثقلین ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا انبیا علیہم السلام کی سنت ہے اور آپ پر سلام بھیجنا بھی انبیا علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضرت امام الانبیا ﷺ نے فرمایا کہ "میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔" تو اگر آپ سلام نہ سنیں گے تو جواب کس طرح دیں گے؟ ثابت ہوا کہ حضور انور ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں اور زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مرحوم علامہ عبدالحمید الخطیب شیخ الحرم و سابق رکن مجلس شوریٰ حکومت سعودیہ نے فرمایا کہ: جب میں مسجد الحرام میں مدرس تھا تو مجھ سے شام کے ایک حاجی نے آکر شکایت کی کہ میں بیت اللہ شریف کے مطاف میں "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" کہہ

رہا تھا تو ایک عالم نے جو اپنے آپ کو نجدی ظاہر کرتا تھا، مجھے یہ کہنے سے روک دیا۔ میں نے شیخ ابن مائع اور جناب شیخ عبد الظاہر امام مسجد الحرام سے پوچھا تو دونوں نے فرمایا کہ اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے بھی اس کو جواب دیا کہ تمام اسلاف وہابیہ اس سلام کو جائز قرار دیتے ہیں۔ بعض لوگ خواہ مخواہ اپنے غلط عقائد کو وہابیہ کے ساتھ خلط ملط کر کے وہابیہ کو بدنام کر رہے ہیں۔

کچھ دن بعد میں (علامہ عبد الحمید الخطیب) حضورِ انور ﷺ کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ مجھے ایک صالح اور متقی شخص نے کہا کہ میرا نام شیخ احمد ہے اور میں دربار پر انوار کا خادم ہوں۔ مجھے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جو قصیدہ آپ نے حضور ﷺ کی شان میں لکھا ہے، اسے روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھیں"۔ چنانچہ میں نے اپنا وہ قصیدہ جس کا نام "تحية للحبيب" ہے اور جو مصر میں طبع ہو چکا ہے، پڑھا۔ اس کے اشعار میں مندرجہ ذیل اُمور واضح ہیں:

(۱) الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ دور سے کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ علمائے دیوبند کے یہاں بھی شوق و محبت صلوٰۃ و سلام کی صورت میں اس کا پڑھنا درست ہے (شہاب المدینین معروف بہ الشہاب از شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ)۔

(۲) حضرت رسول پاک ﷺ سے محبت نماز کی طرح فرض عین ہے۔

(۳) قبر مبارک کے قریب سلام عرض کرنے والے کا سلام آپؐ خود سنتے ہیں اور اسے پہچانتے بھی ہیں۔

(۴) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی جب سفر سے واپس آتے تو قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ دیکھا اور کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہو گیا کہ حضور نبی پاک ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

(۵) عقیدۂ حیات النبی (ﷺ) اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ پورے اسلامی دور میں مسلمانوں کا اس عقیدے پر عمل رہا ہے۔ اسی وجہ سے جس نے حج کیا، اس نے مدینہ منورہ جا کر روضۂ اطہر کی زیارت ضرور کی اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنا سلام پیش کیا۔ آج بھی یہی ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اس عمل پر اُمت مسلمہ کا اجماع ہے اور دورِ صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم سے لے کر آج تک اس پر عمل جاری ہے۔

سچائی کی آواز بہت دُور تک جاتی ہے۔ انٹرنیٹ پر ایک سروے POLL میں تاریخ کی سب سے بااثر، عظیم اور لازوال ہستیوں میں امریکیوں نے ۸۵ فیصد وہی نام چنا ہے جسے چنا جانا چاہیے تھا، یعنی حضرت محمد رسول ﷺ کا اسم مبارک۔ آپؐ سے محبت عین ایمان ہے۔ دانستہ یا نادانستہ طور پر دنیا مدینہ منورہ کی طرف گامزن ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جب پوری دنیا حضور انور ﷺ کی قائل ہو جائے گی اور ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھ کر نجات حاصل کرے گی، ثم ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:

مخواں اُو را خدا از بہر امر شرع و حفظِ دیں   دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش انشا کن

ترجمہ: حضور ﷺ کو الٰہی صفات سے موصوف و متصف نہ کرو کہ شریعت کا یہی حکم ہے۔ اس کے علاوہ جو وصف اور نعت آپؐ کی شان میں کہہ سکتے ہو، کہتے رہو۔

جذبات جن کلماتِ نثر یا نظم میں پیش کرو جائز اور درست ہے۔ صرف اتنا خیال رہے کہ حدودِ ادب سے تجاوز نہ ہو اور نہ ہی شان الٰہی سے تقابل پیدا ہو۔

قدسی مقال علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

جانِ دین ہست حبِ رحمۃ اللعالمیں

ترجمہ = دین کی جان حضرت رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

توسط (اعتدال) اس شریعت کی جان ہے۔ توسط، جلیل القدر علمائے دیوبند کا شعار اور طرّہ امتیاز رہا ہے۔ اگر شریعت انسانی روپ دھارتی تو حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت محمود حسنؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت محمد رسول خانؒ، حضرت احمد علی لاہوریؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت عثمانیؒ، حضرت قاری طیبؒ، حضرت یوسف بنوریؒ، حضرت ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت خلیل احمد سہارنپوری ثم مدنیؒ، حضرت محمد زکریا کاندھلوی ثم مدنیؒ اور حضرت بدر عالم میرٹھی ثم مدنیؒ جیسی شکل و صورت اختیار کرنا پسند کرتی۔ یہ سب اپنے اپنے دور کے باعمل جید عالم تھے۔ حیات النبی ﷺ ان سب کا بنیادی عقیدہ تھا۔ تمام مفسرین، مجددین، فقہا، متکلمین اور ہر صالح فکر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ روضۂ رسول ﷺ کی شان کعبۃ اللہ، عرش و کرسی اور جنت سے بھی اعلیٰ وارفع ہے اور یہ ٹکڑا جنت الفردوس سے دنیا میں لایا گیا ہے۔ چونکہ جنت کی کسی چیز میں تغیر و تبدل

نہیں پس حضور اقدس ﷺ کے جسد مبارک میں بھی کسی قسم کا تغیر ممکن ہی نہیں، جو حیات النبی ﷺ کی ایک اور وزنی دلیل ہے۔ آپؐ جسم اطہر اور روح پاک کے ساتھ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ "نبی اللہ حی" (اللہ کا نبیؐ زندہ ہے) حدیث پاک ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی و دُنیاوی ہے۔ وعدہ الٰہی کے مطابق ان پر محض ایک آن کے لئے موت طاری ہوتی ہے اور فوراً بعد اللہ تعالیٰ ان کو حیاتِ ابدی کے ساتھ زندگی بخش دیتا ہے یعنی ان کی یہ حیات دنیا کی سی ہے۔ اس حیات پر وہی احکامات دنیاوی ہیں یعنی ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو نکاح حرام، نیز ان پر کوئی عدت نہیں، ان کا ترکہ نہ بانٹا جائے گا، وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے ہیں، نمازیں پڑھتے، حج کرتے ہیں اور مٹی ان کو نہیں کھا سکتی۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۳۲ حصہ سوم)

عصر حاضر میں عالم عرب کے مشہور مفکر الشیخ ڈاکٹر محمد علوی مالکی، ساکن مکہ مکرمہ اپنی بے مثل کتاب "الذخائر المحمدیہ" میں فرماتے ہیں:

علمائے اُمت نے بیان کیا ہے کہ تمام اہل زمین کے لئے ایک ہی رات میں حضور انور ﷺ کا دیدار ممکن ہے، کیونکہ تمام عالم مثل آئینہ کے ہے اور آپؐ مثل سورج۔ اب یہ آئینے پر منحصر ہے کہ وہ بڑا ہے یا چھوٹا، صاف ہے یا گندا، لطیف ہے یا کثیف۔ پس شیشہ جیسا ہوگا، سورج اسی لحاظ سے اس میں چمکے گا۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب "انیس الجلیس" میں رقم طراز ہیں کہ "حضور اقدس ﷺ دو چیزوں سے مرکب ہیں: ایک بشریت اور دوسری ملکیت (نورانیت) چنانچہ زمین پر آپؐ بشر کے ساتھ ہیں، ہوا میں پرندوں کے ساتھ اور آسمانوں میں ملائکہ کے ساتھ۔ یہاں تک کہ ملائکہ سمجھتے ہیں کہ آپؐ ہم میں سے ہیں اور ہماری جنس سے ہیں، پرندے کہتے ہیں آپؐ ہماری جنس سے ہیں اور بشر کہتے ہیں کہ نہیں وہ ہماری جنس سے ہیں۔"

یوں تو دنیا میں بے شمار بڑے لوگ (heroes) گزرے ہیں لیکن کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کے کمالات کی چمک دمک، جس کے نظریات کی تابانی اور جس کی عملی قوت زندگی کے تمام شعبہ جات کا احاطہ کئے ہوئے ہو، جو زمان و مکان، قوم و نسل اور ملک کی حدود توڑ کر پوری عالم انسانیت پر پھیل گیا ہو اور اس کے لئے ایک نئے اخلاقی، روحانی، تمدنی اور سیاسی نظام کی بنا ڈالی ہو۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت تمام کمالات کی جامع ہے۔ آپؐ کی نگاہِ مبارک انسان کی پوری زندگی پر پھیلی ہوئی ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی

چیز، جسم کی صفائی، کھانے پینے کے آداب سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک ایک ایک چیز کی بابت ہدایات فرماتے ہیں۔ ایک مستقل نئی تہذیب وجود میں لاتے ہیں اور زندگی کے تمام پہلو اور گوشوں میں ایسا صحیح توازن قائم کرتے ہیں کہ افراط و تفریط کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آتا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ان رہنماؤں میں سے نہیں جنہیں تاریخ بھلا دیتی یا پرانا کر دیتی ہے۔ آپؐ انسانیت کے ایسے پیشوا اور رہبر ہیں جو تاریخ کے ساتھ حرکت کرتے نظر آتے ہیں اور ہر دور میں ایسے ہی جدید (modern) نظر آتے ہیں، جیسے اپنے ابتدائی دور میں تھے۔ اگر انسانیت کی منزل دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے تو اسے جس کا دامن تھامنا ہوگا، وہ صرف اور صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔

موت کا کچھ بھروسہ نہیں کب آجائے۔ پس فوراً بلا تاخیر ''گیٹ وے آف اسلام'' میں داخل ہو جایئے یعنی دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کے ساتھ کلمہ طیبہ کے پاکیزہ الفاظ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھیئے۔ ترجمہ = نہیں ہے کوئی الہ مگر اللہ (جس کی عبادت کی جائے جس کو زندگی کا مقصد بنایا جائے) اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ یہ دین اسلام میں داخلے کا دروازہ ہے جو ہر غیر مسلم کے لئے ہر وقت کھلا ہوا ہے، جس میں تمام باطل چیزوں کی نفی اور حق کا اقرار ہے۔

ختمِ نبوت کے معنی یہ ہیں کہ بعد اسلام اگر کوئی دعویٰ کرے کہ اس پر نزولِ وحی اور الہام ہوتا ہے اور اس کی جماعت میں شامل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص خود پرلے درجے کا کاذب ہے (غلام احمد قادیانی مسیلمہ ثانی آنجہانی جس کی مثال ہے)۔ کامل الہام اور وحی کی غلامی قبول کر لینے کے بعد کسی دیگر الہام یا وحی کی غلامی حرام ہے۔ اس ایک غلامی سے باقی ہر قسم کی غلامی سے نجات مل جاتی ہے۔ پھر آنحضور ﷺ کی غلامی غلامی کہاں، وہی تو صحیح معنی میں آزادی ہے کیونکہ آپؐ کی نبوت کے احکامات دین فطرت کے عین مطابق ہیں اور فطرتِ صحیحہ انہیں از خود قبول کر لینے کے لئے بے قرار ہو جاتی ہے۔

اللہ پاک کا یہ بہت بڑا انعام ہے کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ اعلان کرا دیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا (لانبی بعدی)۔ ختم نبوت کے ہمارے پاس اب تک صرف علمی ثبوت تھے۔ مستقبل قریب میں ان شاء اللہ نزولِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ثابت ہو جائے گا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ جب ہی تو کوئی نیا نبی نہیں آیا۔ بلکہ انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف

لائے۔ پہلے دور میں آپ کی شریعت انجیل شریف تھی جب کہ نزول کے بعد آپ کی شریعت قرآن پاک ہوگی، جو پورے عالم کو محیط ہوگی اور اس کی بنیاد کلمہ طیبہ پر قائم ہوگی۔ ختم نبوت کا اعلان دین مصطفےٰ ﷺ کی عزت و آبرو ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کی ملت کو اس سے قوت حاصل ہوتی ہے اور وحدت ملی کا راز بھی اسی میں مضمر ہے۔ اب ہر قسم کے امتیازات باطل ہیں۔ حریت و آزادی اس قوم کے ضمیر میں سمائی ہوئی ہے۔ وہ غیراللہ سے کوئی واسطہ نہیں رکھتی۔

حضرت نبی آخرالزمان ﷺ کی اُمت آخری اُمت ہے، جو رنگ و نسل سے بالاتر ہے۔ جہاں ایک کالا لاتعداد سرخ و سفید مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔ جہاں مسلمان ہونے کا مدعی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کو صرف فرزندِ اسلام شمار کرتا ہے (سلمانؓ بن اسلام)۔ ہم نے ہجرت کے معانی بھی نہایت محدود کر دیئے ہیں حالانکہ ہجرت مسلمان کی زندگی کی ایک ایسی بنیاد ہے کہ جو قید اطراف اور جہات سے آزاد ہے اور فلک کی طرح (چار جہات پر ہی نہیں) شش جہات پر چھائی ہوئی ہے۔ ہمارا رشتہ کسی دوسری زمین یا دھرتی سے نہیں، نہ ہماری نسبت نسب کی پابند ہے۔ ہمارا رشتہ تو بس ایک ہی رشتہ محبت (تولائے نبی ﷺ) ہے۔ نسب کا رشتہ جسم سے ہوتا ہے، جبکہ محبت جان و روح میں سمائی ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ رشتہ سب سے مضبوط ہوتا ہے۔ مسلمان مثل موتی کے ہے جسے آب و تاب بحر رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہوتی ہے۔ شیفتگی رسول اللہ ﷺ کے بغیر اللہ کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی۔ حب الٰہی کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود تم سے محبت کرنے لگتا ہے۔ ؎

الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے

حضرت رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی میں ہر قسم کی فضیلت پنہاں ہے۔ تمام سعادتوں کا سرمایہ اور مرکز اتباع سنت ہے اور تمام شر اور فسادات کا سبب شریعت مطہرہ کی مخالفت ہے۔ جس نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع کیا، اسے آپؐ کی محبت حاصل ہوگئی اور جسے یہ حاصل ہوگئی اسے سب کچھ حاصل ہو گیا اس لئے کہ منشائے الٰہی کا پرتو صرف حضرت رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ پس آپؐ کی ذات و صفات کا ہمیشہ تصور کرو اور ہر وقت آپؐ اور آپؐ کی عترت پر درود و سلام پڑھتے رہو:

بلغ العلیٰ بکماله

کشف الدجیٰ بجماله

حسنت جمیع خصاله
صلّو علیه و آلہٖ

ترجمہ = آپؐ اپنے کمال سے انتہائی بلندیوں تک پہنچے (سفر معراج کی طرف اشارہ ہے)، آپؐ نے اپنے جمال سے اندھیرے دور کر دیئے، آپؐ کی تمام خصلتیں پیاری و پسندیدہ ہیں۔ آپؐ اور آپؐ کی آل پر درود و سلام ہو۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر من و جھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناءُ کما کان حقه بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

ترجمہ = اے صاحب جمال اور انسانوں کے سردار! آپؐ کے نورانی چہرے سے چاند کو روشنی بخشی گئی۔ جیسا کہ آپؐ کی تعریف کا حق ہے ایسی تعریف ممکن نہیں۔ اللہ پاک کے بعد آپؐ ہی سب سے بڑے ہیں۔ مختصر بات تو یہ ہے۔

غالبؔ ثنائے خواجہؐ بہ یزداں گذاشتیم کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

ترجمہ = غالب فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی تعریف اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں کیونکہ وہ ذات پاک ہی آپؐ کے مرتبے کی شناسا ہے۔

آخر میں بعد حمد و ثناء اور درود لا محدود و سلام بر سید انام ﷺ دعا کرتا ہوں اللہ پاک ہمیں عقل سلیم اور فہم حمید عطا فرما، ہم حق و باطل میں تمیز کرنے والے بن جائیں، ہمیں تنگ نظری، بدعات، جہالت اور گمراہی سے نجات دلا دے، ہمیں وسعت نظر عطا فرما، دوست اور دشمن میں تمیز عطا فرما، علمائے سو اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اپنا اُلو سیدھا کرنے والے عناصر کو ہدایت عطا فرما، ہم تیرے دین کے پکے اور سچے خادم بن جائیں۔ ہمیں حضور نبی آخر الزمان ﷺ کی ایسی کامل اتباع نصیب فرما جس پر آپؐ ہم سے راضی ہو جائیں۔ عالم اسلام کو متحد کر دے، عالم اسلام کو دشمنان اسلام پر غلبہ عطا فرما، عالم اسلام کی غیبی نصرت و مدد فرما، پرچم اسلام کو پوری دنیا پر لہرا دے، اسلام کی حقانیت کے ڈنکے بجا دے، اسلام کا بول بالا اور کفر کا منہ کالا کر دے، دنیا میں اسلامی انقلاب آجائے، ہم حضور نبی پاک ﷺ کا سلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کریں، پوری اُمت مسلمہ کی مغفرت فرما دے، ہم سب کو حضرت رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ ان کتب میں جو خامیاں اور کوتاہیاں رہ گئی ہوں ان کو معاف فرما دے اور ان کے تمام قدر دانوں کو اس زمرہ میں شامل کر دے جن کی کل روز قیامت تو بغیر حساب کتاب بخشش فرمائے گا۔

اے اللہ میں تجھ سے وہ تمام خیر طلب کرتا ہوں جس کی حضور نبی اکرم ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے اور ان تمام شرور سے پناہ مانگتا ہوں جن سے آپؐ پناہ مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ مجھے ایسا بنا دے جو تجھے اور تیرے حبیب پاک ﷺ کو پسند ہو اور اپنی اور اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کی محبت سے میرے سینے کو معمور اور منور فرما دے۔

دے دعا کو میری وہ مرتبہ حسن قبول   کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ و زینت فرشہ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و سیدنا و شفیعنا و مولنا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ واھل بیتہ وازواجہ و ذریتہ اجمعین برحمتك یاآرحم الراحمین۔

احقر العباد

محمد عبدالمجید صدیقی

مورخہ ۲۳ جمادی الاول ۱۴۲۱ھ

مطابق ۱۴ اگست ۲۰۰۱ء اسلام آباد

۱۱۴ واقعات "زیارت رسول ﷺ بحالت بیداری"

۱۔ ایک روز بعد نماز مغرب حضور پیر و مرشد (مجتہد زماں، مجددِ دوراں، حضرت مولانا سید عبدالقادر شمس القادری المعروف سید شاہ مرشد علی القادری الحسنی والحسینی البغدادی اصلاً والمیدن پوری مولداً و مدفناً، جن کا شمار بنگال کے عظیم ترین بزرگوں میں ہوتا ہے) کی خانقاہ شریف میں محفل میلاد منعقد ہوئی جس میں بیرسٹر یوسف علیؒ نے بھی شرکت کی۔ فرماتے ہیں کہ جب میلاد خوانوں نے پڑھنا شروع کیا تو یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لق ودق میدان ہے۔ جہاں میں بیٹھا ہوں نہ مسجد نظر آتی ہے اور نہ اہل محفل نظر آتے ہیں، صرف میلاد خوانوں کی آواز میرے کانوں میں آرہی ہے اور وہ بھی بدلی ہوئی یعنی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چار پانچ برس کے بچے کچھ پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد دیکھا کہ ایک مرصع تخت پر حضور اقدس ﷺ تشریف رکھتے ہیں اور آپؐ کے ہمراہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی ہیں۔ دیکھتے دیکھتے وہ تخت آنحضرت ﷺ کو لے کر اس قدر بلندی پر پہنچ گیا کہ ان ستاروں سے جن کی روشنی لاکھوں برس میں زمین تک پہنچتی ہے، ان سے بھی پرے نکل گیا۔ برابر اسی طرح اوپر کی طرف چڑھتا رہا یہاں تک کہ ثوابت وسیاروں کے سلسلے سے بھی اس قدر زیادہ بلند ہو گیا کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ تخت جس قدر بلند ہوتا جاتا تھا، میری نظر بھی اسی قدر تیز ہوتی جاتی تھی اس لئے میں ان دونوں بزرگ ہستیوں کو برابر اسی طرح دیکھ رہا تھا جس طرح پہلے دنیا کے میدان میں بہت ہی قریب سے دیکھا تھا۔ یہ خواب کی طرح نہ تھا۔ بیرسٹر صاحب اس واقعہ سے قبل معراج شریف کو صرف رُوحانی سمجھتے تھے لیکن اب ان کو یقین ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کو رُوحانی نہیں بلکہ جسمانی معراج شریف حاصل ہوئی تھی۔ بیرسٹر صاحب حضور پیر و مرشد کے جلیل القدر مرید تھے۔ (تذکرۃ المولیٰ، حصہ دوم۔ صفحہ ۱۲۷ تا ۱۲۹)

مولای صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۲۔ ۱۹۷۱ء میں مولانا عبدالرحمٰن (بنگالی) نے بتایا کہ چند سال قبل میرے ایک دوست مدینہ منورہ میں روضہ اطہر پر حاضر ہوئے۔ نماز عشاء کے بعد ان کے دل ودماغ پر یہ خواہش چھاگئی کہ وہ رات روضہ اطہر ہی میں گذاریں۔ مگر یہ ممکن نہ تھا کیونکہ رات کو مسجد نبوی ﷺ سے سب کو نکال کر باہر سے دروازے مقفل کر دیئے جاتے ہیں اور یہ طریقہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمنے سے چلا آرہا ہے۔ لیکن وہ صاحب کسی نہ کسی

طرح محافظین کی نگاہوں سے چھپنے میں کامیاب ہو گئے۔ محافظین دروازے مقفل کر کے جب چلے گئے تو یہ نوافل میں مشغول ہو گئے۔ آدھی رات کو فطری تقاضے نے انہیں مجبور کرنا شروع کر دیا۔ یہ اتنے مجبور ہو گئے کہ ایک سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے دروازے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا کہ شاید کوئی دروازہ کھلا مل جائے تو یہ جلد از جلد باہر نکل جائیں، لیکن کوئی صورت نظر نہ آئی۔ جب انتہائی مجبوری کا عالم تھا تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بزرگ عربی لباس میں ملبوس کہیں سے نمودار ہوئے اور ان کو نزدیک ترین دروازے کے پاس لے گئے۔ اس پر ہاتھ رکھا تو وہ کھل گیا۔ انہوں نے ان صاحب کو اشارہ کیا کہ وہ باہر تشریف لے جائیں۔ اس طرح غیبی امداد سے ان کو اس مشکل سے رہائی ملی۔

مولانا نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ چونکہ مشکل حالات میں مدد کرنا حضور اقدس ﷺ کی نمایاں صفت ہے، لامحالہ آپؐ ہی نے نمودار ہو کر اپنے ایک فدائی اُمتی کی مدد فرمائی تھی۔ میں نے اپنے دوست کی آنکھوں کو بوسہ دیا جو بحالت بیداری حضور انور ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئی تھیں اور اس سعادت پر انہیں بہت مبارک باد پیش کی۔ (سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ، حصہ چہارم۔ صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۰)

مولای صل وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۳۔ ایک بزرگ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دیدار بیداری میں کیا کرتے تھے اور فاس میں بیٹھے ہوئے مدینہ منورہ کی خوشبو سونگھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حج بیت اللہ کے لئے گئے اور زیارت روضہ رسول (علیٰ صاحبہا صلوٰۃً وسلاماً) کے لئے بھی پہنچے تو ان کی حالت غیر ہو گئی اور عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) میں نہیں چاہتا کہ آپؐ کے پاس پہنچ کر فاس واپس جاؤں۔ اس پر حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک سے آواز آئی "اگر میں قبر کے اندر بند ہوں تب تو جو آئے یہیں رہ پڑے اور اگر میں اُمت کے ساتھ ہوں جہاں کہیں بھی وہ ہو، تو تمہیں اپنے وطن واپس چلے جانا چاہیے۔" یہ سن کر وہ بزرگ اپنے وطن لوٹ گئے۔

(ابریز کا اردو ترجمہ خزینہ معارف، حصہ دوم صفحہ ۴۴۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۴۔ جناب منیر حسین ہاشمی (ملتان) بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ محترمہ نے خاک شفاء لانے کے لئے فرمایا تھا۔ میں نے ایک پاکستانی واقف کار سے کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ خاک شفاء تو دستیاب نہیں البتہ سرکار (ﷺ) کے روضۂ اطہر کے اندر کی مقدس ومطہر

خاک پاک فراہم کر دوں گا۔ میں سخت مضطرب تھا کہ جدائی کا وقت سر پر آگیا ہے مگر وہ ابھی تک نہیں آیا۔ عالم اضطراب میں بار بار میں شعر پڑھ رہا تھا:

سنا ہے آپؐ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یارسولؐ اللہ

اچانک ایک حسین و جمیل پیکر جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھا، پیچھے سے میرا کندھا ہلا کر پوچھنے لگا کہ آپ نے روضۂ مبارک کی خاک پاک طلب کی تھی۔ میں نے مجسم اشتیاق ہو کر اثبات میں جواب دیا۔ انہوں نے معاً میرے ہاتھ پر خاک پاک ڈال دی اور فوراً ہی روپوش ہو گئے۔ میں نے مڑ کر دیکھنے کی جسارت کی مگر وہ تشریف لے جا چکے تھے۔ گنبد خضرا (علیٰ صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) پر الوداعی سلام کے موقع پر یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

(صفحہ ۴۵۴۔ مجلہ ''اوج'' کا نعت نمبر، جلد دوم ۹۳۔ ۱۹۹۲ء گورنمنٹ کالج شاہدرہ۔ لاہور)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۵۔ حکیم الامت، مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ''الابقا'' میں بیان کیا ہے کہ حضرت مولانا غلام رسول کانپوریؒ (یوپی، بھارت) ''رسول نما'' کے لقب سے مشہور تھے کیونکہ آپ کی یہ کرامت تھی کہ ہر شخص کو بیداری میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی زیارت کرا دیا کرتے تھے۔ ''مواعظ اشرفیہ'' کئی دبیز جلدوں میں ''الابقا'' کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ مواعظ اس قدر روح پرور اور دل و دماغ کو روشن کر دینے والے ہیں کہ ان کی اشاعت بکثرت ہونی چاہیے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۶۔ حضرت مولانا حاجی امین الدین محدث اواخر ماہ ربیع الاول ۱۱۸۷ھ میں مکہ مکرمہ پہنچے اور وہیں حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے دست حق پرست پر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی۔

ایک روز شاہ ابو سعیدؒ نے آپ سے فرمایا کہ میرے ساتھ مواجہہ شریف میں مراقب بیٹھو۔ بیٹھے تو دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ حجرہ شریف سے برآمد ہو رہے ہیں۔ اولاً دونوں کتف مبارک دکھائی دیئے، پھر پورا جسم اطہر اور آپ کے مقابل متبسم تشریف فرما ہوئے۔ شاہ صاحبؒ نے دریافت فرمایا تم نے زیارت کی۔ وہیں حاجی صاحبؒ نے عربی کے ۱۱۲ اشعار مدحِ حضرت رسول اللہ ﷺ میں فی البدیہہ کہے۔

(تذکرہ مشاہیر کاکوری از جناب مولانا حافظ محمد علی حیدر علوی کاکورویؒ، صفحہ ۵۷ تا ۵۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۷۔ سید محمود کردی قادری شیخانی اپنی کتاب ''الباقیات الصالحات'' میں فرماتے ہیں...... میں بیدار ہوا تو میرے رُخسار آنسوؤں سے تر تھے۔ میں مواجہہ شریف کی طرف گیا تو میں نے حجرۂ مبارک کے اندر سے حضور اقدس ﷺ کی آواز میں ایسی ایسی بشارتیں سنیں جن کا ذکر میں عوام کے سامنے نہیں کرسکتا۔

آگے لکھتے ہیں کہ میں نے بحالت بیداری مواجہہ شریف کے سامنے اپنے پیروں پر کھڑے کھڑے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے اپنے سلام کا جواب سنا اور مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ آپؐ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اہلِ اسلام کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۸۔ جناب ڈاکٹر مقبول الٰہی ایم اے۔ پی ایچ ڈی نے شاہ حسین لاہوری کی کافیوں کا اُردو منظوم ترجمہ ''کہے حسین فقیر'' کے عنوان سے کیا ہے، جس کی کتابت جناب محمد عارف گورداسپوری نے کی ہے۔ اُس وقت آریہ محلّہ، راولپنڈی میں رہائش پذیر تھے۔ عارفؔ تخلص ہے، پابند صوم وصلوٰۃ ہیں۔ حال ہی میں ٹیلی ویژن مرکز، اسلام آباد سے بطور کاتب سبکدوش ہوئے ہیں۔ عمرے پر جانے کے لئے بے تاب تھے اور واپسی کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ ایک دن بات چل نکلی کہ کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جس کسی کو حضور ختمی مرتبت ﷺ بحالت خواب زیارت کا شرف بخشتے ہیں، اسے بحالت بیداری بھی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ اس پر عارف صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو بتایا کہ اس وقت تک مجھے بارہ مرتبہ حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہوچکی ہے مگر ایک مرتبہ بھی بحالت بیداری زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ البتہ میرے نانا جو قلعہ گوجر سنگھ، لاہور میں بالائی منزل کے ایک کمرے میں تن تنہا رہائش پذیر تھے، اُنہیں یہ سعادت کئی بار نصیب ہوئی تھی (اس گفتگو کو اندازاً پندرہ سال تو ہوچکے ہوں گے)۔

(سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ، حصہ چہارم۔ صفحہ ۲۳۶)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۹۔ حضرت شاہ محمد معصوم اویسی صدیقی کاکورویؒ کے تمام علوم وہبی تھے۔ جب عمر ۱۸ سال کی ہوئی تو آپ کو حضورِ اقدس ﷺ اور خلفا اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت ہوئی اس طور پر کہ سب کو ایک بلند مقام پر دیکھا۔ عرض کیا کہ میں کس طرح حاضر ہوں؟

فوراً حضرت رسول اللہ ﷺ نے تھوڑی سی گھاس نیچے ڈال دی اور ارشاد فرمایا کہ "اس پر چلے آوَ" چنانچہ آپ پہنچ گئے اور اچھی طرح زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد سے طلب حق پیدا ہو گئی۔ آپ کو بیعت بہ طریق اویسی حضرت رسول اللہ ﷺ سے حاصل تھی اور اسی طریقے پر مرید کرتے تھے۔ بزرگانِ معاصرین آپ کو ابدال کہتے تھے۔ ۲۸ جمادی الاول ۱۱۶۲ھ شب پنج شنبہ وصال فرمایا۔ مزار مبارک لکھنو، محلّہ سرائے معالی خان میں ہے۔ (تذکرہ مشاہیر کاکوری، صفحہ ۳۷۸۔ ۱۹۲۷ء میں لکھنو میں شائع ہوئی)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۰۔ حضرت میاں سید علی ثانی شیرازیؒ سید جلال بخاریؒ کے صاحبزادے تھے۔ مدینہ منورہ روضہ اطہر پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو ساکنانِ حرم نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں سید ہوں۔ انہوں نے کہا: سید سرخ سفید ہوتا ہے سیاہ فام نہیں ہوتا۔ اس پر آپ نے فرمایا: مجھے کچھ خبر نہیں مگر لوگ مجھے سید کہتے ہیں۔ خادموں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا جب تک آپ کے سید ہونے کی گواہی روضہ مبارک سے نہ سن لیں گے، ہم چھوڑیں گے نہیں۔ پس آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! اگر میں سچا ہوں تو مجھے ان لوگوں سے رہائی دلایئے اور اگر جھوٹا ہوں تو تنبیہ کیجیے کہ آئندہ پھر کبھی میں سید ہونے کا دعویٰ نہ کروں۔ فوراً روضہ انور سے ندا آئی کہ "یہ میری اولاد اور سید ہے۔" جس کسی کے کان میں یہ آواز پہنچی ذوق و شوق سے مدہوش ہو گیا اور جنہوں نے اعتراض کیا تھا، انہوں نے قدموں پر گر کر معافی مانگی اور آپ کے مطیع ہوئے۔
(تذکرہ صوفیائے سندھ از اعجاز الحق قدوسی۔ صفحہ ۱۰۵)

ایک مدت بعد پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو حسب سابق خادمانِ حرم آپ کے پیچھے پڑ گئے کہ وہ ندا سنوا دیجیے۔ آپ نے عذر کیا کہ شاید مجھ سے کوئی گناہ ہو گیا ہو، پس اس خطاب سے مشرف نہ ہوں اور اس طرح عظمت سابقہ بھی ہاتھ سے چلی جائے، مگر لوگ نہ مانے۔ آخر آپ نے التجا کی اور حسب سابق پھر اسی خطاب سے مشرف ہوئے۔ ۹۷۱ھ میں وصال فرمایا۔ مزار قبرستان مکلی، ٹھٹھہ (سندھ) میں ہے جو بارہ میل میں پھیلا ہوا ہے اور جس میں سوا لاکھ اولیا اللہ مدفون ہیں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۱۔ حضرت السید یحییٰ الحسنی المصری قدس سرہٗ ہر وقت باوضو رہتے تھے اور زبان ہر وقت ذکر سے تر رہتی تھی۔ آپ کی شخصیت خود گواہی دیتی تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے

ولی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور سرور کائنات ﷺ کی عالم بیداری میں بارہا زیارت کی ہے۔ ۱۰۱۵ھ میں وصال فرمایا اور صحرا میں دفن کئے گئے۔ آپ کے صاحبزادے شیخ عیسیٰ کو والد کے انتقال کا جوں ہی علم ہوا تو آپ انہیں مصر لے آئے اور "قرافۃ الکبریٰ" میں دفن کیا۔ جب مصر لائے گئے تو جسم میں کوئی تغیر و تبدل نہ تھا اور وہ بالکل اپنی اصلی حالت میں تھا۔ (جامع کرامات اولیاء جلد سوم از علامہ محمد یوسف نبہانی۔ صفحہ ۷۴۲ تا ۷۴۳)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۲۔ حضرت السید منصور الحلبی قدس سرہٗ سید محمد الحفنی کے بزرگ خلیفہ تھے۔ جناب شیخ حسن شمۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد محترم عارف حفنی قدس سرہ سے سنا کہ سید منصور حلبی قدس سرہ حضور اقدس ﷺ کے محبوب تھے۔ شیخ حسن مذکور فرماتے ہیں کہ وہ اس وجہ سے حضور ﷺ کے محبوب تھے کہ کسی حال میں بھی خواہ جاگتے ہوں یا سوئے ہوں، حضور انور ﷺ کی نگاہِ اقدس سے پردے میں نہ ہوتے تھے۔ میں جب بھی ان کے پاس بیٹھتا تو اس طرح بیٹھتا کہ حضرت امام الانبیاء ﷺ سامنے موجود ہوں۔ تصوف کے موضوع پر شیخ موصوف کی کئی تصانیف بھی ہیں۔

(جامع کرامات اولیا جلد سوم، صفحہ ۶۷۳۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ لاہور)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۳۔ حضرت شیخ مسعود راویؒ بلادِ فارس کے رہنے والے تھے۔ شیفتہ حضرت رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ کا طریقہ تھا کہ ہر روز علی الصبح اس جگہ جاتے، جہاں مزدور بیٹھتے تھے اور وہاں سے لوگ ان کو اپنے مکان کی تعمیر وغیرہ کے لئے لے آتے تھے۔ حضرت شیخ اُنہیں اپنے ہمراہ لاتے اور اچھی طرح بٹھا کر فرماتے درود شریف پڑھو اور خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر درود پاک پڑھتے۔ شام کو مزدوروں کے رُخصت ہونے کے وقت جیسے کام کروانے والے مزدوروں سے کہتے ہیں کہ تھوڑا سا کام اور کر لو" اسی طرح آپ ان سے کہتے اور پھر سب کو ان کی پوری پوری مزدوری دے کر رُخصت کرتے۔ خلوص ومحبت کے اس عمل کا یہ فیضان تھا کہ آپ کو بحالت بیداری حضرت امام الانبیاء ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل تھا۔ (کنوز الاسرار)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۴۔ شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ "شرح صلاۃ الغوث الجیلانی" میں رقمطراز ہیں کہ ۱۲۰۵ھ میں مدینہ طیبہ میں میری ملاقات حضرت شیخ محمود کردی قدس سرہٗ سے ہوئی۔

میں نے آپ کو اپنے گھر دعوت دی۔ آپ تشریف لائے۔ میں نے آپ کی خدمت اور احترام و اکرام میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آپ نے مجھے بتایا کہ کئی مرتبہ بحالت بیداری حضور اقدس ﷺ کی ملاقات کا شرف رکھتا ہوں۔ میں نے اس بات کی یوں تصدیق کی کہ آپ سے میں نے اس کی سچائی پر بہت سی علامات کا مشاہدہ کیا۔

میں نے حضرت شیخ محمود کردی قدس سرہٗ کی کتاب ''الباقیات الصالحات'' میں لکھا دیکھا کہ جب وہ حضرت سرورِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں مواجہہ شریف پہنچے اور سلام عرض کیا تو حضور اقدس ﷺ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا جسے بلاشک وشبہ انہوں نے سنا۔

مولای صل وسلم دائما ابداً　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۵۔ حضرت غنیم المطوعی صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کو ''غنیم الکاشف'' کہا جاتا تھا کیونکہ آپ کے مکاشفات بہت زیادہ تھے۔ مصر کے شہر ''منازلِ نعیم'' کے باشندے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے برائے آزمائش آپ کی دعوت کی اور دودھ میں چاول ڈال کر پیش کیے۔ آپ نے یہ کھانا دیکھ کر کہا: اسے اٹھالو، فقراً اس قسم کا کھانا نہیں کھاتے۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ تو نے انہیں کتیا کے دودھ میں پکایا ہے۔ یہ سن کر اس نے اعتراف کیا، معافی مانگی اور توبہ کی۔ آپ بیداری میں حضور سرورِ دوعالم ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوتے تھے۔ آپ کی کرامات بکثرت ہیں۔ ۹۵۰ھ کے لگ بھگ وصال فرمایا۔ (جامع کرامات اولیا جلد سوم، صفحہ ۵۳۸ تا ۵۳۹)

مولای صل وسلم دائما ابداً　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۶۔ حضرت علی بن محمد بن حسین الحبشی باعلوی قدس سرہٗ سادات خاندان کے عظیم بزرگ حضر موت کے شہر سیون میں مقیم تھے۔ مشہور ولی اور بہت بڑے عالم دین تھے۔ آپ کو اپنے جد امجد حضرت سرورِ کائنات ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ زیادہ تر وقت آپؐ کی مدح، ذکر اور آپؐ پر صلوٰۃ وسلام میں بسر ہوتا تھا۔ آپ بیداری میں جناب نبی کریم ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوتے تھے۔

(جامع کرامات اولیا جلد سوم، صفحہ ۴۸۳)

مولای صل وسلم دائما ابداً　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۷۔ حضرت الشیخ علی بن عبدالبر الوتائی الشافعی قدس سرہ قاہرہ میں ۱۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے اولیاء کرام میں سب سے آگے تھے۔ صاحب عبادت، مجاہدات اور کشف وکرامات تھے۔ حضور ﷺ کی خواب میں بکثرت زیارت کرنے والی شخصیت

تھے۔ دو مرتبہ آپ نے حضور انور ﷺ کو بحالت بیداری دیکھا جن میں سے ایک مرتبہ اس وقت زیارت ہوئی جب آپ سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ آپ کو حکم ملا کہ تمہاری موت مدینہ منورہ میں ہو گی۔ پس حج کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے، پھر وہیں رہے یہاں تک کہ ۱۲۱۱ھ میں وہیں وصال فرمایا۔ (جامع کرامات اولیا جلد سوم، صفحہ ۴۳۱ تا ۴۳۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۸۔ حضرت علوی بن علوی بن محمد الشہیر بخالع قسم قدس سرہٗ اپنے دور کے امام اور شریعت و طریقت و حقیقت میں یکتا تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ مشکل امور کے بارے میں سوال کرتے تو حضور اکرم ﷺ واضح جواب عطا فرمایا کرتے تھے۔ نماز کے دوران تشہد میں یا اس کے علاوہ جب بھی آپ ''السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ'' کہتے تو اپنے کانوں سے سرکار دوعالم ﷺ کا واضح جواب سنتے ''وعلیک السلام یا شیخ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔'' ۵۲۷ھ میں تریم میں وصال فرمایا۔

(جامع کرامات اولیا جلد سوم، صفحہ ۲۶۳ تا ۲۶۴)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۹۔ مولانا شاہ عبدالغفور عباسی مدنیؒ نے فرمایا کہ ایک شخص حافظ عبدالرحمٰن میرے پاس آیا اور کہا کہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا مرید ہوں، ان کا وصال ہو چکا ہے، آپ مجھے بیعت کرلیں۔ میں نے بیعت کرلیا۔ ایک مرتبہ میں حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر گیا۔ زیارت کے بعد واپس ہوا۔ حافظ عبدالرحمٰن میرے ہمراہ تھا، وہ کبھی اِدھر دیکھتا کبھی اُدھر۔ میں نے پوچھا: کیا بات ہے؟ کہنے لگا کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور ﷺ کے بہت مشابہ (ہم شکل) ہیں۔ میں نے کہا: تمہیں کیسے پتہ چلا؟ کہنے لگا: وہ ہمارے ساتھ ہیں، ایک جانب حضرت رسول اللہ ﷺ ہیں اور دوسری جانب حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ مکان پر پہنچنے تک حافظ عبدالرحمٰن کی یہی کیفیت رہی۔ پھر وہ مسجد نبوی ﷺ چلا گیا۔ وہاں سے واپس آکر اس نے مجھ سے کہا کہ حضور اقدس ﷺ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ ''مولانا سے کہنا لوگوں کی باتوں سے نہ ڈرے، اپنے کام میں لگا رہے اور آپ کے مکان پر ''المنزل النقشبندیہ مظہر الانوار المحمدیہ'' جو لکھا ہوا ہے، وہ ہم نے اپنی اُنگلی (مبارک) سے لکھا ہے۔''

(انوار غفوریہ مدنیہ یعنی ملفوظات مولانا شاہ عبدالغفور عباسی مدنیؒ۔ صفحہ ۹۰ تا ۹۱۔ صدیقی ٹرسٹ۔ کراچی)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۲۰۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی مشہور کتاب ''فیوض الحرمین'' میں اپنے مبشرات کو جمع کیا ہے اور اپنے بہت سے مکاشفات اور حضورِ اقدس ﷺ سے جو سوالات کئے ہیں، ان کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ اگر کوئی ایک مذہب (فقہ) کا متبع نہ ہو تو حضورِ اقدس ﷺ اس سے ناراض نہیں ہیں مگر جو شخص دین میں اختلاف، لوگوں میں جنگ وجدل اور باہمی فساد کا موجب ہو تو یہ امر آپؐ کی بہت سخت ناراضگی اور خفگی کا باعث ہے۔ (صفحہ ۹۱)

حضور اقدس ﷺ نے مجھے بتایا کہ کس طرح اپنی حاجتوں میں آپؐ سے مدد کی درخواست کروں اور کس طرح آپؐ اس شخص کو جواب دیتے ہیں جو آپؐ پر درود بھیجے اور جو شخص آپؐ کی مدح و تعریف میں کوشش اور الحاح کرے، اس سے آپؐ کس طرح خوش ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ آپؐ ظاہری طور پر فیض صحبت پہنچانے والے ہیں۔

(فیوض الحرمین کا اردو ترجمہ صفحہ ۸۶ اور ۸۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۲۱۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کامل ولی تھے۔ آپ کی کاوش سے ہزارہا کفار مسلمان ہوئے، بالخصوص کشمیر میں۔ آپ نے ۱۴۰۰ کامل اولیاء سے فیض حاصل کیا۔ دنیا کو مستفیض کرنے کے لئے آپ نے ان اوراد کو کتابی صورت میں مرتب کر کے اس کا نام ''اورادِ فتحیہ'' رکھا۔ دین و دنیا میں کامیابی و کامرانی کے لئے اس کا ورد کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی کئی تصانیف ہیں مثلاً اسراریہ، فصوص الحکم وغیرہ۔

اسراریہ میں لکھا ہے کہ جب میں مدینہ منورہ پہنچا اور روضہ اقدس (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) کے سامنے ہو کر سلام عرض کیا تو جوابِ سلام سے مشرف ہوا۔ اسی اثناء میں غنودگی طاری ہوگئی (نہ پوری طرح جاگ رہا تھا نہ پوری طرح سو رہا تھا) تو دیکھا کہ حضور ﷺ ایک مجلس میں رونق افروز ہیں جہاں کثیر تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔ میں نے سلام کیا تو سلام کا جواب عنایت فرما کر ایک بڑا سا کاغذ مجھے عطا فرمایا۔ اس میں وہی کلمات جو ۱۴۰۰ کامل اولیا سے مجھے ملے تھے، بالترتیب تحریر تھے۔ دل میں خیال آیا انہیں بالجہر پڑھنا چاہیے یا خفی۔ اسی حالت میں دیکھتا ہوں کہ ایک جماعت مدور حلقہ میں (گول دائرہ میں) کمال خوش الحانی سے یہی اوراد پڑھ رہی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا: ''اس طرز سے پڑھنا چاہیے۔'' اس دن سے میں نے ان اوراد کو خوش الحانی کے ساتھ بالجہر (بلند آواز سے) پڑھنا شروع کر دیا۔

''اورادِ فتحیہ'' کا جو نسخہ میاں شیر محمد شرقپوریؒ نے اپنے مرید خاص حاجی ڈاکٹر نواب الدین مرحوم و مغفور کو عنایت فرمایا تھا، اسے ان کے سب سے بڑے صاحبزادے جناب چوہدری مظفر حسین، ایم اے نے فرینڈز کالونی، ملتان روڈ، لاہور سے شائع کرایا ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۲۲۔ حضرت السید عفیف الدین عبداللہ بن ابراہیم المیرغنی الحسینی المکی الطائفی الحنفی دس سرہٗ کا لقب ''مجوب'' تھا۔ آپ کا شمار اکابر اولیا، عارفین اور علماء کاملین میں تھا۔ آپ اویسی تھے اور حضرت سرور کائنات ﷺ سے براہِ راست کسب فیض کرتے تھے۔ آپ کی یہ بہت عظیم کرامت تھی۔ مختلف علوم میں آپ کی تصانیف ہیں۔ ۱۲۰۷ھ میں وصال فرمایا۔ (جامع کرامات اولیا اردو ترجمہ جلد سوم، صفحہ ۱۷۰ تا ۱۷۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۲۳۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن عبد الرحمٰن العیدروس قدس سرہٗ اولیاء عارفین کے امام تھے۔ صاحب مناقب اور کرامات کے لئے مشہور تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ خوش نصیب ہوں جسے خود امام الانبیاء ﷺ نے حلوہ کھلایا۔ آپؐ میرے غریب خانے پر تشریف فرما ہوئے، آپؐ کے پاس حلوہ تھا، جو مجھے کھلایا اور میری پریشانی فوراً دور ہو گئی۔ ۸۶۵ھ میں وصال فرمایا۔ زنبل نامی مقبرے میں ''تریم'' میں مدفون ہیں۔ آپ کی قبر مشہور زیارت گاہ ہے۔ (جامع کرامات اولیا جلد سوم، صفحہ ۱۵۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۲۴۔ حضرت عبدالقادر بن حبیب الصفدی قدس سرہٗ بہت بڑے ولی، امام، شیخ اور قصیدہ تائیہ کے مصنف ہوئے ہیں۔ آپ نے صفد میں ۹۱۵ھ میں وصال فرمایا۔ سیدی علوان حمویؒ نے قصیدہ تائیہ کی شرح میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر بن حبیبؒ ایسے ولی تھے جنہیں بیداری میں حضورِ اقدس ﷺ کی ملاقات کا شرف حاصل تھا، جو ولایت کبریٰ کے اعلیٰ درجات میں سے ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۲۵۔ حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تعلیم و تعلم کا ایک ذریعہ خواب کو بھی قرار دیا ہے جس پر اپنی مشہور کتاب ''الفوز الکبیر'' میں مدلل بحث کی ہے۔ آپ نے بالمشافہ اور عالم خواب میں حضرت رسول اللہ ﷺ سے احادیث سنیں اور بعض کی اصلاح فرمائی، جنہیں رسالے کی صورت میں مرتب فرما کر ''دُرِ ثمین'' نام رکھا۔ اس

میں سے ایک حدیث کو درج کیا جاتا ہے:

شاہ صاحبؒ بالسند شیخ محمد بن الرحمٰنؒ شارح مختصر الخلیل کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم شیخ عارف باللہ عبدالمعطی تونسیؒ کے ہمراہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے چلے۔ جب روضۂ اطہر کے قریب پہنچے تو شیخ عبدالمعطیؒ کو دیکھا کہ چند قدم چلتے اور پھر رُک جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ کے روضۂ انور کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کچھ ایسا کلام کیا جسے ہم نہ سمجھے۔ جب واپس ہوئے تو میں نے ان سے بار بار رُک جانے کی وجہ دریافت کی؟

جواب میں انہوں نے فرمایا کہ حضورِ اقدس ﷺ سے حاضری کی اجازت چاہتا تھا۔ جب آپؐ فرماتے تھے تو میں کچھ آگے بڑھ کر رک جاتا تھا یہاں تک کہ آپؐ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! امام بخاریؒ اپنی صحیح (بخاری) میں جو کچھ آپؐ سے روایت کرتے ہیں کیا وہ سب صحیح ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''صحیح ہے۔'' میں نے عرض کیا: صحیح بخاری کو آپؐ سے روایت کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ''مجھ سے روایت کرو۔''

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالمعطیؒ نے شیخ محمد بن خطاب کو روایت بخاری کی اجازت دی اور اسی طرح ہر استاد نے اپنے شاگرد کو اجازت دی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نہ صرف برصغیر کے محسن عظیم ہیں بلکہ آپ کی علمی و رُوحانی برکات کا دائرہ تمام ممالک اسلامیہ تک وسیع ہے۔ آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ''حجۃ اللہ البالغہ'' جیسی پر از حکمت اسلامیہ کتاب تحریر فرمائی جو خرطوم یونیورسٹی (سوڈان) تک میں پڑھائی جاتی ہے۔ ''دُرِ ثمین'' ''فیوض الحرمین'' اور ''حجۃ اللہ البالغہ'' اکابر علمائے دیوبند (یوپی، بھارت) کے یہاں مستند اور معتبر کتب ہیں۔ شاہ صاحبؒ کی بابت حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی نے فرمایا: مجھ کو اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کی سیر مثل کف دست کرائی مگر میں نے اپنے زمانے میں شاہ ولی اللہ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ (الفرقان ولی اللہ نمبر)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۲۶۔ یوں تو سرزمین سندھ اور خصوصاً مکلی ٹھٹھہ اللہ والوں سے بھری پڑی ہے مگر اس کی خواہش تھی کہ ایسی مقبول ہستی تشریف لائے جو حل نہ ہونے والے مسائل براہِ راست دربارِ رسول (ﷺ) میں پیش کر کے حل کرادیا کرے تو اللہ تعالیٰ نے صحابی باباؒ کی صورت میں اس کی یہ تمنا پوری کر دی۔ اسم گرامی سید عبداللہ شاہ بغدادی ہے۔

صحابی لقب ہونے کی وجہ سے مشہور حضرت سید عبد اللہ شاہ صحابی ہیں۔ صحابی بابا کا لفظ سنتے ہی ذہن آپ کی جانب منتقل ہو جاتا ہے۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے چودھویں پشت میں جا ملتے ہیں۔ آپ کو سید دو عالم ﷺ کا خاص قرب حاصل تھا۔ جس مسئلے کی تحقیق مطلوب ہوتی، جس حدیث شریف کی تصحیح کی ضرورت ہوتی آپ جناب رحمت دو عالم ﷺ سے بالمشافہ عرض کر کے تحقیق فرماتے اور تصحیح کر لیتے تھے۔ سندھ کی تمام تاریخی کتب میں متفقہ طور پر یہ بیان ہے کہ آپ نے ۹۲۷ھ میں بغداد شریف سے گجرات کے راستے سرزمین سندھ میں قدم رکھا تھا۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۲۷۔ ایک دن شیخ نجم الدین صفاہانیؒ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کے لئے گئے۔ خطیرہ مقدسہ کے اندر نہ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص اٹھا کہ اندر زیارت کے واسطے جائے مگر شیخؒ نے اس کو منع کیا اور فرمایا: مت جاؤ کہ حضور سید کائنات افضل موجودات ﷺ اندر ہیں۔ جب آپؐ باہر تشریف لائے تو حضرت شیخؒ حضور انور ﷺ کے قدموں میں گر گئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے نجم الدین تجھ کو میں ایک دعا سکھاؤں کہ جس کو تو پڑھے تو اس کی برکت سے اللہ کا محبوب بن جائے۔ شیخؒ نے اس دعا کو سیکھ لیا اور اپنے مریدوں کو بھی سکھائی۔

(الدار المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم۔ جلد دوم۔ صفحہ ۸۹۱ تا ۸۹۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۲۸۔ دار العلوم دیوبند کے ابتدائی بزرگ حضرت حاجی سید محمد عابد قدس سرہٗ نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے فرمایا کہ ایک بات کہتا ہوں، جسے میری زندگی میں ظاہر نہ کرنا۔ میں نے حالت بیداری میں حرم مکہ مکرمہ میں بعض انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی ہے۔ (مشائخ دیوبند صفحہ ۱۸۹)

مولای صل وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۲۹۔ مولانا حبیب اللہ بیجاپوری (بیجاپور، بھارت) کئی مرتبہ مدینہ منورہ گئے اور حضور انور ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے ایک طویل قصیدہ بھی کہا جس میں ایک شعر اس معنی کا ہے: میں نے حضور اقدس ﷺ کی زیارت بحالت بیداری کی اور آپؐ نے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کا شرف عطا فرمایا۔ مولانا کا انتقال ۱۰۴۱ھ میں ہوا۔ (نزہۃ الخواطر، جلد ۵۔ صفحہ ۱۲۷)

۳۰۔　سیدی و مرشدی (حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی عرف بابو جی قدس سرہٗ) نے مجھ (السید احمد مھشار العطاس المدنی) سے استفسار فرمایا ہے کہ ''محبوب الرسول'' کا خطاب عالم رویا میں یا عالم بیداری میں عنایت فرمایا گیا ہے؟ سیدی اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۷ رجب ۱۳۶۵ھ کو میں روضہ مبارک پر حاضر ہوا تھا کہ آپ کی نیابت میں صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ پیش کروں۔ میں روضہ نبویہ کے سامنے کمال عجز اور خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑا تھا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ کاش رسول کریم ﷺ مجھے اپنے مشاہدے سے نوازیں اور اپنی مبارک آواز سنائیں لیکن میں نے اپنے آپ کو اس عظمت کے لئے بہت حقیر اور چھوٹا سمجھا۔ اس وقت مجھ پر گریہ طاری ہوا اور میں کانپنے لگا۔ اچانک میں نے حضرت رسول پاک ﷺ کو دیکھا۔ آپؐ کے ہمراہ پانچ اشخاص تھے، جنہیں میں نہیں جانتا۔ تھوڑے فاصلہ پر بائیں جانب حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے تھے۔ اچانک اے میرے سید آپ سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے کی طرف سے آئے اور حضرت ابو عبیدہؓ کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''اے عامر یہ میرا محبوب ہے'' اور آپ کی جانب اشارہ فرمایا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے تو آپ بھی ان کے پیچھے روضہ اطہر کی جانب روانہ ہو گئے۔ اس وقت جو لوگ وہاں بیٹھے تھے، وہ سب کھڑے ہو گئے اور انہوں نے آپ سے مصافحہ کیا اور پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس وقت حضرت رسول پاک ﷺ نے اپنے دست مبارک سے میری جانب اشارہ فرمایا۔ کافی دنوں تک یہ منظر میری نگاہوں کے سامنے رہا اور میں سوچتا رہا کہ کیا واقعی مجھے یہ شرف حاصل ہوا ہے اور میں نے عالم بیداری میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی ہے۔

قریب دو ماہ بعد رمضان المبارک کا دسواں روزہ تھا۔ ظہر کے بعد میں تھوڑی دیر کے لئے اپنے بستر پر لیٹا اور مجھے نیند آ گئی۔ میں نے اپنے آپ کو مدینہ طیبہ میں بابِ شامی کے باہر دیکھا۔ بہت سے لوگ جمع تھے۔ ایک پکارنے والے نے کہا: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لانے والے ہیں۔ میں اٹھا، دوسرے لوگ بھی اٹھے کہ اتنے میں حضرت امام الانبیاء ﷺ مسجد کے دروازے کے قریب آ کر ٹھہرے۔ باقی لوگ بھی وہیں رُک گئے۔ اچانک ان کے درمیان سے ایک آدمی سامنے آیا، وہ آپ (حضرت بابو جی) تھے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے قریب بلایا اور سرگوشی فرمائی جسے کوئی

اور نہ سن سکا۔ اس کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ میرا محبوب ہے" اور اپنے دست مبارک سے آپ کی طرف اشارہ فرمایا۔ پھر اس کے بعد حضرت رسول پاک ﷺ سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف روانہ ہو گئے اور میں بیدار ہو گیا۔ مجھے انتہائی خوشی ہوئی کہ دو ماہ قبل روضہ اقدس کے سامنے بیداری میں جو کچھ دیکھا تھا، وہ درست تھا اور یہ رویا بھی صحیح ہے۔ (ضیائے مہر یعنی سوانح حیات حضرت بابو جی قدس سرہ العزیز از جناب مولانا مشتاق احمد چشتی۔ درگاہ عالیہ غوثیہ مہریہ۔ گولڑہ شریف صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۴)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۳۱۔　　میاں پیارجیؒ دریائے شہود وکشف کے تیراک تھے۔ آپ کے رونے میں اتنا اثر تھا کہ دوزخ کی آگ بجھ جائے اور تبسم سے باغ ارم میں شگفتگی پیدا ہو جائے۔ تمام عمر درود و سلام بھیجنے میں گذار دی۔ حضور اطہر ﷺ کا حلیہ مبارک آپ نے اپنی جسمانی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ سلام اور جواب سلام سے بھی مشرف ہو چکے تھے۔ آپ حضرت شاہ شہبازؒ کے خلیفہ تھے۔
(اذکار ابرار صفحہ ۲۱۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۳۲۔　　شیخ سماء الدین دہلویؒ حضرت شیخ فخر الدین دہلویؒ کے صاحبزادے تھے۔ فرماتے ہیں جب میں تفسیر لکھ رہا تھا تو بسم اللہ کے ب سے والناس کے س تک نبی مکرم ﷺ کا حلیہ اقدس طرفۃ العین کے لئے بھی میری ظاہری نگاہ سے دور نہیں ہوا۔
(اذکار ابرار صفحہ ۲۱۲)

"گلزار ابرار" مصنف محمد غوثی شطاری مانڈویؒ فارسی میں ہے جو بعہد جہانگیر ۱۰۱۴ھ تا ۱۰۲۲ھ میں تیار ہوئی تھی اور اسی بادشاہ کے نام معنون ہے۔ اولیاء اللہ کے حالات پر مشتمل معلوماتی کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ "اذکارِ ابرار" کے نام سے فضل احمد نے ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹۰۸ء میں کیا تھا جسے اسی زمانے میں مطبع مفید عام، آگرہ نے طبع کیا تھا۔ اذکار ابرار (۱۳۲۶) اس کا تاریخی نام ہے۔ ۱۳۹۵ھ میں اسے پاکستان میں اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور (المعارف، گنج بخش روڈ، لاہور) نے شائع کیا تھا۔ یہ کتاب بار بار شائع ہونی چاہیے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۳۳۔　　حضرت سیدنا اسد الرحمٰن قدسیؒ ریاست بھوپال کے مہاجر تھے۔ چکوال کے قریب بھون میں آپ کی خانقاہ ہے اور وہیں وصال فرمایا۔ مصنف / مؤلف کتاب ہذا نے

تین چار مرتبہ بھون میں حضرت کی زیارت کی اور ساتھ چائے پی۔ آپ کے ایک مرید نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو مجھے (مصنف) کو بتایا تھا کہ حضرت کو بحالت بیداری حضرت رسول مقبول ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ آپ امام الانبیاء ﷺ کے قدموں پر گر گئے اور بعد سلام عرض کیا کہ مجھے کچھ عنایت فرمایا جائے۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''قرآن وحدیث میں سب کچھ موجود ہے۔'' عرض کیا کہ کوئی خاص چیز مجھے عنایت ہو۔ اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''ہر کام کے لئے پڑھا کرو اللھم یاسلامُ سلّمِ'' ترجمہ = اے اللہ! اے سلامتی عطا کرنے والے (حضور ﷺ پر سلامتی (رحمت) بھیج) اور مجھے بھی سلامتی سے نواز۔ ایک عورت آپ کے پاس اپنے میاں کا شکوہ کرتے ہوئے آئی۔ آپ نے اس سے فرمایا: ہر نماز کے بعد ایک تسبیح ''اللھم یا سلامُ سلّمِ'' پڑھ لیا کرو۔ اس کے دل کو لگی تھی۔ روزانہ کئی ہزار مرتبہ پڑھنے لگی۔ آوارہ شوہر جو غیر عورتوں کے پیچھے بھاگتا تھا، صرف دس دن میں تکلا سا سیدھا ہو گیا۔ (سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ جلد سات۔ واقعہ نمبر ۱۵۳) اس وظیفہ کو پڑھنے کی عام اجازت ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۳۴۔ حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشیؒ جب حضرت نبی کریم ﷺ کے روضہ منورہ پر حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کو اپنے دیدار فائز الانوار سے مشرف فرمایا۔ حضرت حذیفہؒ نے رو کر عرض کیا کہ مجھے ہر وقت خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں قہر الٰہی کا نشانہ نہ بن جاؤں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے حذیفہ! ہمت مردانہ رکھ۔ تو میرے ہمراہ بہشت میں جائے گا اور جو شخص تجھ سے وسیلہ اختیار کرے گا وہ بھی داخل جنت ہو گا۔'' آپ ہمیشہ روتے رہتے تھے۔ وجہ پوچھی تو فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر'' (سورۃ شوریٰ۔ آیت ۷۔ ترجمہ = ایک گروہ جنت میں ہو گا اور ایک گروہ دوزخ میں) اور میں نہیں جانتا کہ میں کس گروہ میں ہوں گا؟

(تذکرہ حصہ ثالث۔ از شیخ محمد صغیر حسن ایم اے (ہسٹری۔ اکنامکس) علیگ)

آپ کا مولد و مسکن مرعش تھا جو نواح دمشق میں ایک قصبہ ہے۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ تاریخ وصال ۱۴ شوال ۲۵۲ھ ہے۔

(سیر الاقطاب از مولوی محمد علی)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۳۵۔ حضرت رسول نماؒ کا ایک مخلص خادم میاں لعل محمد تھا جو قدم گاہ (دہلی) کی

زیارت شریف کا خادم تھا۔ فقر و سلوک اختیار کر کے تیرہ چودھ برس حضرت رسول نماؒ کی خدمت میں رہا۔ عجیب مکاشفات و حالات حضور پر نور میں بیان کرتا تھا۔ تجلی الٰہی اور حامل نبوت حضرت رسول اللہ ﷺ کا دیدار اس کو کئی بار ہوا۔ ایک دن بیان کیا کہ میں نے مکاشفے میں دیکھا کہ سرور دو عالم ﷺ مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ چند گھنٹوں تک یہ حالت باقی رہ کر پھر غائب ہو گئی۔ اس قسم کے خوارق عادات حضرت رسول نماؒ ہی کی فیض صحبت سے حاصل ہوئے تھے ورنہ دوسروں کو سالہا سال میں بھی یہ سعادت عظمیٰ حاصل نہیں ہوتی۔ (مناقب الحسن رسول نما اویسی دہلویؒ۔ صفحہ ۳۷۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۳۶۔ حضرت علامہ سمہودیؒ فرماتے ہیں۔ اس میں قطعاً شک نہیں کہ سید دو عالم ﷺ وصال کے بعد زندہ ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی یہ زندگی شہداٗ کی اس زندگی سے کہیں بہتر ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے۔ (وفاالوفا صفحہ ۴۱۵) (تسکین الصدور)

علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کے عظیم احسانات میں سے مجھ پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ حضرت امام الانبیاء ﷺ کے دربارِ عالی کا حاضر باش ہوں۔ اکثر اوقات یوں ہوتا ہے کہ میرے اور روضہ اقدس کے درمیان فاصلہ بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔ میں اپنے ہاتھ کو روضۂ اطہر پر پاتا ہوں اور اسی طرح حضرت محبوب رب العالمین ﷺ کے ساتھ کلام کرتا ہوں، جس طرح اپنے پاس بیٹھے ہوئے آدمی کے ساتھ گفتگو کی جاتی ہے۔ (رحمت کائنات صفحہ ۲۵۶) (سیرت طیبہ جلد سوم از علامہ عبدالعزیز عرفی۔ صفحہ ۳۶ تا ۳۷) (المنن الکبریٰ۔ صفحہ ۱۴۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۳۷۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب میں کھوکھراپار (سندھ) میں اسٹیشن ماسٹر تھا۔ ایک رات تہجد کی نماز ادا کر کے مراقبے کی حالت میں تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ پورا کمرہ خوشبو سے معطر ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''علی احمد کیا تمہیں ہم سے محبت نہیں ہے؟۔'' میں نے جو کچھ عرض کیا۔ اب یاد نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''ہماری محبت کے لئے یہ درود شریف پڑھا کرو۔'' اس کے بعد آپؐ تشریف لے گئے۔ درود شریف یہ ہے:

اللھم صلی علی سیدنا محمد عبدك و نبیك وحبیبك و رسولك النبی الامی وعلی الہ واصحابه وبارك وسلّم۔ (سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ جلد سات۔ واقعہ نمبر ۹۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۳۸۔ حضرت عبداللہؒ کا مقبرہ قبرستان پیر عمر (ملتان) میں واقع ہے۔ عالم دین تھے اور درس دیا کرتے تھے۔ اگر پڑھاتے وقت کوئی مسئلہ دقت طلب آ جاتا تو حجرے میں جا کر دروازہ بند کر کے حضرت رسول اللہ ﷺ سے التجا کرتے تو مسئلہ حل ہو کر سمجھ میں آ جاتا اور باہر آ کر درس میں مشغول ہو جاتے۔ (اولیائے ملتان از فرحت ملتانی، صفحہ ۱۴۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۳۹۔ جناب مولانا محمود الحسن، آستانہ قاضی صاحب (تخت پڑی، ضلع راولپنڈی) لکھتے ہیں کہ سن مجھے یاد نہیں، لیکن ۴ رمضان المبارک تھا۔ مجھے ٹائیفائڈ ہو گیا۔ بستر پر پڑا تھا کہ مقدر نے یاوری کی۔ حضور نبی کریم ﷺ میری چارپائی کے پاس دوسرے پلنگ پر تشریف فرما ہیں اور مسکرا مسکرا کر مجھے دیکھ رہے ہیں۔ بخار بھلا کہاں ٹھہرتا؟ پسینہ آیا اور غائب۔ دن کے تقریباً دس بجے تھے۔ یہ زیارت بحالت بیداری ہوئی جب کہ میں احرام پوشی ترک کر چکا تھا۔ (سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ جلد سات۔ واقعہ ۷۴)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۴۰۔ حضرت اسماء بنت خمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب ابن ملجم خبیث کی تلوار سے شدید زخمی ہو کر عالم نزع میں تھے تو میں اس وقت وہاں حاضر تھی۔ دیر تک بے ہوشی کے بعد یکایک آپ چونکے اور ہوش میں آگئے اور بلند آواز سے فرمایا: مرحبا، "الحمد للہ .... حیث نشا" (سورۃ نمبر ۳۹ الزمر۔ آیت ۷۴ کا ترجمہ = اللہ کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنایا۔ ہم بہشت میں جس مکان میں چاہیں رہیں)۔ لوگوں نے عرض کیا آپ اس وقت کیا دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا کہ "یہ رسول اللہ ﷺ ہیں، یہ میرے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، میں دیکھ رہا ہوں کہ آسمانوں کے دروازے کھلے ہیں اور فرشتوں کی نورانی جماعت میرے پاس جنت کی بشارت لے کر آ رہی ہے اور یہ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور ان کے گرد ان کی خدمت گزار حوریں کھڑی ہیں اور یہ میرے جنتی محلات میری نظروں کے سامنے ہیں۔" جب یہ سب فرما لیا تو پھر آپ کی رُوحِ مبارک جنت الفردوس کی سیر کے لئے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(مستطرف جلد ۲ صفحہ ۲۸۲) (روحانی حکایات، حصہ دوم از علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی۔ صفحہ ۱۵۳)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۴۱۔ ایک مرتبہ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری مصنف "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" حضرت شیخ الحدیث صاحبزادہ علی احمد جانؒ کے سامنے بیٹھے حدیث شریف پڑھ رہے تھے کہ آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ فرمایا: حضور اطہر و اقدس ﷺ تمہارا یہ حدیث شریف کا پڑھنا سن رہے تھے اور بہت خوش تھے۔ ذلك فضل الله یوتیه من یشاء۔
(تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، جلد اول۔ صفحہ ۲۵۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۴۲۔ امیر الملت الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ فرماتے ہیں کوئی پچاس برس کا واقعہ ہے کہ فقیر رات کو مسجد نبوی ﷺ میں شیخ الحرم کی اجازت سے شب باش تھا۔ اس رات دلائل الخیرات شریف اور موم بتی جو سرکاری طور پر اندر رہنے والوں کو ملتی ہے، مجھے دے دی گئی کیونکہ رات عشاء کے بعد حرم شریف کی روشنیاں بجھا دی جاتی ہیں اور کسی کو اندر رہنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ایک بجے جب میں "دلائل الخیرات" پڑھ رہا تھا تو حضرت خواجہ ضیا معصوم صاحب کابلیؒ نے جو قائم اللیل اور صائم الدھر تھے اور انہیں اندر رہنے کی اجازت تھی، مجھ سے فرمایا کہ کل رات میں ریاض الجنت میں دلائل الخیرات شریف پڑھ رہا تھا تو حضرت سرور کائنات ﷺ خود تشریف لائے اور مجھے فرمایا: "شویہ، شویہ" یعنی آہستہ آہستہ پڑھو۔ پس میں تم کو کہتا ہوں کہ آہستہ آہستہ پڑھو۔
(ملفوظات امیر الملت، صفحہ ۷۳)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۴۳۔ حافظ سید عبداللہ قدس سرہ کو ذوق خدا طلبی نے صحرانوردی پر آمادہ کر دیا اور آپ تارک الدنیا خدا رسیدہ قاری صاحب کے پاس جو اطرافِ پنجاب کے صحرا میں اپنی بنائی ہوئی مسجد میں رہتے تھے، کی خدمت میں پہنچ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے حافظ قاری سید عبداللہ بن گئے۔ وہیں آپ نے حضرت قاری صاحب کے ساتھ بحالت بیداری حضرت رسول کائنات ﷺ کا مع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دیدار کیا تھا۔ موضع کھیڑی، ضلع مظفر نگر (یوپی، بھارت) کے حافظ سید عبداللہ قاری صاحب سے رخصت ہو کر سامانہ پہنچے اور شیخ ادریسؒ کی خدمت میں رہے جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ہم عصر عظیم بزرگ تھے۔ اس کے بعد حضرت مجددؒ کے خلیفہ اعظم سید آدم بنوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہیں سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۱۰۵۲ھ میں حضرت بنوریؒ کی معیت میں لاہور آئے۔ شاہ جہاں بادشاہ نے حضرت بنوریؒ کو حکم دیا کہ سفر حجاز اختیار کریں۔

حضرت بنوریؒ عازم حجاز ہوئے تو آپ نے بھی ان کی ہم رکابی کی خواہش ظاہر کی، مگر حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ آپ یہیں رہیں، آپ کی یہاں ضرورت ہے۔ آپ نے تعمیل ارشاد کیا اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیمؒ آپ سے بیعت ہوئے۔ اکثر فرماتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے حضرت بنوریؒ نے مجھے ہندوستان میں محض آپ کی تربیت کے لئے چھوڑا ہے۔ آخری عمر میں اکبر آباد (آگرہ) میں مقیم ہوئے اور طویل عمر پا کر وہیں وصال فرمایا۔ وصیت فرمائی کہ مجھے عام لوگوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور میری قبر پر کوئی امتیازی نشان نہ بنایا جائے۔ مریدوں نے ایسا ہی کیا۔ غرض اس عاشق قرآن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت خلق اور احیائے سنت میں بسر ہوا۔ (علمائے ہند کے شاندار کارنامے، جلد اول از مولانا محمد میاں دیوبندیؒ)

مولای صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۴۴۔ ۲۷ویں رمضان المبارک کو ہم نے مسجد نبوی ﷺ کی دوسری منزل پر نماز ظہر ادا کی۔ نماز کے بعد نعت خواں بشیر نقشبندی نے مجھے گلے لگا کر زار و قطار رونا شروع کر دیا اور بتایا کہ مجھ پر کرم خاص ہو گیا ہے۔ جیتے جاگتے حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ ایسے بھی ہیں جو تمام عمر یہ آرزو لئے دُنیا سے رُخصت ہو جاتے ہیں۔ (سید انور قدوائی کے مضمون "رحمتوں کے سایہ میں" سے اخذ کیا گیا۔ روزنامہ جنگ، راولپنڈی ۲۲ جنوری ۲۰۰۰ء)

مولای صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۴۵۔ جناب محمد ہاشم مجددی لکھتے ہیں کہ میں کوئٹہ کے مکان کے اس کمرے میں رہتا تھا جس کو حضرت مرشدی و مولائیؒ نے راتوں کی تاریکیوں میں قیام و ذکر و فکر سے بقعۂ نور بنا دیا تھا۔ ایک دن مجھے بخار ہو گیا۔ ظہر کے وقت زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ دروازہ کھلا تھا کہ یکایک حضور اقدس ﷺ دروازے سے اندر آ کر کھڑے ہو گئے۔ میں آپؐ کے رُعب سے کانپ رہا تھا اور غایت اشتیاق سے بے اختیار رو رہا تھا۔ نہایت ادب سے آپؐ کی طرف آہستہ آہستہ کھسکتا جاتا تھا، لیکن یہ تاب و توانائی نہیں تھی کہ کھڑا ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) آپ اپنے اس ادنیٰ غلام کے پاس کیسے تشریف لائے؟ آپؐ نے فرمایا کہ "ابھی ابھی بشیر نے تمہارا اسلام پہنچایا اور تمہاری سفارش کی تو ہم تمہیں دیکھنے اور تمہاری مزاج پرسی کے لئے آ گئے۔" میں نے روتے ہوئے نہایت عجز و زاری سے عرض کیا کہ آپؐ مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپؐ کی قدم بوسی

کروں اور آپ کے دست اقدس کو بوسہ دوں۔ اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ "تم ابھی جس عالم میں ہو، اس میں یہ نہیں ہو سکتا۔" اس اثناء میں کچھ اور باتیں بھی ہوئیں مگر یاد نہ رہیں۔ یہ جو کچھ دیکھا بیداری میں دیکھا۔ سرخوشی اور بے خودی تو ضرور تھی لیکن نیند ہرگز نہ تھی۔ لطف یہ ہے کہ جو لوگ میرے پاس بیٹھے تھے، انہوں نے میری سب باتیں سنیں۔ وہ میری گریہ وزاری و حرکات و سکنات کو برابر دیکھتے رہے، مگر انہوں نے حضور ﷺ کو نہ دیکھا نہ آپ کی باتیں سنیں۔ میں نے اس واقعہ کا دن، تاریخ اور وقت نوٹ کر لیا۔ میں نے حاجی بشیر صاحب سے حج پر روانگی کے وقت کہا تھا کہ روضۂ رسول ﷺ پر میری جانب سے صلوٰۃ و سلام ضرور عرض کرنا۔ جب وہ حج سے واپس آئے تو میں نے ان کو یہ واقعہ سنایا اور کہا کہ آپ کی سفارش کی وجہ سے مجھے یہ نعمت عظمٰی حاصل ہوئی۔ حاجی صاحب نے اپنا جیبی کتابچہ نکال کر مجھے دکھایا کہ مواجہہ شریف میں پہلی بار عین اسی وقت اسی دن میری حاضری ہوئی تھی اور میں نے تمہارا صلوٰۃ و سلام پہنچا کر دعا طلبی کی تھی۔ یہ معلوم کر کے اس واقعہ کی صحت کی مزید تائید ہوئی اور تقویت ملی۔ (رسالہ "زیارت فیض بشارت" از محمد ہاشم مجددی صفحہ ۱۱ تا ۱۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۴۶۔ جناب محمد ہاشم مجددی فرماتے ہیں کہ میرے ایک پیر بھائی جو صاحب نسبت تھے اور بڑی کثرت سے درود شریف پڑھا کرتے تھے، بیان کرتے تھے کہ اب بفضلہ تعالیٰ میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ جب درود شریف پڑھتا ہوں تو عیاناً حضور اقدس ﷺ کو دیکھتا ہوں کہ آپ تبسم فرما رہے ہیں۔

(رسالہ: زیارت فیض بشارت۔ صفحہ ۱۰ اسلامیہ پریس۔ کوئٹہ۔ ۵ شوال ۱۳۸۹ھ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۴۷۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ (ولادت ۸۵۰ھ بمطابق ۱۴۴۶ء وصال ۹۱۱ھ بمطابق ۱۵۰۵ء) اولیاء اللہ میں بہت بڑے ولی شمار ہوتے ہیں، جو سوتے جاگتے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوتے تھے۔ آپ سے بالمشافہ گفتگو فرماتے اور بہت سی غیب کی باتیں معلوم کر لیتے تھے۔ بادشاہوں اور امرا کے پاس تازیست نہ گئے۔ چھ سو علما سے علم حدیث حاصل کیا اور ۴۶۰ کتابیں لکھیں۔ ایک روز علامہ سیوطیؒ نے اپنے خادم محمد بن علی سے فرمایا کہ اس وقت مکہ مکرمہ میں نمازِ عصر پڑھیں گے، بشرطیکہ میری زندگی میں یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرو۔ خادم نے وعدہ کر لیا۔ فرمایا:

دونوں آنکھیں بند کرو۔ پھر خادم کا ہاتھ پکڑ کر کوئی ۷ قدم دوڑے۔ پھر فرمایا: آنکھیں کھول دو۔ خادم نے آنکھیں کھول دیں تو ہم مکہ مکرمہ میں باب جنت المعلیٰ کے پاس تھے۔ یہاں ہم نے اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت فضیل بن عیاض اور سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت کی۔ پھر بیت اللہ شریف کا طواف کر کے آب زم زم پیا، نماز عصر کے بعد پھر طواف کیا اور آب زم زم پیا۔ پھر شیخ نے مجھ سے فرمایا: چاہو تو میرے ساتھ چلو اور چاہو تو حاجیوں کے آنے تک یہاں ٹھہر جاؤ۔ میں نے کہا کہ آپ کے ساتھ چلوں گا۔ فرمایا: دونوں آنکھیں بند کرو، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر کوئی سات قدم چلے ہوں گے کہ فرمایا آنکھیں کھول دو۔ دیکھتا کیا ہوں کہ جہاں سے ہم روانہ ہوئے تھے، پھر وہیں ہیں۔ (البلاغ المبین، حصہ سوم صفحہ ۸۱۹ تا ۸۲۰)

مولای صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبک خیر الخلق کلهم

۴۸۔ حضرت شیخ موسیٰ زوئیؒ کو بحالت بیداری حضرت رسول اللہ ﷺ کی بہت زیارت ہوتی تھی اور ان کے اکثر کام آنحضرت ﷺ کی اجازت سے ہوتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ از علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ۔ صفحہ ۲۷۳)

مولای صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبک خیر الخلق کلهم

۴۹۔ حضرت شیخ ابو طلحہ بن عیسیٰ بن ابراہیم بن ابی بکرؒ بہت بڑے ولی اور عارف باللہ تھے۔ آپ کے بارے میں مشہور تھا کہ آپ کو بحالت بیداری حضور اکرم ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل تھا۔ زبید شہر کے قاضی احمد تہامی کو اس معاملے میں شک تھا۔ وہ ایک شخص کے ہمراہ آپ کی خدمت میں تشریف لائے تو انہیں دیکھتے ہی آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ حضور انور ﷺ کو بیداری کی حالت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ادھر قاضی صاحب آپ کے پاس بالکل خاموش بیٹھے رہے تو اس شخص نے قاضی صاحب سے کہا کہ آپ شیخ صاحب سے سوال کیوں نہیں کرتے؟ اس پر قاضی صاحب نے کہا: اللہ کی قسم! جب میں شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سرکار ابد قرار ﷺ کو شیخ صاحب کے نزدیک جلوہ افروز دیکھا۔ چونکہ قاضی صاحب خود صالح شخص تھے، اس لیے آپ پر یہ بات منکشف ہو گئی۔ شیخ صاحب نے ۷۸۰ھ میں انتقال فرمایا۔ (جامع کرامات اولیا، حصہ دوم۔ صفحہ ۹۱۹)

مولای صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبک خیر الخلق کلهم

۵۰۔ حضرت عبدالرحمٰن بن علی الخیاریؒ، حضرت امام شافعیؒ کے مقلد، مدینہ منورہ

کے خطیب اور بہت بڑے محدث تھے۔ ہر فن میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کو حضور اقدس ﷺ کی زیارت بحالت بیداری ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ حدیث پاک کی کوئی کتاب مکمل پڑھ کر دعا شروع کی۔ دعا کے دوران کھڑے ہوگئے اور جب کھڑے کھڑے بہت دیر ہوگئی تو کچھ طلبا تھک کر چلے گئے، مگر آپ سر جھکائے اور ہاتھ اُٹھائے دُعا مانگتے رہے۔ جب دُعا ختم ہوئی تو کسی خاص شاگرد نے عرض کیا: اتنی دیر اس طرح آپ کیوں کھڑے رہے؟ اس سے قبل ایسی بات دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ فرمایا: اللہ کی قسم میں اسی وقت کھڑا ہوا تھا جب مجھے سرکار دو عالم ﷺ نظر آئے کہ آپؐ کھڑے ہوئے ہمارے لئے دُعا فرما رہے تھے۔ میں بھی آپؐ کی دُعا میں شامل ہو گیا اور اس وقت تک شامل رہا جب تک آپؐ نے دُعا ختم نہ کر لی۔ زیارت بحالت بیداری یہ آپ کی عظیم کرامت تھی۔ ۱۰۵۶ھ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

(جامع کرامات اولیا جلد دوم۔ صفحہ ۹۹۰ تا ۹۹۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۵۱۔ حضرت الشیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکیؒ کی یہ بہت بڑی کرامت تھی کہ آپ سوتے جاگتے (بحالت بیداری) حضور رسالت مآب ﷺ کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جب وقت وصال قریب آیا تو زبان پر تشہد اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا ورد جاری تھا، فرمانے لگے: یہ دیکھو میرے سامنے حضرت امام الانبیا ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تشریف فرما ہیں۔ مجھ پر رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ فرشتے موجود ہیں جنہیں بہت جلدی ہے کہ وہ مجھے لے کر اللہ کریم کے پاس جائیں۔ جب نماز جنازہ کا وقت آیا تو غیب سے بہت بلند آواز آئی (ترجمہ = مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے دوست کی نماز جنازہ بہت جلد ادا کی جانے والی ہے)۔ فرشتے بھی نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے موجود تھے۔ نماز جنازہ کے بعد آپ کو ''نہر الملک'' میں دفن کیا گیا جو بغداد کے مغرب میں ہے۔

(جامع کرامات اولیا جلد دوم۔ صفحہ ۷۲۹ تا ۷۳۰)

ایک مرتبہ ایک رات میں ۱۷ مرتبہ آپ کو حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے اکثر کام حضور انور ﷺ کے واسطے سے ہوتے تھے۔

(الحاوی للفتاویٰ جلد دوم۔ صفحہ ۴۴۴)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۵۲۔ حضرت احمد بن حسن عبداللہ بن علی عطاس باعلویؒ اولیائے عارفین کے فرد

فرید اور عترتِ نبوی سادات آل باعلوی کے رُکن رکین ہیں۔ نصف رجب ۱۳۲۱ھ کے قریب آپ نے ایک خط علامہ یوسف نبہانیؒ کے نام اپنے کاتب کو املا کرایا کیونکہ بینائی بہت کمزور ہوگئی تھی، مگر اس کے بدلے اللہ کریم نے آپ کو قوت بصیرت عطا فرمادی تھی۔ علامہ کو اس سے پہلے آپ کے حالات کا علم نہ تھا۔ خط پڑھ کر بے حد خوش ہوئے۔ اسے کئی بار پڑھا اور آپ کی ولایت کے قائل ہوگئے۔ آپ حضور اقدس ﷺ کی محفل پاک میں اکثر خواب اور بیداری میں رہتے ہیں جو بذات خود بہت بڑی کرامت ہے۔ ولایت میں یہ بڑا اعزاز اور اعلیٰ درجہ ہے اور ان افراد ہی کو حاصل ہوتا ہے جو ولایت عرفان میں عظیم مرتبے والے ہوتے ہیں۔

(جامع کرامات اولیا حصہ دوم۔ صفحہ ۴۸۶ تا ۴۹۲ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　على حبيبك خير الخلق كلهم

۵۳۔ ''سکینۃ الاولیاء'' میں حضرت میاں میر قدس سرہٗ کے وصال کے تذکرہ میں ہے کہ جب آپ کا وقتِ رُخصت آیا تو آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ تشریف لائے۔ حضرت میاں میرؒ اپنے آقا ﷺ کے استقبال کے لئے چارپائی سے زمین پر اتر آئے اور فرمایا: ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' اس کے بعد سانس پھولنے لگی۔ خدام نے آپ کو بستر پر لٹا دیا۔ اس وقت زبان پر ''اللہ اللہ'' تھا۔ مسکراتے تھے اور دونوں ہاتھ اہل وجد کی طرح ہلاتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں جا پہنچے۔ وصال ۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ بمطابق ۱۶۳۵ء کو لاہور میں ہوا۔ پورا شہر لاہور نماز جنازہ میں شامل ہوا۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　على حبيبك خير الخلق كلهم

۵۴۔ امام عبدالوہاب قطب شعرانی قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ اخلاص، شرط و آداب اور تدبر معانی کے ساتھ ہر روز اس کثرت سے درود شریف پڑھے کہ رذائل سے پاک ہو کر حضرت رسول اللہ ﷺ کے مشاہدے کا مقام حاصل ہو جائے۔ شیخ احمد زواویؒ کا بیان ہے کہ مجھے حالت بیداری میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب نہ ہوئی یہاں تک کہ میں نے پورے ایک سال شب و روز پچاس ہزار مرتبہ درود شریف کا ورد رکھا۔ شیخ نور الدین شونیؒ نے کئی سال روزانہ تیس ہزار مرتبہ درود شریف کا وظیفہ کیا۔ سیدی علی خواصؒ کا قول ہے کہ بندہ مقام عرفان میں کامل نہیں ہوتا یہاں تک کہ جس وقت چاہے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرے۔ فرماتے تھے کہ سلف میں جن مشائخ کی نسبت ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ وہ حالت بیداری میں بالمشافہ حضرت رسول

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات کیا کرتے تھے، وہ یہ ہیں: شیخ ابومدینؒ، شیخ الجماعہؒ، شیخ عبدالرحیم قنادیؒ، شیخ موسیٰ زولیؒ، شیخ ابوالحسن شاذلیؒ، شیخ ابوالعباس مرسیؒ، شیخ ابوالسعود بن ابی العاشرؒ اور سیدی ابراہیم متبولیؒ۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ستر مرتبہ سے زیادہ بحالت بیداری حضرت رسول اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ سیدی ابراہیم متبولیؒ کی ملاقات کا تو شمار ہی نہیں کہ وہ اپنے تمام حالات میں مشرف بہ زیارت ہوا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ سوائے حضرت رسول اللہ علیہ وسلم کے میرا کوئی شیخ نہیں۔ شیخ ابوالعباس مرسیؒ فرماتے تھے کہ حضرت رسول اللہ علیہ وسلم ایک ساعت مجھ سے پوشیدہ رہیں تو میں اپنے تئیں مومنوں میں شمار نہیں کرتا۔

(لواقح الانوار القدسیہ) (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ۔ صفحہ ۵۰۰ تا ۵۰۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۵۵۔ حضرت سخی احمد یار عباسی قادری ملقب بہ فخر اخیا (۱۷۷۹ء تا ۱۸۵۵ء) دریائے چناب پر سخت ترین مجاہدات پر مشغول تھے۔ سچی لگن تھی کہ اسی اثناء میں حضرت سرور کونین علیہ وسلم مع جمیع صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کنارۂ دریا پر تشریف فرما ہوئے۔ براق پر سوار اپنے عاشق صادق کے پاس تشریف لاکر فرمایا: ''اے احمد یار! تو مجھے چاہتا ہے۔'' آپ نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور (علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس فرحت آثار دیدار کا شیدا بنایا ہے۔ یہ سن کر حضور سراپا نور علیہ وسلم نے اپنے دونوں بازوؤں سے آپ کو پکڑ کر ازوجہ محبت مصافحہ کیا، بغل گیر فرمایا اور سینے سے ایسا لگایا کہ اسرارِ ربانی کا مخزن بنا دیا اور فرمایا: ''اس نعمت عظمیٰ کا شکرانہ یہ ہے کہ آپ یہاں سے جا کر اللہ کی مخلوق کو اس کی طرف دعوت دیں۔'' (سکینۃ العارفین از چوہدری شہید الدین خان ندیم بھٹی قادری المعروف کندن لاہوری۔ صفحہ ۲۵۵ تا ۲۵۸ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۵۶۔ حضرت فخر اخیاؒ جب عبادت و ریاضت سے لوٹے تو اس وقت آپ کے چھوٹے بھائی غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادریؒ (۱۸۰۷ تا ۱۸۹۱) کی عمر ۱۶ سال ہو چکی تھی۔ آتے ہی انہیں اپنی تمام نوازشات کا حقدار سمجھتے ہوئے ان کی روحانی تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی۔ اسی اثنا میں سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے بحالت بیداری اپنی زیارت بابرکت عطا فرما کر حضرت غوث العصرؒ کو دنیائے روحانیت میں سرفرازی بخشی اور آپ کے برادر بزرگ جو آپ کے شیخ بھی تھے، نے آپ کو اپنا

جانشین مقرر کر کے مخلوق کی رہنمائی کی اجازت مرحمت فرمائی اور اپنا گاؤں کوٹ پیرو شاہ چھوڑ کر شہر گوجرانوالہ تشریف لے آئے، جہاں درگاہ معلیٰ، غوث العصر حضرت خواجہ محمد عمر عباسی قادریؒ بمقام بازار خراداں وجود میں آئی۔ جہاں آج بھی آپ کا مزار پُرانوار سرچشمہ فیوض ربانی ہے۔

(بیعت اقبال از صاحبزادہ شبیر احمد کمال عباسی قادری۔ موجودہ سجادہ نشین)

''بیعت اقبال'' اصل میں ایک تحقیقی مقالہ ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ یہ فیضان غوث العصرؒ ہے کہ آج علامہ اقبالؒ شاعر مشرق، حکیم الامت، مصور پاکستان، صاحب اسرار خودی، دانائے راز اور ترجمان رموز اسرار جیسے القابات سے یاد کئے جاتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے نزدیک بیعت اس قدر ضروری ہے کہ اس کے بغیر حق تک رسائی اور تصفیہ قلب و باطن ممکن نہیں، فرماتے ہیں: ؎

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے بوسہ زن بر آستانِ کاملے

ترجمہ = (مٹھی بھر مٹی سے کیمیا پیدا کر (اس مقصد کے لئے) کسی مردِ کامل کی چوکھٹ چوم لے)۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۵۷۔ حضرت غوث العصرؒ کے صاحبزادے اور جانشین سلطان العصر حضرت خواجہ محمد عبداللہ عباسی قادریؒ (۱۸۴۶ تا ۱۹۱۳ء) نے اپنے بیٹے اور جانشین مخدوم العصر حضرت خواجہ محمد کریم اللہ عباسی قادریؒ (۱۸۷۶ تا ۱۹۴۲ء) کا نکاح ثانی رابعہ ثانی حضرت محترمہ بیگم بی بی (حضور بے جی، رانی ماںؒ) سے کیا جو حج بیت اللہ کے بعد مدینہ منورہ روضہ حضرت رسول اللہ ﷺ پر حاضر ہوئیں۔ سنہری جالیاں تھام کر عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) میں پتھر کی یہ عمارت دیکھنے نہیں آئی، مجھے اپنے دیدار کی نعمت عطا فرمایئے ورنہ میں واپس نہیں جاؤں گی۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے آپ پر نہایت شفقت فرماتے ہوئے بعالم بیداری آپ کو اپنے دیدار سے سرفراز فرمایا۔ (سکینۃ العارفین۔ صفحہ ۶۰۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۵۸۔ عارف باللہ سیدی علی بن علوی بن عبداللہ بن احمد بن عیسیٰ علویؒ المشہور ''قسم توڑ'' متوفی ۵۲۷ھ بحالت بیداری حضور پرنور، شافع یوم النشور ﷺ کی زیارت بابرکت کیا کرتے تھے اور مشکل مسائل بھی دریافت فرماتے تھے تو حضور اقدس ﷺ ان کو توضیح و تشریح کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ (المشروع الروی فی السادات نبی علوی از سید شبلی)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۵۹۔ ایک بزرگ کو بیداری میں حضور انور ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا۔ عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) کیا میں بیداری میں آپؐ کی زیارت سے مشرف ہو رہا ہوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''ہم نے پردہ ان سے کیا ہے جو ہمارے قریب نہیں آتے، لیکن دوستوں سے پردہ نہیں۔'' (ربیع المجالس صفحہ ۲۸۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۶۰۔ میں ان دنوں ٹرک ڈرائیور تھا۔ میرا بھائی بھی میرے ساتھ ہوتا تھا۔ ہم دونوں روزانہ آٹے کا ٹرک سالار والا لے جاتے تھے جس کا ہمیں کرایہ ملتا تھا۔ ہم نے کبھی باباجی سرکارؒ (ابو انیس حضرت صوفی محمد برکت علی لدھیانوی قدس سرہٗ) سے ملاقات نہیں کی تھی اور نہ ہی وہ ہمیں جانتے تھے۔ میں ان پڑھ جاہل سہی پھر بھی اتنی بات جانتا ہوں کہ انسانیت کی خدمت ہی میں تسکین ہے۔ انسان کو تو پیدا ہی اس لئے کیا گیاہے کہ وہ انسانیت کی خدمت کرے نہ کہ اس پر ظلم ڈھائے۔ میری یہ کوشش ہوتی تھی کہ جو آدمی پیدل جارہا ہو، اس کے قریب ٹرک روک لوں اور اسے بیٹھنے کے لئے کہوں۔ آٹا لے جانا ہمارا معمول تھا۔ ایک دن حسب معمول ڈیوٹی دینے والے افراد ٹرک سے آٹا اُتار رہے تھے کہ میں قرآن محل کے نزدیک باغ میں چلا گیا۔ باغ کے ایک طرف درختوں کے درمیان بہت ہی زیادہ روشنی ہو رہی تھی۔ پہلے تو میں خوفزدہ ہوگیا، لیکن نہ جانے کون سی طاقت مجھے اس طرف لے گئی۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ آقائے نامدار، حضور انور ﷺ میرے سامنے ہیں۔ کہاں میں کمینہ اور کہاں حضور اکرم ﷺ! میں نے جی بھر کر دیدار کیا لیکن بات کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ باہر آیا تو جماعت کھڑی تھی۔ میں بے وضو ہی جماعت میں شامل ہوگیا۔ مجھے وہ سکون ملا کہ بیان نہیں کرسکتا۔ سلام پھیرنے کے بعد باباجی سرکارؒ جو اگلی صف میں تھے، کھڑے ہوگئے اور اشارہ کرنے لگے۔ میں دُور بیٹھا تھا۔ میں نے سمجھا مجھے تو حضرت صاحب جانتے ہی نہیں، پتہ نہیں کسے بلارہے ہیں؟ اتنی دیر میں ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا کہ رانا صاحب آپ کو باباجی سرکارؒ بلارہے ہیں۔ میں ڈر گیا کہ میں نے بے وضو نماز پڑھی تھی۔ شاید حضرت صاحب ڈانٹیں، لیکن نہیں۔ باباجی سرکارؒ نے اس زور سے معانقہ کیا اور میں نے وہ وہ چیزیں دیکھیں کہ مجھے کچھ ہوش نہ رہا۔ یہی نہیں ایک شخص نے مجھے قرآن محل ایسے دکھایا جیسے کہ میں ایک پڑھا لکھا آدمی ہوں۔

اس واقعہ کو بیس سال گذر چکے ہیں۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ میرے تین ٹرک ہیں۔ میں نے کبھی نماز میں کوتاہی نہیں کی۔ آج تک محفوظ ہوں حالانکہ کئی بار ڈاکوؤں سے سابقہ پڑا لیکن وہ چھوڑ دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ جو کچھ بھی ہے انہی باباجی سرکارؒ کی وجہ سے ہے۔ (مون ڈائجسٹ لاہور، جولائی ۱۹۹۷ء۔ صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۵ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۶۱۔ حضرت مفتی محمد حسن قدس سرہ کے صاحبزادے اور میرے (مصنف/مولف کتاب ہذا) پیر بھائی حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور ماشاءاللہ نہایت درجہ خوش بخت انسان ہیں۔ جامع اشرفیہ، فیروزپور روڈ، لاہور میں ہر جمعہ کے دن بعد نماز عصر تا مغرب درود پاک کی محفل سالہا سال سے منعقد کرا رہے ہیں جس کی برکت سے آپ کو کئی مرتبہ بحالت خواب و بیداری حضرت رسالت مآب ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ (سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ حصہ پنجم۔ صفحہ ۹۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۶۲۔ محترمہ رضیہ لال شاہ نوراللہ مرقدہا انتہائی نیک سیرت اور خوش اخلاق خاتون تھیں۔ بڑے ہی ذوق و شوق سے روزانہ کثرت سے درود شریف پڑھتی تھیں۔ نعت گو شاعرہ بھی تھیں۔ آپ نے بارہ سال تک گنگ محل گلبرگ، لاہور میں درس قرآن پاک دیا اور ہر پیر کے روز محفل میلاد شریف کا آغاز کیا، جو برابر جاری ہے۔ اپنے گھر پر ہر پیر کو درسِ قرآنِ پاک دیتی تھیں اور محفل میلاد شریف منعقد کراتی تھیں۔ آپ نے بتایا کہ ایک مرتبہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھنے لگی تو ایسا محسوس ہوا جیسے دن نکل آیا ہو۔ میرا کمرہ نور سے منور تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے کمرے کی دیوار میں جو خانے بنے ہوئے ہیں حضور نبی کریم ﷺ ان خانوں میں کچھ کاغذات رکھ رہے ہیں اور کچھ نکال رہے ہیں۔ آپؐ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''رضیہ میں نے تمہارے سب کام کر دیئے ہیں۔'' اور یہ فرمانے کے بعد آپؐ تشریف لے گئے۔

(رسالہ نظر کرم از جناب محمد فیاض حسین چشتی نظامی۔ صفحہ ۹۹)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۶۳۔ جناب بشیر احمد چشتی نظامیؒ کو ایک مرتبہ عین اس وقت بیداری میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی جب قائداعظمؒ کی تدفین کراچی میں ہو رہی تھی۔ آپ نے بتایا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ خود تشریف لائے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھوں

سے قائداعظمؒ کو لحد میں اُتار رہے ہیں اور فرمار ہے ہیں: ''یہ میرا پیارا ہے۔''
(رسالہ نظر کرم۔ صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۶۴۔ حضرت محمد صوفیؒ بہت بڑے عارف اور محقق تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی چاہتے ہیں، عالم بیداری میں سردار انبیاء ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو جاتے ہیں۔
(جامع کرامات اولیا حصہ اول، صفحہ ۷۱۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۶۵۔ حضرت استاذ سیدی محمد بکری صدیقیؒ کی کرامت جو آپ نے خود بتائی کہ جب ایک سال حج کے بعد مدینہ منورہ میں حضور اقدس ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کی تو حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے بالمشافہ مجھ سے کلام فرمایا اور یہ دعا دی: ''اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولاد کو برکات سے نوازے۔''
(جامع کرامات اولیا حصہ اول، صفحہ ۷۷۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۶۶۔ حضرت محمد بن زین العابدین اپنے باپ دادا کی طرح اکابر اولیائے ربانی میں شمار ہوتے ہیں۔ ایک سال حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ حضور اقدس ﷺ کے مزار سبط انوار کی زیارت کی۔ جب الوداعی سلام کے لئے حاضر ہوئے تو حضور انور ﷺ، حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نورانی چہرے سامنے آ گئے۔ آپ سر جھکائے عالم حیرت میں ڈوبے باادب حضور اکرم ﷺ کے حضور کھڑے تھے اور آپ کے خادم عرض کر رہے تھے کہ حضور قافلہ روانہ ہو چکا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ آپ جلدی چلیں اور پھر وہ چہرۂ انور (ﷺ) آہستہ آہستہ یوں اوجھل ہونے لگا جیسے چاند بادل کی اوٹ میں چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مقدس چہرے بھی اسی طرح اوجھل ہو گئے۔ (جامع کرامات اولیا حصہ اول صفحہ ۸۲۵)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۶۷۔ حضرت شیخ محمد فاسی شاذلیؒ نے حضورِ اقدس ﷺ کے حجرۂ مبارک میں عالم بیداری میں سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل کیا۔ امیر سید عبدالقادر جزائری نے اپنی کتاب ''المواقف'' میں لکھا ہے کہ حجاز مقدس میں جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ''میں بیس

برس سے آپ کے انتظار میں ہوں، آپ میرے شیخ ہیں۔" مجھے ۱۲۸۴ھ میں طریق شاذلی عطا فرمایا۔ پھر مختصر سی مدت میں اللہ تعالیٰ نے میرے لئے فتوح کے لاتعداد دروازے کھول دیئے۔ حضور انوار ﷺ نے عالم بیداری میں مجھے شرفِ دیدار بخشا۔ حضرت شیخ محمد فاسیؒ نے مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا۔ (جامع کرامات اولیا حصہ اول صفحہ ۸۹۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۶۸۔ حضرت شیخ ابوالفیض محمد بن عبدالکبیر کتانی فاسیؒ کی ولایت کبریٰ کی صحت کو خواص و عوام نے تسلیم کیا ہے۔ آپ عالم بیداری میں حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوتے تھے۔ طنجہ کی علم و عمل میں ممتاز شخصیت شیخ عبدالرحمٰن زریؒ نے حضرت شیخ ابوالفیض کے حقیقی بھائی حضرت سید عبدالحیٔ کو ایک گرامی نامہ لکھا جس میں حضرت ابوالفیض کی بے حد مدح کے ساتھ یہ بھی تحریر تھا کہ آپ عالم بیداری میں حضور پُرنور شافع یوم النشور ﷺ کی زیارت فرماتے ہیں۔ یہ بھی لکھا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں ایک عظیم مجمع میں دیکھا، آپؐ کے سب سے زیادہ قریب حضرت ابوالفیض محمد بن عبدالکبیرؒ تھے اور حضور ﷺ کی توجہ اشرف سب سے زیادہ آپ ہی پر تھی۔

(جامع کرامات اولیا حصہ اول صفحہ ۹۱۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۶۹۔ ۱۳۴۱ھ کے میلاد شریف کا حال: یہ سال ذکر شریف میلاد اور حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ کی حیات طیبہ کا آخری سال تھا: ؎

ادب سے یہاں بیٹھو اب سر جھکا کے   فضائل سنو دل سے خیر الوریٰ کے
یہ محفل ہے میلاد کی تم یہاں سے   خدا کی رضا لے کے جاؤ کما کے
محبت کا جذبہ کرو دل سے پیدا   رہے چشم تر ذکر میں مصطفیٰ کے
سنو نام نامی کرو نذر تحفے   مزے خوب لے لے کے صل علیٰ کے
یہ آداب اس محفل پاک کے ہیں   سنو دل سے غفلت کے پردے ہٹا کے

نماز عشا کے بعد قریب سوا نو بجے حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ تخت پر جو مزارات شریف کے قریب بچھایا گیا تھا، رونق افروز ہوئے۔ دو زانو بہ کمال ادب و خشوع دو چار منٹ آنکھیں بند کر کے خاموش بیٹھے رہے۔ خانقاہ لوگوں سے بھر گئی تھی۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر درود کبریت احمر پڑھی۔ آپ جسماً و روحاً و قلباً و خیالاً بارگاہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ تھے۔ اہل نسبت پر منکشف تھا کہ آپ حضور اقدس ﷺ

کی خدمت عالیہ میں ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کر رہے ہیں اور جن کی چشم باطن وانہ تھی، ان کی زبانوں پر بار بار سبحان اللہ آرہا تھا۔ آپ کے خلیفہ مولوی عبد العزیز کھلنوی بنگالی اس دوران بے اختیار اپنی جگہ کھڑے ہو کر نہایت بلند آواز سے بہ صد جذب و درد دونوں ہاتھ آپ کی جانب اٹھا کر کہتے ہیں: دیکھو! رسول اللہ ﷺ ہمارے حضرت کے پاس آئے ہیں۔ یہ کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بدن کو بھینچ کر زار و قطار رونے لگتے ہیں۔ دوسرے اہل نسبت عالم کیف و سرشاری میں آپ کی طرف بڑھتے ہیں۔ آپ خاموش ہیں اور دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ آپ کے مخلص قدیم بابو وزیر خان مسجد کی درمیانی محراب میں کھڑے ہوئے یہ شعر پڑھتے ہیں: ؎

ایسے موقع پہ ہمیں ہوش کہاں ہوتا ہے ورفعنا لک ذکرک کا بیان ہوتا ہے

اور پھر وہ مردِ پیر وجد میں دیر تک جھومتے ہیں۔

(مقامات خیر یعنی سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیرؒ صفحہ ۳۷۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۷۰۔ ڈاکٹر محمد جاوید حیدر ایم ایس سی۔ پی ایچ ڈی کی نانی محترمہ عائشہ صدیقہ زوجہ جناب محمد علی (ساکن شاہدرہ ٹاؤن، لاہور) کے پیٹ میں تکلیف تھی اور وہ مکان کے ڈرائنگ روم میں سو رہی تھی۔ مئی/جون ۱۹۵۱ء کا مہینہ اور دن کے دس گیارہ بجے کا وقت تھا کہ یکایک ایسا معلوم ہوا کہ وہ گلاس میں بوتل کھول کر کسی کو پینے کے لئے دے رہی ہیں۔ دوبارہ بھی ایسا ہی ہوا، پھر آنکھ کھل گئی اور آواز دے کر ڈاکٹر صاحب کے نانا جان کو بتایا کہ انہوں نے حضورِ انور ﷺ کی زیارت کی ہے اور دروازے کی چق اٹھا کر اشارہ کیا کہ وہ دیکھیے حضورِ اقدس ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس طرح اس خوش بخت خاتون کو بحالت بیداری حضرت رسول کریم ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا۔ البتہ والدہ ڈاکٹر جاوید اور ان کے نانا جان کو کچھ نظر نہ آیا (سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ حصہ پنجم۔ صفحہ ۱۳۰) ڈاکٹر صاحب کے نانا نانی پرانے قبرستان شاہدرہ ٹاؤن، لاہور میں مدفون ہیں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیرِ الخلق کلھم

۷۱۔ سلسلہ تیجانیہ کے بانی عارف باللہ سید احمد محمد تیجانیؒ بیداری میں حضور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ مجھے سید الوجود ﷺ نے فرمایا: ’’اسم اعظم پر پردہ ڈالا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف ان حضرات کو اس کی اطلاع دیتا ہے جنہیں اپنی محبت کے لئے خاص کر لیتا ہے۔ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے تو اسی میں

مصروف ہو جائیں اور باقی سب کام چھوڑ دیں۔ جو اسے جان لے پھر قرآن مجید اور درود وسلام پڑھنا چھوڑ دے کیونکہ اس میں اسے زیادہ فضیلت نظر آئے گی، لیکن اس میں اس کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو جائے گا۔"

حضرت تیجانیؒ نے فرمایا کہ پس سمجھ لو کہ اسم اعظم دنیا اور طالب دنیا کے لائق نہیں، کیونکہ جس نے اسے جانا اور طلب دنیا کے لئے استعمال کیا تو وہ دنیا اور آخرت میں زیاں کار رہا۔ امام نوویؒ نے "الحی القیوم" کو اختیار کیا ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ "اسم اعظم ان تین سورتوں میں ہے: سورۃ بقرہ، سورہ آل عمرانؒ اور سورہ طہٰ۔" جب کہ امام اعظم امام ابو حنیفہؒ اور پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اسم ذات "اللہ" کو اسم اعظم فرمایا ہے۔ (سعادۃ الدارین، حصہ دوم۔ صفحہ ۸۶ے تا ۸۷ے سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۷۲۔ ریٹائرڈ سرکاری افسر جناب ضیاءاللہ خان نیازی نے ایک مرتبہ حضرت صوفی محمد برکت علی لدھیانویؒ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی وظیفہ بتایئے جس کا ورد کیا کروں۔ فرمایا: کاپی پنسل لے کر آئیں میں لکھ دوں۔ صوفی صاحبؒ نے خوبصورت حروف میں ایک چھوٹی سی درود شریف تحریر فرمادی اور ہدایت کر دی کہ روزانہ پابندی کے ساتھ کم از کم پانچ مرتبہ اسے ضرور لکھا کریں۔ اگر زیادہ لکھ سکیں تو اور اچھا ہے۔ اسے معمولی وظیفہ نہ سمجھیں، یہ بہت بڑا وظیفہ ہے۔ ایک روز فرمایا: ہمارے ایک دوست تھے ہم نے انہیں یہ وظیفہ بتایا جس پر انہوں نے عمل کیا۔ ایک روز وضو کر رہے تھے کہ حضرت امام الانبیاء ﷺ نے بہ نفس نفیس انہیں اپنی زیارت کرا دی (نیازی صاحب نے اس پر عمل کر کے فائدہ حاصل کیا) (حضرت صوفی برکت علی قدس سرہ۔ مون ڈائجسٹ، دسمبر ۱۹۹۷ء۔ صفحہ ۸۳)

میرے ایک دوست نے ایک نہایت پیچیدہ مقدمے میں کامیابی کے لئے میرے کہنے پر ایک لاکھ مرتبہ "اللھم صل علی محمد" لکھا اور کامیاب ہوئے۔ واقعی یہ ایک نہایت مبارک اور سود مند عمل ہے۔ اس عمل کو کرنے والے کی وفات کے بعد بھی درود شریف والے وہ کاغذ جب تک محفوظ رہیں گے، فرشتے اس کی طرف سے درود شریف بھیجتے رہیں گے جس کا اس کو آخرت میں فائدہ پہنچے گا۔ چپڑی اور دو دو، دنیا میں بھی فائدہ اور آخرت میں بھی فائدہ۔ مذکورہ بالا چھوٹی سی درود شریف کو نہایت معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اپنے حالات کے مطابق روزانہ خاص تعداد مقرر کر کے لکھ سکتا ہے۔ برسوں اور لاکھوں مرتبہ لکھے۔ پھر ان کاپیوں کو محفوظ کر لے، ان شاءاللہ فائدہ

ہی فائدہ ہے۔ (از جانب مصنف کتاب ہذا)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۷۳۔ حضرت ابراہیم لقانی مصری مالکیؒ کی بہت سی کرامات اور تالیفات ہیں۔ ایک مرتبہ مشہور واعظ شیخ علامہ حجازی آپ کے درس میں آکر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: آپ تشریف رکھیں یا تشریف لے جائیں۔ انہوں نے جواب دیا: ایک ساعت صبر کیجیے۔ ایک ساعت کے بعد کہا: اے ابراہیم اللہ کریم جل مجدہ کی قسم! میں صرف اس لئے آپ کے درس میں رُک کر کھڑا ہو گیا تھا کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ آپ کا درس سن رہے تھے۔ حج سے واپس ہوتے ہوئے ۱۰۴۱ میں مصری قافلے کے راستے پر عقبہ ابلہ کے قریب فوت ہوئے اور دفن کئے گئے۔ (جامع کرامات اولیا جلد دوم۔ صفحہ ۱۳۰)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۷۴۔ حضرت ابوالرجال عظمائے ملت میں شامل تھے۔ دمشق کے قریب منین نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ شیخ صدر الدین بن وکیل جیسے اپنے وقت کے رئیس جن کا انتقال ۷۱۶ھ میں ہوا، آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کے وصال کے بعد لوگوں نے آپ کی بیوی سے آپ کے مخفی حال کی بابت پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضور سید کل ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کئی مرتبہ بطور مہمان آپ کے پاس تشریف لائے تھے۔

(جامع کرامات اولیا حصہ دوم۔ صفحہ ۲۱۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۷۵۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ عالم بیداری میں حضور سرور کائنات ﷺ کے حضور پہلی مرتبہ شرف باریابی کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ بچپن میں ایک وجیہہ بارُعب نورانی شخص گھوڑے پر سوار میرے سامنے آئے اور مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھا لیا اور ایڑ لگا کر اسے اُڑا دیا۔ میں نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ”میں علی ابن ابی طالب ہوں اور تمہیں بزم سرورِ کائنات ﷺ میں پیش کرنے کے لئے جا رہا ہوں کیونکہ حضورِ اقدس ﷺ نے تمہیں یاد کیا ہے۔“ تھوڑی دیر بعد مجھے سرور دو عالم ﷺ کے دربارِ گہر بار میں پیش کر دیا گیا۔ اس وقت وہاں آپؐ کے علاوہ جملہ انبیا و مرسلینؑ، تمام صحابہؓ خصوصاً چار یارؓ، حضرات حسنین کریمینؓ اور حضرت شاہ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ موجود تھے۔ آنحضرت ﷺ آفتاب عالم تاب کی طرح کرسی صدارت پر جلوہ افروز تھے

اور باقی خاصان اور پاکان بارگاہِ نظام شمسی کی طرح آپؐ کے اردگرد اپنے اپنے مخصوص مقام پر جلوہ گر تھے۔ حضور انور ﷺ اس فقیر کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور مجھے گود میں لے کر سب حاضرین مجلس سے اس فقیر کو روشناس فرمایا اور فرمایا: ''یہ فقیر باہو ہمارا نوری حضوری فرزند ہے۔'' خصوصاً چار یارؓ نے مجھے باری باری گود میں بٹھایا۔ حضرات حسنینؓ اور پیران پیر حضرت شاہ عبد القادر جیلانیؒ نے کمال شفقت اور محبت پدرانہ کا اظہار فرمایا اور اپنی توجہ و فیض سے مشرف و سرفراز فرمایا۔ (سلطان الاوراد۔ صفحہ ۲۰۶)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۷۶۔ ایک درویش اپنی ابتدائے ارادت کا ذکر فرماتے ہیں کہ میں ایک شیخ کی خدمت میں گیا، وہ مجھ سے کام کراتے اور میں خوش ہو کر کرتا تھا۔ ایک دن فقراءؒ کے لئے گوشت لانے کا حکم دیا۔ میں قصائی کے پاس گیا۔ گوشت خریدا اور ایک برتن میں لے کر جوں ہی چلنے کے لئے مڑا تو ایک شخص، جو سامان سے لدا ایک گھوڑا ہانک کر لا رہا تھا، نے مجھے گھونسا مارا اور میں قصاب کے باڑے کی ایک میخ سے سخت زخمی ہو گیا۔ قصاب جوں ہی میری مرہم پٹی سے فارغ ہوا تو گھوڑے والا وہی شخص اپنے تین ساتھیوں کو لئے آن پہنچا اور کہنے لگا کہ میرا بٹوہ گم ہو گیا ہے جس میں دس دینار تھے۔ وہ لوگ مجھے اور قصاب کو پکڑ کر کوتوال کے پاس لے گئے اور کہا کہ انہوں نے ہمارا بٹوہ چرایا ہے۔ اس پر کوتوال نے ہمیں کوڑے لگوائے۔ جس برتن میں میں نے گوشت لیا تھا، اتفاق سے بٹوہ بھی اس میں مل گیا۔ پس کوتوال نے میرا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ تیل گرم کیا جانے لگا، لوگ جمع ہو گئے اور سب نے مجھے خوب مارا مگر میں صبر کئے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کئے رہا۔ ایک سپاہی نے مجھے چور ڈاکو کہتے ہوئے زور سے جھٹکا دیا جس سے میں منہ کے بل زمین پر جا گرا۔ عین اس وقت مجھے حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ تبسم فرماتے ہوئے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں ابھی سیدھا کھڑا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ میری تمام پریشانیاں دُور ہو گئیں کیونکہ اسی وقت کسی پکارنے والے نے پکارا کہ لوگو! جسے تم نے پکڑا ہے، وہ تو شیخ کا خادم ہے۔ یہ سنتے ہی لوگ مجھے دیکھنے لگے اور کہا: **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ اس کے بعد کوتوال سمیت سب نے مجھ سے معافی مانگی۔ بٹوے والا بھی گریہ وزاری کرنے لگا تو میں نے سب کو جواب دیا: اللہ میری اور آپ کی مغفرت فرمائے، یہ ایک امتحان تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بٹوے کی رقم اور گھوڑے پر لدا سامان شیخ ہی کے لئے تھا۔ جب میں گوشت لے کر خانقاہ میں پہنچا اور تمام قصہ شیخ کو سنایا تو انہوں

نے فرمایا: جس نے صبر کیا، کامیاب ہوگیا۔ اے فرزند! فقراً کے ساتھ میں تیری حالت دیکھ رہا تھا کیونکہ اس کا مجھے پہلے سے علم ہو گیا تھا۔ نیز یہ فرمایا: یہ واقعہ راہِ طریقت میں تیرے کامل ہونے کا ذریعہ بن گیا، اب تو جہاں چاہے سفر کر۔ (روض الریاحین)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۷۷۔ دورانِ جہاد ایک مرتبہ عین حالت نماز میں انگریز فوج نے مجاہد کبیر اخوند صاحب سوات قدس سرہٗ اور آپ کی جماعت کا محاصرہ کر لیا کہ دفعتاً ابر آ گیا اور برسنے لگا۔ گھپ اندھیرا چھا گیا اور انگریزی فوج پر ایسا رُعب طاری ہوا کہ اس کے قدم اُکھڑ گئے۔ مجاہدین جیسے ہی نماز سے فارغ ہوئے، ان کا تعاقب کیا اور کئی ایک مارے گئے۔ (اس موقع پر حسب ذیل واقعہ سے سالارِ بدر وحنین ﷺ کی حضرت اخوند صاحب سواتؒ کی مدد کے لئے تشریف لانے کی شہادت ملتی ہے):

اسی وقت ایک افغانی غلے کے وزنی تھیلوں کو اپنے اونٹوں پر لادے بنیر کی پہاڑی پر چڑھ رہا تھا۔ راستے کے نشیب وفراز کی وجہ سے تھیلے گر گئے۔ وہ اتنے وزنی تھے کہ یہ تنہا انہیں اونٹوں پر نہ لاد سکتا تھا۔ اسی عالم پریشانی میں حیران کھڑا تھا کہ چار سوار وہاں سے گذرے۔ اس نے ان کو سلام کیا تو سب نے سلام کا جواب دیا اور چلے گئے۔ آخری سوار کو بھی جاتے ہوئے جب اس نے دیکھا تو عالم مایوسی میں کہا: ماشاء اللہ آپ نیک لوگ ہیں لیکن اس غریب پر کسی کی توجہ نہیں۔ آخری سوار نے پوچھا: ''تیرا کیا مسئلہ ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ ان وزنی تھیلوں کو لادنے میں آپ کی مدد درکار ہے۔ انہوں نے اپنے نیزے سے جوں ہی تھیلوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ تھیلے از خود اپنی سواریوں پر لد گئے۔ یہ دیکھ کر وہ بے حد حیران ہوا اور قسم دے کر دریافت کیا کہ آپ حضرات کون ہیں؟ ان آخری سوار نے جواب دیا: ''پہلے حضرت رسول اللہ ﷺ ہیں، دوسرے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، تیسرے محی الدین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور میں سید محمد گیسو دراز (رحمۃ اللہ علیہ) ہوں۔ یہ شخص چوتھے بزرگ سے واقف نہ تھا۔ جب گھر پہنچا اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دکن کے قطب ہیں۔ (آخری سوار نے یہ بھی فرمایا کہ یہ افغانی ہمیں کیا ستا رہا ہے؟ ہم کو تو سوات کے اخوند صاحب کی مدد کو پہنچنا ہے۔ (احوال العارفین تذکرہ قطب الاولیاء غازی اسلام حضرت اخوند عبد الغفور صاحب سوات قدس سرہٗ صفحہ ۱۰۵)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۷۸۔ محترمہ رضیہ لال شاہ تہجد گزار خاتون تھیں۔ درود و سلام کی کثرت کیا کرتی تھیں۔ انہیں دو مرتبہ تہجد کے وقت حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا۔ تیسری مرتبہ جنوری ۱۹۸۱ء میں، جب محترمہ حسب معمول گنگ محل گلبرگ، لاہور کے لیکچر ہال میں بیٹھی مطالعہ کر رہی تھیں کہ حضرت رسول مقبول ﷺ بحالت بیداری تشریف لائے۔ آپؐ جلدی میں تھے اور محترمہ کو بھی جلدی چلنے کو فرمایا۔ یہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل پڑیں، لیکن چند قدم چلنے کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ اس واقعہ کے تین دن بعد ۳۰ جنوری کو جمعہ کی نماز کے لئے وضو کرتے ہوئے محترمہ نے رحلت فرمائی۔

(درود شریف کے فوائد از محترم فیاض حسین چشتی نظامی۔ صفحہ ۶۵ تا ۶۶)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۷۹۔ سیدی ادریسیؒ یمن کے رہنے والے تھے۔ پشتینی پیرزادہ۔ نام سیدی محمد ابن علی ابن احمد ابن ادریس ہے۔ آپ کا عرف ادریس اپنے پردادا کے نام سے منسوب ہے۔ سید ادریس شاذلیؒ طریقہ شاذلیہ کے بڑے صاحب کمال درویش تھے۔ سیدی ادریسؒ ان تمام محاسن کا مجموعہ تھے جو ایک درویش میں ہونے چاہئیں۔ ان کے دادا سید احمدؒ کی نسبت عام طور پر یہ عقیدہ ہے کہ انہوں نے عالم بیداری میں حضرت محسن انسانیت ﷺ کی زیارت کی تھی۔

۱۹۲۶ء میں سیدی ادریسیؒ ۳۲ سالہ نوجوان تھے۔ روزانہ ایک ہزار سے ڈیڑھ ہزار عرب آپ کے مرید ہوتے تھے اور یہ کام آدھ گھنٹے سے ایک گھنٹہ میں ختم ہو جاتا تھا۔ ایک بڑے میدان میں مرید جمع ہوتے اور ان کے چاروں طرف رسی کا ایک حلقہ بنا دیا جاتا۔ پھر سیدی ادریسی ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر اس کے سرے ہاتھ میں لے کر تلقین فرماتے اور شریعت کا پابند رہنے کا عہد لیتے اور بیعت کی تعلیم مکمل کر کے ان کو رُخصت کرتے۔ آپ کے مرشد حضرت شیخ احمد سنوسیؒ الجزائر کے مالکی مسلمان بہت بڑے عالم اور علم جفر کے ماہر تھے، جنہوں نے ۱۹۳۲ء میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا تھا۔ سیدی ادریسیؒ کا فتویٰ ہے کہ نئی طاقتیں حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، مگر پہلے عقائد کو پختہ کر لیں اور اپنے وجود کو اسلام کا نمونہ بنا لیں۔ اس کے بعد جو کام ہو گا اچھا ہو گا۔ مرد مومن تقویٰ سے پہچانا جاتا ہے۔ پہلے متقی بنو پھر نئی روشنی کے تمام ہتھیار زیب تن کر لو، کچھ ڈر نہیں۔ اسی بات کو علامہ اقبالؒ نے یوں فرمایا ہے: ؎

جو ہر میں ہو لا الہ تو کیا خوف　　　　تعلیم ہو گو فرنگیانہ!

عرب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو "سیدنا" اور باقی تمام بزرگوں کو "سیدی" کہتے ہیں، بالخصوص جب کسی غائب شخص کا ذکر آئے اور عرب اسے "سیدی" کہیں تو سمجھ لو کہ وہ کوئی بہت بڑا انسان ہے۔ (چار درویشوں کا تذکرہ از مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی دلی والے)

مولای صل وسلم دائما ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۸۰۔　ایک مجذوب حضرت سائیں توکل شاہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور گذشتہ رات حضرت رسول اللہ ﷺ اور چاروں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے یہاں تشریف لائے تھے۔ جب حضرت رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لے جا رہے تھے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) میرا حصہ۔ تو حضور ﷺ نے آپ کا نام لے کر فرمایا تھا کہ "ان کے پاس جا، وہیں کھانا کھا اور وہیں تیرا حصہ ہے۔ ہم وہیں سے آ رہے ہیں۔" اگر وہ رات والی بات درست ہے تو مجھے کھانا کھلا دیں۔ چونکہ مجذوب کریہہ المنظر تھا، کچھ مریدوں نے اس سے کچھ کہنا چاہا جس پر سائیں صاحبؒ نے فرمایا: ہوں ہوں...... کبھی عام لوگوں کے لباس میں خاص لوگ بھی ہوتے ہیں۔ آپ نے اسے کھانا کھلایا۔ پھر کچھ کہنا چاہتے تھے کہ وہ مجذوب بولا: حضرت جی! میرا کام ہو گیا۔ اور وہ چلا گیا۔ بعد میں سائیں صاحب نے فرمایا: یہ ٹھیک کہتا تھا، بے شک رات کو حضرت رسول اللہ ﷺ یہاں تشریف لائے تھے۔ (ذکر خیر معروف بہ صحیفہ محبوب مرتبہ حضرت خواجہ محبوب عالم شاہ صاحب، خلیفہ اعظم حضرت سائیں توکل شاہ صاحب۔ صفحہ ۱۳۷ تا ۱۳۸)

مولای صل وسلم دائما ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۸۱۔　ایک مرتبہ حیات و موت کے مسئلے پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی نسبت مشہور ہے کہ آپؐ حیات ہیں، حالانکہ آپؐ کا وصال ہوا اور آپؐ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔ اگر آپؐ واقعی حیات النبیؐ ہیں تو اس حیات کے کیا معنی ہیں؟ حضرت سائیں توکل شاہؒ نے فرمایا کہ بلاشک و شبہ حضرت رسول اللہ ﷺ حیات النبیؐ ہیں۔ اس حیات کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح تصرفات و اختیارات آپؐ سے بوقت حیاتِ جسمانی جاری تھے، اسی طرح آج بھی جاری ہیں۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ہم مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار روضۂ اقدس سے باہر تشریف لائے اور اپنے کپڑے مجھے دے کر اپنے گھوڑے کے آگے کر لیا۔ میں بتلاتا جاتا تھا کہ یہ آپؐ کا عاشق صادق ہے۔ یہاں آپؐ کے دین

کی بڑی ترقی ہوئی۔ میں ساتھ ساتھ چلتا آیا یہاں تک کہ ہم سرہند شریف (بھارت) پہنچ گئے۔ میں نے کہا اس جگہ آپؐ کے دین کو بڑی ترقی اور کامیابی حاصل ہوئی۔ آپؐ کی حدیث شریف اور قرآن مجید پڑھا گیا۔ پھر جو خیال آیا تو دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی کے روضۂ مبارک کی جگہ ایک نہایت خوبصورت بارہ دری بنی ہوئی ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے نیچے اترے اور گھوڑا مجھے پکڑا کر اس بارہ دری میں تشریف لے گئے۔ بڑی دیر تک اندر رہے۔ نہیں معلوم باہم کیا اسرار کی باتیں ہوئیں۔ پھر باہر تشریف لائے اور سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف چلے۔ میں مدینہ منورہ تک آپؐ کے ہمراہ رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ اور جس ملک میں ضرورت ہوتی ہے، حضرت رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ''جو شخص دل سے مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے، میں اس کو اپنے کانوں سے سنتا ہوں ورنہ فرشتے لا کر میرے حضور پیش کر دیتے ہیں۔''

حدیث پاک سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جمعرات کی شب کو تمام اُمت کے درود اور اعمال حضورِ اقدس ﷺ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ رات کو کوئی سونے لگا تو اس کو کچھ خیال نہ تھا مگر صبح اٹھا تو محبت رسول اللہ ﷺ اس کے دل میں موجزن تھی اور دین و سنت کی پیروی کو از خود اس کا دل چاہنے لگا۔ غرض حضرت رسول پاک ﷺ اب بھی امت کی پرورش فرماتے ہیں جس سے حیات النبیؐ کی تصدیق ہوتی ہے۔ (ذکر خیر صفحہ ۱۳۸)

حضرت شیخ ابو المواہب شاذلیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت کا خواہش مند ہو، اسے چاہیے کہ کثرت سے رات دن آپؐ کا ذکر کیا کرے (درود شریف پڑھا کرے)۔ ساتھ ہی اولیاء اللہ کی محبت بھی ہو ورنہ باب بارت مسدود رہے گا، اس لئے کہ اولیا اللہ لوگوں کے سردار ہیں۔ ان کے غصے سے ہمارا رب خفا ہوتا ہے اور اسی طرح حضرت رسول اللہ ﷺ بھی خفا ہوتے ہیں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ ایسے امور پر مطلع ہوتے ہیں جن کی اطلاع علماء کو نہیں ہوتی۔ لہٰذا جو شخص کامیاب ہونا چاہے، ان حضرات کے ساتھ ادب و تسلیم کا برتاؤ کرے (نعمت عظمیٰ، جلد سوم اردو ترجمہ از سید عبد الغنی وارثی۔ صفحہ ۳۰۴) حضرت شاذلیؒ کو بکثرت حضور انور ﷺ کی زیارت ہوتی تھی۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۸۲۔ سوندھے خان، ساکن نگراں، ضلع ہوشیار پور سے نقل ہے کہ میں اپنے بھائی کے ہمراہ فوج میں ملازم تھا۔ عراق گیا اور وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں

نے میرا وطن دریافت کرنے کے بعد پوچھا کہ وہاں قصبہ جہان خیل بھی ہے اور وہاں کوئی بزرگ خواجہ قادر بخشؒ بھی ہیں۔ میں نے کہا خواجہ صاحبؒ کی تو حال ہی میں وفات ہو گئی۔ یہ سن کر انہوں نے اس قدر آہ وزاری کی کہ ان کو غش آ گیا۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ جب اُنہیں ہوش آیا تو مجھ سے پوچھا کہ وہاں تم نے ان کو دیکھا تھا؟ میں نے کہا کہ جی ہاں، دیکھا تھا۔ یہ سن کر وہ پھر گریہ وزاری کرنے لگے اور پھر وہی حالت ہو گئی۔ غرض انہوں نے تمام شب اسی طرح رو رو کر گذاری۔ صبح میں نے دریافت کیا کہ آپ ان کو کس طرح جانتے ہیں؟ اس پر انہوں نے بتایا کہ ہم دونوں ایک ساتھ فوج میں ملازم تھے۔ جب جنگ کابل میں راجہ رنجیت سنگھ گئے تو ہم دونوں ساتھ تھے۔ ان کا اور میرا ہمیشہ دستور رہا کہ اتوار، پیر اور بدھ کو روزہ رکھتے تھے۔ وہ ہر صبح مجھ سے پوشیدہ ہو کر لوٹا اور جاء نماز لے کر کہیں جایا کرتے تھے۔

ایک روز میں بھی چھپ کر تجسّس میں ان کے پیچھے گیا۔ انہوں نے ایک تالاب پر وضو کیا اور جاء نماز بچھا کر اذان دی۔ اتنے میں ایک سمت سے پانچ سوار غیب سے نمودار ہوئے۔ ان کے بدن پر سبز پر مزین تھے۔ انہوں نے آ کر سلام علیک کے بعد مصافحہ و معانقہ کیا اور پھر نماز کی تیاری کی۔ ان میں چار مقتدی اور ایک امام بن گیا۔ جماعت میں خواجہ صاحبؒ بھی شامل تھے۔ جب سلام پھیر کر فارغ ہوئے تو میں بھی قریب پہنچ گیا اور سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا اور چپ چاپ گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے گئے، مگر خواجہ صاحبؒ نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کئی روز تک ان سے پوچھا کہ یہ کون لوگ تھے اور آپ کے پاس کیوں آئے تھے؟ مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر جب میں نے اللہ تعالیٰ اور حضرت رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دیا کہ سچ بتائیں وہ کون لوگ تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ خبردار یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا، وہ حضرت رسول پاک ﷺ چاروں خلفائے راشدینؓ کے ہمراہ تھے۔ میں نے کہا مجھے کس طرح زیارت ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تیری قسمت میں یہی تھا، اگر تیری قسمت یاوری کرتی تو تو بھی نماز میں شریک ہو جاتا۔ اس بوڑھے آدمی نے اپنا نام عبدالغنی بتایا اور کہا میں ریاست ''کچھ'' علاقہ کاٹھیاواڑ (بھارت) کا رہنے والا ہوں۔

(لمعات کمالات قادریہ صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۴)

مولای صل وسلم دائما ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۸۳۔ ہمشیرہ کریم بخش، ساکن جہاں خیل سے نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ

قادر بخشؒ باہر سے تشریف لائے۔ میں ان کے پیچھے پہنچ گئی اور حضرت خواجہ صاحبؒ سے بیان کیا کہ ایک بزرگ تحصیل شکر گڑھ کے باشندے ہیں۔ ان کے یہاں دو پٹھان آئے اور کہا ہمیں حضور نبی پاک ﷺ کی زیارت کرا دیجیے۔ انہوں نے ان کو ایک درود شریف پڑھنے کو بتا دی، مگر چونکہ وہ ہلکے تھے اس وجہ سے صحت لفظی کے ساتھ ادا نہ کر سکے۔ چالیس روز بعد آئے تو آ کر کہا کہ ہماری مراد بر نہ آئی۔ آپ نے فرمایا: جس طرح میں پڑھتا ہوں اس طرح پڑھو، ضرور اثر ہو گا۔ پھر انہوں نے آپ کے فرمان کے مطابق پڑھا اور مراد کو پہنچے۔ خواجہ صاحبؒ میں اسی غرض سے آپ کے پاس آئی ہوں۔ آپ نے فرمایا: مائی! یہ وقت مغرب کا ہے، پھر آنا۔ یہ کہہ کر خواجہ صاحبؒ نماز میں مشغول ہو گئے اور میں چلی گئی۔ دوسرے دن پھر حاضر خدمت ہوئی۔ خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: ان بزرگ نے تو وظیفہ بتا کر حضورِ اقدس ﷺ کی زیارت کرائی تھی جب کہ فقیر ابھی زیارت کرائے دیتا ہے، اور اسی وقت مراقبہ فرما کر دربارِ رسولِ مقبول ﷺ میں استدعا کی۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی مع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم زیارت کر لی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: مائی! جو کچھ عرض کرنا ہے کر لے۔ پس میں نے دل کھول کر عرض و معروض کی۔ زہے قسمت کہ حضرت خواجہ صاحب کے طفیل مجھے زیارت بابرکت کا شرف حاصل ہوا۔ (لمعات کمالات قادریہ۔ صفحہ ۱۸۴ تا ۱۸۵)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۸۴۔ محمد تھے خان (۱۸۷۱ء تا ۱۹۸۰ء) کا لاہور کے ایک زرگر خاندان سے تعلق تھا۔ ڈیزل جنریٹروں اور بجلی کے کاموں کو سرانجام دے کر روزی کماتے تھے۔ نو برس کی عمر میں پہلی بار آپ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ لگن سچی تھی جس نے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مدینہ طیبہ کا باسی بنا دیا، وہیں وفات پائی اور جنت البقیع میں قیامت تک کے لئے محو استراحت ہیں۔ فرماتے تھے کہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کو چلتا پھرتا دیکھتا ہوں۔ مدینہ طیبہ میں حاضر ہونے والے اس شخص پر برس پڑتے جو کلین شیو (ڈاڑھی منڈا) ہوتا۔ فرماتے تھے کہ کس منہ سے اس مقدس شہر میں آئے ہو؟ حضور اقدس ﷺ کی سنت پر عمل پیرا نہیں ہو اور آپؐ کے روضہ پر حاضری دینا چاہتے ہو، شرم کرو۔ (بارہ عاشقانِ رسولؐ صفحہ ۵۱ تا ۵۳ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۸۵۔ شیخ طاہر بدخشی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ تھے۔ سپاہی تھے۔ ایک مرتبہ فوج

ایک قلعہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اثنا راہ میں شب کو آپ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم فوج سے الگ ہو جاؤ اور فقر و تجرید اختیار کرو۔ آپ فوراً فوج سے علیحدہ ہو گئے اور گدڑی پہن لی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو خرقہ پہنایا۔ سنا ہے مدتوں خلوت و جلوت میں آپ حضرت رسول اللہ ﷺ کی صورت مبارک کا مشاہدہ کرتے رہے۔ (اردو ترجمہ زبدۃ المقامات)

بحالت بیداری خواص اولیا کو دیدار مصطفوی ﷺ ہو سکتا ہے۔ (دیکھو حیات جاوداں صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۷۔ از ڈاکٹر پیر محمد حسن۔ سابق صدر شعبہ ادب عربی۔ جامعہ اسلامیہ۔ بھاولپور)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۸۶۔ ایک بزرگ بالکل ان پڑھ تھے مگر قرآن پاک دیکھ کر نہایت صحیح اور خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ لوگوں کو تعجب تھا۔ وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں مدینہ منورہ میں مقیم تھا اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں التجا کرتا تھا کہ مجھے قرآن مجید کی تلاوت پر قدرت ہو جائے۔ ایک رات سویا تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول فرمالی ہے، اب قرآن پاک دیکھ کر پڑھ۔" صبح اٹھا تو قرآن حکیم دیکھ کر پڑھنا شروع کر دیا۔ سب مجھ پر آسان ہو گیا۔ اب جہاں کہیں غلطی ہوتی ہے تو خود حضرت رسول اللہ ﷺ بتا دیتے ہیں کہ فلاں مقام پر یوں نہیں یوں ہے۔ (بغیۃ ذوی الاحلام)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۸۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ بیدار ہوئے تو اس حدیث کی توجیہہ میں متفکر تھے (جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں دیکھے گا)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُمید تھی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے بحالت بیداری بھی مشرف ہوں گا۔ اتنے میں اپنی حقیقی خالہ اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے ایک آئینہ نکال کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا چہرہ دیکھنے کے لئے دیا۔ یہ وہ آئینہ تھا جسے حضرت رسول اللہ ﷺ استعمال کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوں ہی وہ آئینہ دیکھا تو اس میں انہیں حضرت رسول اللہ ﷺ کی صورت مبارک نظر آئی اور اپنی صورت مطلق نظر نہ آئی۔

(مناقب الحسن حضرت رسول نما اویسی دہلویؒ)

حضرت ابن عباسؓ کو بعد میں بیداری میں بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کا دیدار نصیب

ہوا۔ آپ نے اپنی کچھ پریشانیاں حضورِ اقدس ﷺ کے سامنے پیش کیں تو حضور ﷺ نے ایسے کلمات بتا دیئے جن کے پڑھنے سے وہ پریشانیاں بالکل ختم ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک اس پر قادر ہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ کی خواب میں زیارت کو بیداری کی زیارت کا سبب بنا دے۔ ہمارا ایمان ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ تو جب کسی انسان کی اس طرح عزت افزائی ہو سکتی ہے کہ وہ آپؐ کو زندہ و سلامت دیکھے تو پھر وہ آپؐ سے ہم کلامی کے شرف سے کیوں مشرف نہیں ہو سکتا؟ لہٰذا آپؐ سے کلام کرنے، سوال کرنے اور مسائل کے حل کے لئے آپؐ کے جواب حاصل کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں، اس پر نہ شرعاً انکار ہو سکتا ہے نہ عقلاً۔ ؎

جس زندگی میں سید کلؐ روبرو نہ ہوں — اس زندگی کو زندگی ذاکر میں کیوں کہوں

مولای صل وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۸۸۔ جناب سید رفیق احمد، سینئر سب جج، لدھیانہ، خلف الصدق جناب سید فیض محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد کے دل میں اپنی سیادت کی تصدیق کی تمنا پیدا ہوئی تو وہ حضرت توکل شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنا عمامہ اُتار کر رکھا ہوا تھا اور وضو فرما رہے تھے۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو میں نے پاسِ ادب سے عمامہ اٹھا کر انہیں دیا، جس پر وہ بہت خفا ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں اس وقت حضرت سرورِ کونین ﷺ کو دیکھ رہا ہوں اور آپؐ مجھ سے جواب طلب فرما رہے ہیں کہ ”تم اب سادات سے بھی خدمت لینے لگے ہو۔“ پھر شاہ صاحبؒ نے مجھ سے معافی مانگی اور عہد لیا کہ آئندہ کبھی ایسا نہ کرو گے۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ صفحہ ۴۲۰ تا ۴۲۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۸۹۔ مولانا مشتاق احمد مرحوم مفتی ریاست مالیر کوٹلہ (بھارت) نے فرمایا کہ میں جب مدینہ منورہ گیا تو وہاں کے مشائخ سے سنا کہ امسال روضۂ اطہر سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔ ایک نوجوان نے جب درگاہِ رسالت مآب ﷺ پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھا تو فوراً جواب آیا ”وعلیکم السلام یا ولدی“ (وعلیکم السلام اے میرے بیٹے) جسے وہاں موجود سینکڑوں لوگوں نے سنا۔ بعد میں آپ ہی تو دارالعلوم دیوبند (اب اسلامک یونیورسٹی دیوبند، یوپی، بھارت) کے مشہور و معروف مدرس اول شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے نام سے مشہور ہوئے اور ۱۳۷۷ھ میں بعمر ۸۱ سال وہیں وصال فرمایا۔ (سلاسل طیبہ۔ صفحہ ۷۷، الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۹۰۔ مظالم کربلا کے بعد ۶۳ھ میں یزید نے اہل مدینہ پر جن میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکثر تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، فوج کشی کا حکم دیا۔ اس لشکر نے حرہ کے مقام پر ڈیرہ ڈالا۔ ایام حرہ میں مدینہ منورہ میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا اور مسجد نبوی ﷺ میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہ ہوتا تھا۔ آپ کو افضل التابعین کہا جاتا ہے۔ ابو نعیمؒ، ابن سعدؒ، امام دارمیؒ، زبیر بن بکارؒ اور علامہ ابن جوزیؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو حضرت رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر سے اذان کی آواز سنتا تھا۔ بعدہٗ اقامت ہوتی اور میں اس اقامت کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں نماز ادا کرتا تھا۔ میں نے پندرہ نمازیں اسی صورت ادا کیں۔ (جذب القلوب صفحہ ۱۸۸، مدارج جلد ۲۔ صفحہ ۹۵۔ حلیۃ الاولیاء، قول بدیع، وفاء الوفاء، خصائص الکبریٰ)

کوئی سہارا نہ تھا۔ بیٹیاں جوان تھیں اور حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضعیف ہو چکے تھے۔ خلیفۂ وقت نے وظیفہ مقرر کرنا چاہا تو اسے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ مجھے وظیفے کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنی بیٹیوں کو بتا دیا ہے کہ نہایت پابندی کے ساتھ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرو، ان شاء اللہ کبھی روپے پیسے کی تنگی نہ ہوگی (یہ مجرب ترین مسنون عمل ہے)۔ آپ کا وصال بعمر ۸۴ سال ۹۳ھ میں ہوا۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۹۱۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ کے ایک شاگرد شیخ عبد القادر الشاذلیؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ الاسلامؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت امام الانبیاء ﷺ کی بیداری میں زیارت کی اور آپؐ نے مجھے "یا شیخ الحدیث" فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) کیا میں جنتی ہوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "ہاں۔" میں نے عرض کیا: کیا بغیر کسی سابقہ عذاب کے جنت میں جاؤں گا۔ حضور پر نور ﷺ نے اس پر ارشاد فرمایا: "ہاں تیرے لئے یہی ہے۔"

(جامع کرامات اولیا حصہ دوم۔ صفحہ ۹۸۱ تا ۹۸۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۹۲۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ محض دلیل و برہان سے نہیں بلکہ دیکھتی آنکھوں سے حضرت رسالت مآب ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف

ہوں یعنی فرمایا کہ ذات مصطفےٰ ﷺ کی جامعیت و تعارف پر قرآن مجید اور حدیث شریف میں جو دلائل و علامات مذکور ہیں، ان کی روشنی میں نہیں اور نہ ہی خواب میں آپؐ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوتا ہوں کہ یہ مقام تو بہت سے میرے بھائیوں کو بھی حاصل ہے، بلکہ میں سردار دو عالم ﷺ کے دیدار مبارک سے بحالت بیداری مشرف ہوتا ہوں۔ جیسے سیدی احمد الرفاعی قدس سرہٗ اس دولت بیدار سے مالا مال ہوئے اور حضور اقدس ﷺ نے ان کو جنت میں تخت پر بٹھایا۔ (سعادۃ الدارین، جلد دوم۔ صفحہ ۹۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۹۳۔ امام بوصیریؒ کے قصیدہ ہمزیہ کے ایک شعر کا ترجمہ = (کاش مجھے اس چہرۂ اقدس کی خصوصی زیارت نصیب ہوتی جس کے دیکھنے سے ہر دیکھنے والے کی بدبختی جاتی رہتی ہے)۔ اس مقام پر آخر میں فرماتے ہیں کہ میرے اور میرے والد کے شیخ محمد بن ابی الحمائلؒ کثرت سے بیداری میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے یہاں تک کہ جب کسی چیز کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے میں اسے حضور انور ﷺ کی خدمت میں پیش کرلوں۔ پھر اپنا سر گریبان میں لے جاتے۔ پھر فرماتے کہ حضور ﷺ نے اس بارے میں یہ فرمایا ہے اور پھر ویسا ہی ہوتا جیسا فرماتے، کبھی اس سے مختلف نہ ہوتا تھا۔ (سعادت الدارین، حصہ دوم۔ صفحہ ۴۳۸)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۹۴۔ شیخ عبدالغفار بن نوح القوصیؒ نے "کتاب التوحید" میں شیخ ابو یحییٰ ابو عبیداللہ اسوانی مقیم اخیم کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ سید الخلق حضرت رسول اللہ ﷺ کو ہر وقت دیکھا کرتے تھے، یہاں تک کہ لمحہ بہ لمحہ آپؐ کی خبریں بتایا کرتے تھے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۹۵۔ الیافعیؒ نے "روض الریاحین" میں لکھا ہے کہ مجھے بعض حضرات نے بتایا کہ وہ خانہ کعبہ کے گرد فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کو دیکھتے ہیں۔ یہ منظر اکثر جمعرات اور پیر کی رات کو نظر آتا ہے۔ انہوں نے میرے سامنے بہت سے انبیاء اکرام علیہم السلام کا نام لیا اور بتایا کہ خانہ کعبہ کے گرد ہر نبی کو مخصوص مقام پر بیٹھے دیکھا۔ ان کے ہمراہ ان کے رشتہ دار، اہل و عیال اور صحابہ ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل اولاد کعبۃ اللہ کے دروازے کے بالمقابل مقام ابراہیم پر بیٹھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت رکن یمانی و شامی کے درمیان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اور آپ کے پیروکاروں کی ایک جماعت حجر اسود کی طرف بیٹھتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کے گرد اتنی تعداد میں اولیاء اللہ جمع ہوتے ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اتنی تعداد باقی تمام انبیاء علیہم السلام کے گرد جمع نہیں ہوتی۔ ہم نے نبی کریم ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیائے امتؒ کے ہمراہ رکن یمانی کے پاس بیٹھے دیکھا۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۹۶۔ عارف باللہ امام شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو انعام واکرام عطا فرمایا، اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مجھے حضرت رحمت کائنات ﷺ سے شدید قربت حاصل ہے اور اکثر اوقات میرے اور حضور اقدس ﷺ کی قبر اقدس کے درمیان والی مسافت لپیٹ دی جاتی ہے، یہاں تک کہ بسا اوقات میں مصر میں ہوتے ہوئے بھی سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر اس طرح ہم کلام ہوتا ہوں جیسے انسان اپنے ساتھی سے باتیں کرتا ہے۔ آگے فرمایا، بھائی! فقراً کے ایسے دعوے تسلیم کرلو اور جب تک شریعت صراحتاً منع نہ کرے، انکار نہ کرو۔

امام قرطبیؒ نے ''تذکرہ'' میں حدیث صعقہ کے بیان میں اپنے شیخ کا یہ قول نقل فرمایا کہ موت عدم محض نہیں، یہ تو ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ شہادت کے بعد بھی شہداً زندہ ہوتے ہیں۔ رزق پاتے ہیں، خوش ہوتے ہیں اور مبارک باد حاصل کرتے ہیں جب کہ دنیا میں یہ زندہ لوگوں کی صفات ہیں۔ جب شہداً کے لئے یہ سب کچھ ہے تو انبیائے کرام علیہم السلام تو بطریق اولیٰ اس کے مستحق ہوئے۔ حضور نبی الرحمت ﷺ نے فرمایا: ''نبی زندہ ہوتے ہیں اور اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں، زمین ان کے جسموں کو نہیں کھاسکتی۔ آپؐ نے یہ بھی خبر دی کہ جو مسلمان مجھ پر سلام بھیجے میں اس کا جواب دیتا ہوں۔''

حضور انور ﷺ اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں۔ تصرف فرماتے ہیں اور جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ آپؐ ہماری آنکھوں سے اسی طرح اوجھل ہیں جیسے روح و جسم کے ساتھ زندہ فرشتے، البتہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر کرم نوازی کرتے ہوئے پردہ اٹھانا اور اپنے حبیب ﷺ کا دیدار کرانا چاہتا ہے تو وہ بندہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو حقیقی صورت میں دیکھتا ہے، کوئی اس میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔

(تنویر الحلک از علامہ جلال الدین سیوطیؒ)

استاذ علامہ شیخ محمد خلیلیؒ مدفون بیت المقدس کے فتویٰ میں حسب ذیل سوالات کا جواب ہے:

(۱) ایک شخص حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب یا بیداری میں دیکھتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

(۲) کیا حقیقت میں وہ حضرت رسول اللہ ﷺ ہی کی ذات بابرکت کو دیکھتا ہے؟

(۳) اس کا کیا حکم ہے کہ دو شخص بیک وقت آپؐ کو دیکھتے ہیں، حالانکہ ایک مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں؟

استاذ علامہ شیخ محمد خلیلیؒ نے فرمایا کہ حفاظ رحمہم اللہ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ نیند یا بیداری میں حضورِ اقدس ﷺ کا دیدار جائز ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا دیکھنے والا آپؐ ہی کی ذات شریفہ کو حقیقتاً دیکھتا ہے یا ایسی مثال جو حقیقت کی خبر دیتی ہے۔ ایک جماعت پہلے قول کی طرف گئی ہے جب کہ امام غزالیؒ، الیافعیؒ، القرافیؒ اور دیگر دوسرے قول کی طرف۔ پہلی جماعت کی دلیل یہ ہے کہ چراغ ہدایت، نورِ ہدایت اور شمس المعارف ﷺ کا دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے نور، چراغ اور سورج دُور سے نظر آتے ہیں اور نظر آنے والی سورج کی ٹکیہ مع اپنی صفات و عوارض کے نظر آتی ہے۔ ایسے ہی سرکار دو عالم ﷺ کا جسم کریم اور بدن شریف ہے۔ پس روضہ اقدس سے آپؐ کی جدائی اور لحد انور کا آپؐ سے خالی ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ دیکھنے والے کے سامنے سے پردہ چاک کر دیتا اور رُکاوٹ ہٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ آپؐ کو دیکھ لیتا ہے۔ چاہے وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں یا پردے اتنے شفاف کر دیئے جاتے ہیں کہ ان کے پیچھے والی چیز پوشیدہ نہ رہے۔ (سعادت الدارین، حصہ دوم۔ صفحہ ۴۷۷)

مولای صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۹۷۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے فرمایا کہ جس وقت مدینہ شریف میں تھا تو روضہ اقدس پر حاضری دیتا، پائینتی کی طرف جا کر سلام عرض کرتا اور اسی جگہ نماز میں مشغول ہو جاتا تھا۔ زیارت کرنے والے میرے آگے سے گذرتے رہتے تھے۔ میں نے روضہ مبارک سے آواز سنی "ولدی لا تقم بین یدی زواری" (یعنی اے فرزند! کھڑا نہ ہو واسطے نماز کے رُوبرو میرے زائروں کے)۔ پس میں اس جگہ سے دُور ہو گیا اور گوشۂ روضہ میں دیوار کے سامنے مشغول ہو گیا کیونکہ میں نے تحقیق کر لیا کہ وہ آواز حضرت رسول اللہ ﷺ کی تھی اور یہ بات دن میں حالت بیداری میں تھی۔ اس آواز کو مدینہ منورہ کے شریفوں نے بھی سنا تھا۔ یہ خبر مشہور ہوئی اور لوگوں نے یقین کر لیا کہ

میں سید ہوں جس کی شہادت خود حضرت رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔

(ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ، حصہ دوم صفحہ ۳۷۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۹۸۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد ایک دن سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور اس قدر روئے کہ بے حال ہو گئے۔ اسی حالت میں نیند آ گئی۔ جب سو گئے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھے کہ شاید بحالت خواب آپ کچھ بڑبڑا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جگا دیا۔ آپ نے بیدار ہو کر فرمایا کہ میں اس وقت حضرت رسول اللہ ﷺ کے حضور عرش کے نیچے تھا اور آپؐ جناب باری میں بتضرع عرض کر رہے تھے کہ "میری اُمت کو بخش دے۔" میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ (ﷺ)! آپؐ اس قدر پریشان نہ ہوں، اللہ تعالیٰ آپؐ کی مراد بر لائے گا۔ یکا یک ندا آئی: "ہم نے بخشا، ہم نے بخشا۔" اتنے میں آپ نے مجھے جگا دیا۔ اب یہ نہیں معلوم کہ کس قدر امت بخشی گئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی یہ بات ختم نہ کی تھی کہ روضہ اقدس سے آواز آئی: "سب بخش دیئے گئے" (التحفۃ المرضیہ)۔ مراد یہ ہے کہ جو طریقہ نبویہ ﷺ پر چلے گا بخشا جائے گا۔ یہ بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ انجام کار پوری امت محمدیہ نجات پا کر جنت میں داخل ہو جائے گی اگرچہ بعض گناہ گارانِ امت پہلے سزا کے طور پر عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۹۹۔ ایک بزرگ نے مکاشفہ (نیم بیداری) میں دیکھا کہ سید الانبیاء ﷺ فرمار ہے ہیں کہ "مجھے ان (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم) کی یہ ادا بہت پسند ہے کہ کوئی وقت ضائع نہیں کرتے۔" (محبتیں، حصہ اول۔ صفحہ ۵۱)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۰۰۔ مولانا عبدالستار خان نیازیؒ اپنے احباب کے ہمراہ مدینہ منورہ میں جلیل القدر صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ یہیں حضور اقدس ﷺ نے ہجرت کے بعد کئی ماہ قیام فرمایا تھا۔ نوافل ادا کر رہے تھے کہ اچانک خیال آیا کہ یہ اصلی جگہ ہے بھی کہ نہیں؟ کیونکہ سعودی حکمرانوں نے اکثر مقدس مقامات کے نشانات مٹا دیئے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی مولانا نیازیؒ نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ

حضرت رحمت کائنات ﷺ اونٹنی سے نیچے اتر رہے ہیں۔ (مصنف / مؤلف کتاب ہذا نے ۱۹۷۳ء میں حج کیا۔ اس کے بعد ۱۹۹۸ء میں عمرے کے لئے گیا۔ اس اثناء میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ دونوں مقدس شہروں میں اس قدر انقلاب آچکا ہے کہ پہچانے نہیں جاتے۔ اب تو یہ پورا محلہ جنت البقیع تک مسجد نبوی ﷺ کا حصہ بن چکا ہے۔ اس زمانے میں یہ مبارک مکان موجود تھا۔ میں نے بھی زیارت کی ہے)۔

(ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، جولائی ۲۰۰۱ء)

مولانا نیازی یکم اکتوبر ۱۹۱۵ء کو موضع اٹک پنیالہ تحصیل عیسیٰ خیل، ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے اور ۹ مئی ۲۰۰۱ میں وصال فرمایا۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

۱۹۳۳ء میں اشاعت اسلام کالج، لاہور میں داخلہ لیا جہاں کا نصاب علامہ اقبالؒ نے مرتب کیا تھا۔ تین سال بعد ''ماہر تبلیغ'' کی سند حاصل کی جس پر علامہ کے دستخط تھے۔ ۱۹۳۶ء میں اسلامیہ کالج، لاہور میں داخل ہوئے جہاں حمید نظامی، میاں شفیع (م ش) اور عبدالسلام خورشید جیسے ملی سوچ کے حامل اور مسلم اُمہ کی زبوں حالی پر فکرمند رہنے والے طلباء کے گروپ میں شامل ہوگئے۔ ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک شروع ہوئی تو آپ کو بھی جیل جانا پڑا۔ دو سال بعد رہا ہوئے۔ آپ کی حق گوئی ضرب المثل ہے۔ حلقہ یاراں میں ابریشم اور رزم حق و باطل میں فولادی قوت کے مالک تھے۔ حضور نبی پاک ﷺ کے لیے شیفتگی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ آپ کو قائداعظمؒ، علامہ اقبالؒ، اسلام اور پاکستان سے عشق تھا۔ قیام پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔

علمائے اکرام و اولیاء عظام کا فیضان پاکستان! پاکستان!! پاکستان!!!

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۰۱۔ حضرت احمد احمدی صعیدیؒ درود شریف کی کثرت کیا کرتے تھے۔ خود کہتے ہیں کہ وہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت بابرکت کے لئے جاتے تو سید کل ﷺ آپ کے سوال کا جواب ارشاد فرماتے۔ بقول مناویؒ وصال ۱۰۰۹ھ میں ہوا۔ مقام صعید میں بنی احمد کے زاویہ میں دفن ہوئے۔ (جامع کرامات اولیا حصہ دوم۔ صفحہ ۴۱۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۰۲۔ حضرت احمد بن عیسیٰ بن غلاب کلابیؒ کی نسبت صحابیٔ رسول حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ اکابر علماء و اولیاء سے تھے۔ ایک ولی نے بتایا کہ آپؒ کے درس

کو ملاحظہ فرمانے حضور امام الانبیاء ﷺ تشریف لائے اور میں نے آپ کی زیارت کی۔ کئی مدارس بالخصوص جوہریہ واشرفیہ کے اخراجات آپ ہی کے ذمہ تھے۔ اسی طرح علامہ شونیؒ نے جامعہ الازہر میں جو مرکز (شیوخ) حضور نبی مکرم ﷺ کے ذکر پاک اور صلوٰۃ و سلام کے لئے بنا رکھا تھا، اس کے اخراجات بھی آپ ہی کے ذمہ تھے۔ ۱۰۲۷ھ میں وصال ہوا اور حضرت امام شافعیؒ کے قریب دفن ہوئے۔

(جامع کرامات اولیا حصہ دوم۔ صفحہ ۴۲۳)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۰۳۔　حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوریؒ کے مرشد حضرت سید یٰسین سے کوئی ایسا قصور سرزد ہو گیا کہ جس کی وجہ سے چہرۂ مبارک پر زہد و تقویٰ کے نور میں آثار تیر گی محسوس کرنے لگے۔ پس اپنے جرم کی مکافات کے لئے حج بیت اللہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور روضہ مبارک کے چاروں طرف بارہ برس جاروب کشی فرماتے رہے، پھر روضہ مبارک کے اندر داخل ہونے کے لئے عرب محافظین سے اجازت طلب کی۔ انہوں نے اجازت نہیں دی۔ تب آپ نے ''یا جدی'' کی صدا لگائی جس کے جواب میں ''یا ولدی'' کی ندا آئی، جسے سب نے سنا۔ اس آواز کو سنتے ہی محافظین نے آپ کو روضۂ اطہر کے اندر جانے کی اجازت دے دی، جہاں جاکر اپنے دل کی کہانی کہہ سنائی۔ جرم تو معاف ہو ہی چکا تھا، دل کی روشنی نے چہرۂ مبارک کو نورانی کر دیا۔ حضور ﷺ کے حسب الحکم مونگیر (بھارت) پہنچ کر مولانا شہباز سے ملے، جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (مشاہیر اسلام، جلد اول از ملک نواب علی خان اعوان پرنالوی۔ صفحہ ۲۰۳)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۰۴۔　شاہ صبغت اللہ بہروجی شطاری نام، مجدد الدین لقب، نائب رسول اللہ (ﷺ) خطاب، آپ کے نانا حضرت گیسو درازؒ کے داماد تھے۔ حرمین شریف گئے اور پھر مدینہ منورہ میں متوطن ہو گئے۔ صبح شام حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے روضہ اطہر پر حاضری دیتے تھے۔ قدم مبارک کی جانب کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام بھیجتے تھے۔ کبھی آپؒ کے سر مبارک کی جانب نہ جاتے تھے۔ ایک روز روضہ منورہ سے ارشاد ہوا کہ ''تو دکن جا، پھر بلاؤں گا۔'' آپ اسی وقت روزانہ ہو گئے۔ ۱۰۰۰ھ میں بیجا پور (دکن، بھارت) پہنچے۔ پانچ سال بعد پھر مدینہ منورہ آگئے۔ روضہ اقدس کی جالی کے اندر کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ فاتحہ کے لئے آپ اندر داخل ہو گئے تو خواجہ سراؤں

نے کہا: یہاں سے نکلو، یہاں کسی کو داخلہ کی اجازت نہیں۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا، مستغرق تھے۔ آپ کے سب ہمراہی باہر آگئے اور فرش بچھا کر وہاں بیٹھ گئے۔ رات کو حضرت رسول اللہ ﷺ خواب میں تشریف لائے اور سب کو زجر و تنبیہہ کی کہ ''تم نے میرے فرزند کو جو مجھ سے ملنے کو آیا، اندر نہ آنے دیا۔'' علی الصبح خواجہ سراؤں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی چاہی اور اجازت دی کہ آپ روضہ مبارک کی جالی کے اندر جایئے۔ پھر آپ نے تین بار کہا: یا جدی، یا جدی، یا جدی۔ فی الفور اندر سے آواز آئی: ''یا ولدی، یا ولدی، یا ولدی۔'' آپ مدینہ شریف سے باہر نہ جاتے تھے کہ کہیں باہر انتقال نہ ہو جائے۔ سلسلہ شطّاریہ کو آپ نے حجاز میں عام کیا۔ ۱۶۰۷ء میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا اور ایک عرصہ تک مزار زیارت گاہ خاص و عام بنا رہا۔

(تذکرہ اولیائے دکن، جلد اول صفحہ ۴۶۵۔ محبوب ذی المنن، جلد اول صفحہ ۴۶۹)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۰۵۔ سید شاہ اولیاء ملقب بہ سلطان الاولیاء حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ گئے۔ آپ نے روضۂ پاک کی جالی کے اندر جانا چاہا تو خدام مانع ہوئے۔ آپ نے کہا کہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کا فرزند ہوں، مجھے منع نہ کیجیے، میں جالی کے اندر جا کر اپنے جد امجد (ﷺ) کی زیارت کروں گا۔ خادموں نے کہا کہ ہم روضۂ اطہر کو قفل لگاتے ہیں، اگر آپ حضرت رسول اللہ ﷺ کے فرزند ہیں تو قفل خود بخود کھل جائے گا۔ آپ نے فرمایا: بسم اللہ۔ خادموں نے روضہ مبارک کے دروازے کو تالے سے بند کر دیا۔ آپ نے دروازے کے مقابل کھڑے ہو کر تین بار پکارا: یا جدی۔ اسی وقت روضہ پاک سے آواز آئی: ''یا ولدی'' اور دروازہ خود بخود کھل گیا۔ پھر آپ روضہ اطہر کے اندر تشریف لے گئے اور نہایت اطمینان سے زیارت کی۔ روضہ منورہ کے سب خدام آپ کے معتقد ہو گئے۔ آپ نے سات مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کی۔ ساتویں بار جب زیارت کو گئے تو ۱۳ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ کو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ مدینہ شریف میں آپ کو ہندالولی کہتے ہیں۔ جس تخت پر حضرت رسول اللہ ﷺ کو غسل میت دیا گیا تھا، اسی تخت پر آپ کو بھی غسل دیا گیا۔

(تذکرہ اولیاء دکن، جلد اول۔ صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۳)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۰۶۔ سلیمانِ بن سحیم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) یہ لوگ جو آپ کی بارگاہ میں آتے اور سلام عرض

کرتے ہیں تو کیا آپؐ کو ان کے سلام کا علم ہو جاتا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں، اور میں ان کو اس کا جواب بھی دیتا ہوں۔''

اس کو ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے روایت کیا۔

اسلام کی سوا چودہ سو سال کی تاریخ میں یوں تو بے شمار خوش بخت حضرات ہوں گے، جنہیں ان کے سلام کا جواب ملا ہو گا۔ یہاں کچھ نام پیش کئے جاتے ہیں جو اس سعادت سے شاد کام ہوئے اور روضہ اطہر سے انہیں ان کے سلام کا جواب ملا:

(۱) حضرت سید علی ہجویری قدس سرہ (حضرت داتا گنج بخشؒ) ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؒ جس وقت روضہ رسول ﷺ پر حاضری دیتے اور فرماتے: ''السلام علیک یا رسول اللہ'' تو اندرونِ روضہ مقدسہ سے جواب آتا: ''وعلیکم السلام یا امام المسلمین۔''

(۲) حضرت شیخ نجم الدین صفاہانی قدس سرہ کے مناقب میں تحریر ہے کہ جب بھی آپ حضرت رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتے تو باقاعدہ اس کا جواب سنتے تھے۔

(الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم)

(۳) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ نے مدینہ طیبہ میں روضہ اطہر واقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو جواب میں کہا گیا: ''وعلیکم السلام یا قطب المشائخ، ہند کی ولایت ہم نے تجھے دی'' (انیس الارواح)

(۴) مصنف کتاب ''مظہر جلال'' لکھتے ہیں کہ سید جلال الدین شاہ سرخ بخاریؒ نے مدینہ منورہ میں روضہ اطہر پر جا کر سلام عرض کیا: السلام علیکم یا جدی امجدی تو فوراً سلام کے جواب کی آواز آئی: ''وعلیکم السلام یا ولدی قرۃ عینی''

(تحفۃ الابرار، صفحہ ۱۷)

(۵) شیخ ظہیر الدین عبد الرحمٰن علی برغشؒ نے روضہ نبی پاک ﷺ پر پہنچ کر سلام کیا تو آواز آئی: ''وعلیکم السلام یا ابا النجاشی۔''

(تواریخ الاولیا، حصہ دوم صفحہ ۳۳۴۔ اردو ترجمہ نفحات الانس، صفحہ ۵۰۴)

(۶) حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے روضہ اطہر پر حاضر ہو کر فرمایا: السلام علیکم یا جدی۔'' فوراً جواب آیا: ''وعلیکم السلام یا احسن ولدی۔''

(تواریخ الاولیا، جلد دوم از امام الدین صفحہ ۳۳۷)

(۷) سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوریؒ نے فرمایا کہ جب حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ

روضۂ رسول اللہ ﷺ پر بغرض سلام حاضر ہوتے تو جواب آپ کو باآواز بلند ملتا تھا، جسے سب سنتے تھے پھر جب رُخصت کے وقت جاتے تو یہ بیت پڑھتے: ؎

سیدی مرجعی و مولای   بسفر میروم چه فرمائی

اس کا جواب آپ کو روضہ مبارک سے یوں ملتا: ؎

بسفر رفتت مبارک باد   بسلامت روی و باز آئی

آخری بار رُخصت کے وقت جواب نہ سنا گیا۔ آپ کی شیفتگی برائے رسول اللہ ﷺ ضرب المثل بن چکی ہے۔ آپ مدینہ طیبہ کے لئے علیحدہ سفر کرتے تھے۔ حج کے طفیل میں کبھی مدینہ منورہ نہ جاتے تھے۔

(ذکر حبیب یعنی حالات پیر سید غلام حیدر علی شاہ جلال پوریؒ۔ صفحہ ۳۳۰)

(۸) شیخ ابو بکر دیار بکرؒ نے مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا: السلام علیک یارسول اللہ۔ تو اسی وقت حجرہ شریف کے اندر سے آواز آئی: "وعلیک السلام یااباابکر" اور اس کو ان تمام لوگوں نے سنا جو حاضر تھے۔

(الحاوی، فضائل حج صفحہ ۲۲۴)

(۹) علامہ سخاویؒ نے فرمایا کہ ہم کو حکایت پہنچی ہے کہ سید نور الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ والد سید عفیف الدین شریف حسینی الایجیؒ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے بعد بعض اوقات قبر شریف سے خود اپنے سلام کا جواب سنا: "علیک السلام یاولدی" اور یہ جواب حاضرین نے بھی سنا۔

(سعادۃ الدارین۔ الحاوی۔ فضائل حج صفحہ ۲۲۴)

(۱۰) شیخ ابراہیم بن شیبانؒ نے قبر مبارک کے قریب جا کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت بابرکت میں سلام عرض کیا تو حجرہ شریف سے فوراً "وعلیکم السلام" کی آواز سنی۔

(قول بدیع، فضائل حج صفحہ ۲۱۸، فضائل درود شریف صفحہ ۳۲)

(۱۱) حضرت اسحاق بن سنانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ۱۷ مرتبہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک کی زیارت کی۔ ہر زیارت کے موقع پر روضۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا: السلام علیک یارسول اللہ۔ اسی وقت قبر مبارک سے جواب ملا: "وعلیک السلام یاابن سنان۔"   (خیر المونس، جلد اول۔ صفحہ ۳۳۹)

(۱۲) علاقہ کابل کے ایک مشہور بزرگ قیام پاکستان کے وقت کراچی تشریف لائے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی ﷺ میں معتکف تھا۔ میں نے دیکھا کہ

نصف شب کے بعد ایک صاحب آئے اور روضہ اقدس کے سامنے پہنچ کر سلام عرض کیا تو روضہ اطہر سے سلام کے جواب کی آواز آئی جس کو میں نے بھی اپنے کانوں سے سنا اور ہر رات یہ سلسلہ جاری رہا۔ (ذکر اللہ اور درود و سلام کے فضائل و مسائل از حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مفتی اعظم پاکستان۔ صفحہ ۵۴)

(۱۳) محمد صدر الدین البکریؒ جب حج و زیارت مدینہ طیبہ سے مشرف ہوئے تو لوگوں نے سنا کہ حضور اقدس ﷺ نے آپ کے سلام کا جواب ارشاد فرمایا۔ علامہ شعرانی نے بھی آپ کی اس کرامت کا ذکر کیا ہے۔ ۹۱۸ھ میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔
(انوار الحسنین، حصہ اول۔ صفحہ ۶۳)

؎ تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے — چشم عالم سے چھپ جانے والے

(۱۴) شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ جب حضرت حبیب حق ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے اور درود و سلام کے بعد سلام عرض کیا تو فوراً جواب آیا: "وعلیکم السلام یا ولدی" جسے وہاں موجود سینکڑوں لوگوں نے سنا۔
(سلاسل طیبہ صفحہ ۷۷)

(۱۵) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کی بابت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ وہ جب جوار پاک شہ لولاک ﷺ میں پہنچے تو جوابِ صلوٰۃ و سلام حضرت خیر الانام ﷺ سے مشرف ہوئے (امداد المشتاق صفحہ ۱۲)۔

(۱۶) تاریخ مدینہ منورہ کے مستند مرتب "ابن النجار" نے ابراہیم بن بشارؒ سے فرمایا کہ میں حج کے بعد مدینہ طیبہ آیا اور امام الانبیاء ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو روضہ اقدس کے اندر سے آواز آئی "وعلیکم السلام" اور ایسا ہی جواب اور بہت سے اولیا اکرام اور صلحا اُمت نے سنا ہے۔ (وفا الوفا، جلد ۴ صفحہ ۱۳۵۲)

(۱۷) سید محمود کردی نے اپنی کتاب "الباقیات الصالحات" میں بیان کیا کہ میں نے حجرۂ مبارک کے پاس کھڑے ہو کر سلام عرض کیا تو سلام کا باقاعدہ جواب سنا، حالانکہ اس وقت وہاں کوئی اور نہ تھا۔ پھر میں حجرہ شریف کے اندر داخل ہو کر اِدھر اُدھر گھومتا رہا مگر مجھے کوئی اور شخص نظر نہ آیا جس سے یقین ہو گیا کہ یہ جواب حضور نبی کریم ﷺ نے ہی دیا تھا۔

مولای صل وسلم دائما ابدا — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۰۷۔ حضرت احمد شہاب الدین بن علی دجانی حسینیؒ ابتدا ہی سے علم نحو سے ناواقف

تھے، کیونکہ آپ نے نحو کی طرف توجہ ہی نہ دی تھی۔ آپ مسجد اقصیٰ میں اپنے خلوت خانے میں تھے کہ کشفی طور پر (بحالت نیم بیداری) حضرت نبی مکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اے احمد! نحو سیکھ لو۔'' فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) آپؐ مجھے نحو سکھا دیں۔ آنحضور ﷺ نے چند اصول عربیہ مجھے ارشاد فرمائے، پھر تشریف لے جانے لگے۔ میں خلوت خانے کے دروازے تک آپؐ کے پیچھے گیا اور عرض کیا ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسولُ اللہ'' میں نے رسول کے لام پر پیش پڑھا (یا کے بعد رسول مضاف ہے اور لفظ اللہ مضاف الیہ ہے۔ عربی نحو کا قاعدہ ہے کہ جب لفظ ندا مضاف پر آجائے تو اس پر زبر پڑھتے ہیں: یارسول اللہ یا حبیب اللہ یا شفیع المذنبین وغیرہ یہاں رسول کے لام، حبیب کے ب اور شفیع کے عین پر حرف ندا کی وجہ سے زبر پڑھا جائے گا۔ اس قاعدے کی رو سے رسول کے لام پر پیش پڑھنا غلط ہے)۔ لہٰذا سرکار عرش وقار ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں ابھی بتارہا تھا کہ خلافِ قاعدہ عربی مت بولو، یارسول اللہ کے لام پر زبر کہو۔'' اس کے بعد میں نے نحو پڑھنا شروع کر دیا اور پھر یہ علم میری سمجھ میں آگیا۔ (جامع کرامات اولیا حصہ دوم صفحہ ۴۰۷ تا ۴۰۸)

مولای صل وسلم دائما ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۰۸۔ کشمیر کے ایک نوجوان پیرزادہ ۱۹۲۰ء میں علامہ اقبالؒ سے ملنے لاہور آئے اور علامہؒ کو دیکھتے ہی رونا شروع کر دیا۔ آنسوؤں کی ایسی جھڑی لگی کہ تھمنے میں نہ آتی تھی۔ علامہؒ نے یہ سوچ کر یہ شخص شاید مصیبت زدہ اور پریشان حال ہے اور میرے پاس کسی ضرورت سے آیا ہے، شفقت آمیز لہجے میں استفسار کیا۔ پیرزادے نے کہا مجھے کسی امداد کی ضرورت نہیں، مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ میرے بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کی ملازمت کی اور میں ان کی پنشن کھا رہا ہوں۔ میرے بے اختیار رونے کی وجہ خوشی ہے نہ کہ کوئی غم۔

میں سری نگر کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ ایک دن عالم کشف (نیم بیداری) میں میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کا دربار دیکھا۔ جب نماز کے لئے صف کھڑی ہوئی تو حضورِ اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ''محمد اقبال آیا یا نہیں؟'' معلوم ہوا کہ نہیں آیا۔ اس پر ایک بزرگ کو بلانے کے لئے بھیجا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان جس کی ڈاڑھی منڈی تھی اور رنگ گورا تھا، بزرگ کے ہمراہ نمازیوں کی صف میں داخل ہو کر حضور انور ﷺ کے دائیں جانب کھڑا ہو گیا۔

پیر زادے نے کہا: علامہ صاحبؒ میں نے آج سے پہلے نہ آپ کی شکل دیکھی تھی اور نہ میں آپ کا نام و پتہ جانتا تھا۔ کشمیر میں ایک بزرگ ہیں مولانا نجم الدین، میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا تو انہوں نے آپ کا نام لے کر آپ کی بہت تعریف کی۔ اگرچہ انہوں نے بھی آپ کو کبھی نہ دیکھا تھا مگر آپ کی تحریروں کے ذریعے جانتے تھے۔ اس کے بعد مجھے آپ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور کشمیر سے لاہور تک کا سفر کیا۔ آپ کی صورت دیکھتے ہی میری آنکھیں اشک بار ہو گئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے کشف کی عالم بیداری میں تصدیق ہو گئی۔ عالم کشف میں میں نے جو شکل دیکھی تھی، آپ کی شکل و شباہت عین اس کے مطابق ہے، سرمو فرق نہیں۔ اس کے بعد کشمیری پیر زادہ چلے گئے۔ (روزگار فقیر، جلد دوم صفحہ ۱۷۲۔ مرتبہ فقیر سید وحید الدین)

اللہ تعالیٰ کے حضور علامہؒ عرض پرداز ہیں کہ روزِ محشر میرا عذر قبول فرما، اگر نامۂ اعمال کا حساب ناگزیر ہی ہے تو پھر اے میرے مولیٰ! اسے چشم محمد (ﷺ) سے پوشیدہ رکھنا:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفےؐ پنہاں بگیر

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۰۹۔ حضرت سیدنا احمد بن ادریس قدس سرہ العزیز (متوفی ۱۲۵۳ھ) تیرھویں صدی ہجری کے ادریسی سلسلے کے بے حد مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کی عظیم کرامت یہ ہے کہ آپ نے اپنے تمام اوراد و وظائف بالمشافہ امام الانبیاء حضرت رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مواہب محمدیہ، علوم دینیہ اور ظاہری دنیا میں حضور نبی پاک ﷺ کی معیت سے نواز رکھا تھا۔ آپ بحالت بیداری براہِ راست سب کچھ حضور سید کل ﷺ سے حاصل کرتے تھے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے بہ نفس نفیس آپ کو شاذلی طریقے کے اوراد بتائے تھے اور فرمایا تھا: ''جو تمہاری طرف آئے گا، میں اسے کسی اور کی ولایت و کفالت میں نہیں دوں گا بلکہ خود اس کا ولی و کفیل ہوں گا۔'' آپ حضور نبی کریم ﷺ کے شاگرد، اویسی اور مرید خاص تھے۔

حضرت احمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور پرنور ﷺ سے ملا۔ حضرت

خضر علیہ السلام آپؒ کے ہمراہ تھے۔ آپؒ نے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ مجھے سلسلہ شاذلیہ کے اذکار سکھائیں۔ انہوں نے آپؒ کی موجودگی میں مجھے اذکار تلقین فرمائے جس پر سرکارِ عظمت مدار ﷺ نے فرمایا: "اے خضر! انہیں وہ سکھائیں جو سب اذکار، درودوں اور استغفار کا جامع ہو اور اس کا ثواب افضل ہو۔" اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ) وہ کون ساذکر ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "پڑھیئے: لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ فی کل لمحۃٍ و نفسٍ عددَ ما وسعۃُ علمِ اللّٰہ" (ترجمہ = یہ کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ہر لمحہ اور ہر سانس میں اتنی تعداد میں ہو جتنا اللہ تعالیٰ کا علم وسیع ہے)۔ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ کلمہ پڑھا۔ ہر دو حضرات کے بعد پھر میں نے پڑھا، پھر حضور اقدس ﷺ نے "صلوٰۃِ عظیم" کا ورد شروع کر دیا اور آخر تک پڑھ کر حضرت خضر علیہ السلام کو فرمایا: "اب آپ یہ پڑھیں: استغفر اللّٰہ العظیمَ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیومُ غفارُ الذنوبِ ذوالجلالِ والاکرام۔" یہ "استغفار کبیر" ہے۔ اسے بھی میں نے ہر دو حضرات کے بعد پڑھا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "احمد! اب تمہیں آسمانوں اور زمین کی چابیاں مل گئی ہیں۔ یہ ہے: "ذکر مخصوص" اور "درودِ عظیم" اور "استغفارِ کبیر۔" انہیں ایک مرتبہ پڑھنا دنیا و آخرت اور مافیہا سے کئی گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ احمد! میں نے تمہیں وہ خزانہ دے دیا ہے جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پڑھا۔ اپنے مریدوں کو سکھائیں تاکہ ان کے درجات بلند ہوں۔"

"درودِ عظیم" کی برکات: حضرت احمد بن ادریسؒ کا ایک مرید مکہ شریف میں وفات پا گیا اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوا۔ ایک صاحب کشف بزرگ دفن کے وقت اس کے پاس تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام جنت سے قالین، بستر اور قندیلیں لائے ہیں۔ بستر لگا کر قندیلیں روشن کر کے ان کی قبر کو حد نگاہ وسیع کر دیا۔ صاحب کشف نے یہ دیکھ کر کہا: کاش میری موت کے بعد پروردگار میرا بھی اس طرح اکرام فرمائے۔ اس پر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی اس عظیم درود کی برکت سے ایسی ہی عزت افزائی ہو گی۔

جامع کرامات اولیاء، حصہ دوم از علامہ یوسف نبہانیؒ کے صفحہ ۷۵ تا ۷۷ پر درود عظیم (صلوٰۃ عظیم) تحریر ہے۔ اس شاندار کتاب کو مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور نے شائع کیا ہے۔ کیا اچھا ہو اگر کوئی صاحب خیر مذکورہ بالا تینوں اذکار کو شائع کرائیں اور مفت تقسیم کر کے ثواب کمائیں۔ درود

عظیم شریف یہ ہے:

اللّٰھمّ انی اسئلک
بنور وجہ اللّٰہ العظیم
الذی ملأ ارکان
عرش اللّٰہ العظیم
و قامت بہ عوالم اللّٰہ
العظیم أنْ تصلّی
عَلٰی مولانا محمّد
ذی القدر العظیم و
عَلٰی ال نبیّ اللّٰہ
العظیم بقدر عظمۃ
ذات اللّٰہ العظیم فی
کلّ لمحۃ و نفس
عدد ما فی علم اللّٰہ
العظیم صلٰوۃ دائمۃ
بدوام اللّٰہ العظیم
تعظیمًا لحقک یا
مولانا یا محمّد یا
ذاالخلق العظیم و
سلم علیہ و علٰی آلہ
مثل ذالک واجمع
بینی و بینہ کما
جمعت بین الروح و
نفس ظاھراً و باطناً
یقظۃ و مناما واجعلہ
یا ربّ روحاً لذاتی

اے اللہ! میں آپ سے عظمت
والے اللہ کریم کی ذات کے نور
کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جس
نے عظمت والے اللہ کے عرش کے
ارکان کو بھر رکھا ہے اور عظمت
والے رب کے سب جہان اسی
کے ذریعے قائم ہیں کہ آپ
صاحب قدر عظیم ہمارے مولانا
حضرت محمد مصطفٰے اور عظمت والے
رب کے نبی کی آل پر درود بھیج
دیں یہ درود و عظمت والے اللہ کی
ذات کی عظمت کے مطابق ہو اور
ہر لمحۂ و ہر نفس جاری و ساری ہو اور
آپ کے علم کی تعداد کے مطابق ہو
اور چونکہ آپ کی ذات عظمت
مآب دائمی ہے لٰہذا یہ درود بھی
دائمی ہو، اے ہمارے آقا! یا
رسول اللہ! اے خلق عظیم والے یہ
سب آپ کے حق کی عظمت کے
لئے ہے، اے اللہ آپ پر اور آپ
کے ساتھ آپ کی آل پر بھی اسی
طرح سلام نازل فرما مولا کریما!
مجھے اور میرے آقا علیہ السلام کو
یوں جمع فرما دے جس طرح روح
و نفس ملے ہوئے ہیں ظاہر و باطن،
بیداری اور خواب میں ہم اکٹھے
ہوں، مولا کریما! ہر حیثیت سے

مِنۡ جَمِیعِ الۡوُجُوۡہِ فِی الدّنیا قَبلَ الاٰخِرَہِ یا عَظِیمٌ○	آخرت سے پہلے اسی دنیا میں بھی آپ حضور علیہ السلام کو میری ذات کی روح بنا دیں، عظمت تو اللہ آپ ہی کی ہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۱۰۔ ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی طرح پنجاب میں بھی بیوہ کا نکاح ثانی برا سمجھا جاتا تھا۔ شمس الکونین حضرت خواجہ محمد عبدالخالق نقشبندی مجددیؒ (۱۸۵۱ء تا ۱۹۳۱ء) پسر شمس العارفین، قطب الاقطاب، خواجہ قادر بخشؒ کی اَن تھک کوششوں سے پنجاب میں تیرہ سو سال بعد قرآنی حکم (اپنی بیواؤں کا نکاح کرو) پر راجپوت مسلمان راضی ہوئے۔ کلانور (مشرقی پنجاب) میں ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۰۹ھ کو اس سلسلے میں تیسرا جلسہ ہوا۔ صوفیائے اکرام اور اولیائے عظام جو اس جگہ جمع تھے، ان ہی میں سے بعض نے دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور جب دعا کی جاتی ہے تو آمین فرماتے ہیں۔ آپؐ کا چہرۂ انور نہایت شاداں و فرحاں ہے۔ ان بزرگ ہستیوں نے اپنے چند احباب کو بتایا کہ یہ وقت عین مقبولیت کا ہے۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس کا ظہور ہو گیا اور جو دعا مانگی گئی، مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہوئی۔ حضرت خواجہ محمد عبدالخالقؒ فرماتے ہیں کہ رات کو میں نے عالم رویا میں حضرت امام الانبیاء ﷺ کو دیکھا کہ آپ بہ نفس نفیس مع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مہمانوں کے واسطے طشتریاں رکھ رہے ہیں اور دعا فرما رہے ہیں کہ ''اے اللہ! تو اس کارِ خیر کو بخیر وخوبی انجام دے۔'' میں نے یہ خواب منتظمین کو سنا کر ہدایت کر دی کہ جو جو حاضرین جلسے میں ہیں، سب کو کھانے میں شریک کیا جائے۔

(معاون تبرکات خالقیہ، صفحہ ۳۱۶ تا ۳۱۷)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۱۱۔ جہاں آرا بیگم کا شمار ان تیموری بیگمات میں ہوتا ہے، جنہیں صاحب تصنیف کہا جا سکتا ہے۔ بچپن ہی سے طبعی رُجحان صوفیائے عظام کے مقدس گروہ کی طرف تھا جس نے اس کے بھائی دارا شکوہ کے اثر سے ایک غیرفانی شوق کی صورت اختیار کر لی تھی۔ اس فطری ذوق کی وجہ سے اس نے بزرگانِ دین کے سوانح حیات و حالات کو اپنی تصانیف کے لئے منتخب کیا تھا۔ اس کی مشہور تصنیف ''مونس الارواح'' ہے جس میں

اس نے حضرت خواجہ اجمیریؒ کے حالات لکھے ہیں (اصل نسخہ دستخطی بیگم صاحب لکھنو کے کتب خانے میں موجود ہے)۔ حضرت خواجہ اجمیریؒ سے حد درجہ عقیدت ہی کی وجہ سے وہ کسی چشتی بزرگ کی مرید ہونا چاہتی تھی، لیکن مشیت ایزدی کو یہ منظور نہ تھا۔ بیگم صاحب کو بصورت مجبوری قادری مشرب میں شامل ہونا پڑا، جس میں اس کا بھائی داراشکوہ پہلے سے داخل تھا۔ ملا شاہؒ کی مرید ہونے سے پہلے جہاں آرا کا یہ حال تھا کہ جہاں کہیں اسے کسی بزرگ کی موجودگی کا علم ہوتا تو فوراً وہاں پہنچتی اور نذرو نیاز پیش کرتی۔ جہاں آرا کی ایک گمنام تالیف کا نام ''صاحبیہ'' ہے، جو ۱۹ اوراق پر مشتمل ہے اور جس میں اپنے پیرو مرشد حضرت ملا شاہ بدخشانی قادریؒ کے حالات قلم بند کئے ہیں۔ اس رسالے کا ایک قلمی نسخہ احمد آباد (بھارت) کے ایک کتب خانے میں موجود ہے، جس کا نام ''آپا راوٴ بھولا ناتھ لائبریری'' ہے۔ ''صاحبیہ'' کی وجہ تسمیہ یہ ہوسکتی ہے کہ یہ شہزادی ''بیگم صاحب'' کے لقب سے مشہور تھی۔ بیگم صاحبہ میں ''صاحبہ'' ثقات کے طرزِ تکلم کے خلاف ہے۔ مولویوں نے اظہارِ عربیت کے لئے لکھنا شروع کر دیا ورنہ ''بیگم صاحب'' لکھنا چاہیے۔ ''بیگم صاحبہ'' پنجاب اور پورب کی بولی ہے۔ دہلی کی بولی ''بیگم صاحب'' ہے۔

(ابوالکلام آزاد)

ملا شاہؒ سلسلہ قادریہ میں حضرت میاں میر لاہوریؒ کے خاص مرید تھے۔ داراشکوہ نے ملا شاہؒ کی جہاں آرا بیگم سے بہت تعریف کی اور وہ دل و جان سے ان کی معتقد ہوگئی اور اپنے بھائی کی وساطت سے ۱۰۵۰ھ میں دست انابت ان کے ہاتھ میں دے کر ان کو اپنا مرشد حقیقی بنالیا۔ آپ نے جہاں آرا کو سلسلہ قادریہ کے ذکر و شغل کی تلقین فرمائی۔ فرماتی ہیں کہ میرے دل میں یہ بات کھٹکتی تھی کہ میں سلسلہ چشتیہ میں مرید ہوں اور اب قادری مشرب میں شریک ہوگئی ہوں، مجھے کشائش حاصل ہوگی یا نہیں اور حضرت ملا شاہؒ کی تلقین و ہدایت سے مجھے کچھ فائدہ ہوگا یا نہیں؟ اسی اثناء میں مجھ پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی جو بیداری تھی نہ خواب۔ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی مجلس مقدس دیکھی جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیائے عظامؒ بھی شامل تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں اور چار یار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت آپؐ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہے۔ پیر ملا شاہؒ بھی اس مجلس میں موجود ہیں اور انہوں نے اپنا سر حضرت رسول مقبول ﷺ کے پائے مبارک پر رکھا ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: ''اے ملا شاہ چراغ

تیموریہ راتوروشن کردی'' (اے ملا شاہ! تو نے تیموری چراغ روشن کر دیا)۔ جب میں اس حالت سے لوٹی تو میرا دل خوشی سے باغ باغ تھا۔ میں نے بارگاہِ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کیا۔ میں سمجھ گئی کہ میرا شبہ دور کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ نسل تیموری میں صرف ہم دو بھائی بہن اس سعادت سے مشرف ہوئے ہیں۔ ہمارے اسلاف میں سے کوئی بھی خدا طلبی اور حق جوئی کی راہ پر گامزن نہیں ہوا۔ دہلی میں روضہ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ کے باہر جنوب مغربی گوشے میں سنگ مرمر کا ایک مجرّ ہے، جس میں جہاں آرا بیگم کی قبر ہے۔ سرہانے ایک لوح پر خود جہاں آرا ہی کا یہ شعر کندہ ہے:

بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا　　　که قبر پوش غریباں ہمیں گیاہ سب است

(ترجمہ = میری قبر پر سوائے سبزے کے اور کچھ غلاف وغیرہ نہ ہو کیونکہ غریبوں کی قبر پوش یہ ہری گھاس ہی ہوا کرتی ہے)۔

یہ ہے بلند خیالی ایشیا کے بادشاہوں کی بیٹیوں کی۔ تین کروڑ روپیہ کا اپنا تمام مال واسباب یہاں کے خادموں کو دے کر یہ جگہ حاصل کی تھی مگر اورنگ زیب نے یہ کہہ کر دو کروڑ روپیہ واپس لے لیا تھا کہ ایک تہائی سے زیادہ میں وصیت جائز نہیں۔ یہ مجرّ خالص سنگ مرمر کا ہے اور نور کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا ہے، جسے جہاں آرا نے اپنے سامنے بنوایا تھا۔ شاہی مسجد دہلی شاہ جہاں نے اور شاہی مسجد آگرہ جہاں آراء بیگم نے بنوائی تھی۔ ۱۰۹۳ھ میں وفات پائی تھی (جہاں آرا بیگم کی غیر معروف تصنیف ''صاحبیہ'' سے یہ مضمون تیار کیا گیا ہے۔ (''مقالاتِ منتخبہ'' بہ پیش گفتار از جناب پروفیسر حمید احمد خان۔ صفحہ ۳۳۸ تا ۳۴۶ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائما ابداً　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۱۲۔ حسینی سید حضرت احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ نہایت جلیل القدر صوفیاء میں سے تھے۔ ہر سال حاجیوں کی معرفت آپ رسول امین ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام بھیجتے اور قافلہ کی رُخصتی کے وقت فرماتے حضرت بشیر ونذیر ﷺ کے روضۂ اطہر کے سامنے کھڑے ہوکر میرا سلام عرض کرنا۔ آپ کی مشہور ترین کرامت یہ ہے کہ ۵۵۹ھ بمطابق ۱۱۶۱ء میں حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر آپ مدینہ منورہ زیارت کے لئے گئے۔ روضہ نبوی (علیٰ صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) کے قریب پہنچ کر آپ نے باآواز بلند فرمایا ''السلام علیکم یا جدی'' (نانا جان، السلام علیکم) فوراً روضہ مطہرہ سے ندا آئی: ''وعلیکم السلام یاولدی'' (وعلیکم السلام میرے بیٹے)۔ اس آواز کو سن کر آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ آپ کے

علاوہ جتنے آدمی وہاں موجود تھے، سب نے یہ آواز سنی۔ تھوڑی دیر بعد بحالت گریہ آپ نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

(آپؐ سے دوری کی حالت میں آپؐ کے پاس اپنی روح کو بھیجتا تھا۔ وہ میری قائم مقام بن کر آپؐ کی زمین کو چوما کرتی تھی۔ اب میں اپنی جان کو لے کر خود حاضر ہوا ہوں۔ پس آپؐ اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میرے پیاسے ہونٹ اسے بوسہ دے کر حظ حاصل کریں)۔

یہ کہنا تھا کہ تربت اقدس سے حضور اقدس ﷺ کا چمکتا ہوا دست مبارک ظاہر ہوا جس کی نورانیت نے آفتاب کو بھی ماند کر دیا تھا۔ آپ نے اس کو بوسہ دیا جس کے بعد وہ پھر قبر اطہر میں مخفی ہو گیا۔ حضرت علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے اس وقت روضہ اقدس پر تقریباً ۹۰ ہزار عاشقانِ جمال نبوی و مشتاقانِ روضہ نبوی کا اجتماع تھا، جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور سرورِ کائنات، فخر موجودات ﷺ کے دست مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان میں محبوبِ سبحانی، قطب ربانی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت شیخ عبدالرزاق حسینی واسطیؒ اور حضرت شیخ عدی بن مسافر الاموئیؒ جیسے جلیل القدر بزرگ بھی موجود تھے۔ اس واقعہ کو اس کثرت سے علماء نے بیان کیا ہے کہ اس میں کسی قسم کی غلطی کا احتمال نہیں۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ جس وقت حضرت رفاعیؒ نہایت ذوق و شوق اور نہایت ادب سے دست مبارک چوم رہے تھے تو کیا آپ کو اس وقت حضرت رفاعیؒ پر رشک آیا تھا۔ فرمایا: ہم تو ہم اس وقت تو حاملانِ عرش تک رشک کر رہے تھے۔ حضرت رفاعیؒ کو جب افاقہ ہوا تو دیکھا کہ لوگوں میں بڑی عزت ہو رہی ہے۔ آپ نے اپنے نفس کا اسی وقت یوں علاج کیا کہ مسجد نبوی ﷺ کی دہلیز پر لیٹ گئے اور فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے اوپر سے گذرو تاکہ ذلت ہو۔ لوگوں نے پھاندنا شروع کر دیا۔ ایک بزرگ غالباً محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ حضرت رفاعیؒ کے اوپر سے نہیں گذرے تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ایسا کرتا تو آتش قہر مجھے جلا دیتی، وہ اندھے تھے جو پھاندے۔ غرض اللہ کے خاص الخاص بندوں کو مدینہ طیبہ میں اسی قسم کی دولتیں نصیب ہوتی ہیں (ابریز حصہ دوم کا اردو ترجمہ، خزینہ معارف حصہ دوم۔ صفحہ ۵۰۹، خیر المونس، جلد اول صفحہ ۳۵۰، الحاوی از علامہ جلال الدین سیوطیؒ، البیان المشید اردو ترجمہ البرہان المؤید مؤلفہ حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ، طبقات از مناوی، شرح الشفاء از شہاب خفاجی، ام البراہین از ابن الحاج، روح البیان از حکیم الامت

مولانا اشرف علی تھانویؒ صفحہ ۳۲ تا ۳۳، نزہتہ از امام عبدالرحمن)

مولای صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۱۳۔ چوہدری غلام حیدر خان چشتیؒ جب بھی لاہور جاتے تو تمام بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتے۔ مناو توحید حضرت علامہ اقبالؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھتے تو علامہؒ قبر سے نمودار ہو جاتے اور دونوں میں باہم گفتگو ہوتی۔ چوہدری صاحبؒ نے ایک مرتبہ قدسی مقال علامہ اقبالؒ سے دریافت فرمایا کہ آپ تقریباً ئی روشنی کے مسلمان تھے، مغربی تہذیب میں رہ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی، پھر عملی طور پر آپ کیسے اسلام کی طرف راغب ہوئے اور کیوں کر عشق واتباع رسول مقبول ﷺ اور صبغتہ اللہ (اللہ کے رنگ) میں رنگے؟ حضرت علامہؒ نے فرمایا: سب اللہ کے فضل وکرم سے ہوا۔ میں بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح ایک عام مسلمان تھا مگر دوران تعلیم مجھے صیہونیت، عیسائیت، اشتراکیت، بت پرستی اور آزاد طرزِ زندگی وغیرہ سے نفرت ہو گئی تھی۔ پھر میں نے اعلیٰ تعلیم کے ساتھ کتاب وسنت کا مطالعہ کیا اور تمام بزرگان دین خصوصی طور پر (اپنے رُوحانی استاد) حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کے کلام کو بغور پڑھا اور استفادہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پتہ چلا کہ دین کا روح رواں اور ماحصل تو محبت، اتباع اور اطاعت حضرت رسول مقبول ﷺ ہے۔ میں نماز فجر سے پہلے اٹھتا، نوافل ادا کرنے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت، ذکر اللہ، کلمہ طیبہ اور درود شریف کا بہت ورد کرتا حتیٰ کہ نماز فجر کے بعد بھی یہی عمل جاری رہتا۔ اکثر اوقات درود پاک اور کلام اللہ پڑھنے کے دوران ندامت کے آنسو جاری ہو جاتے۔ عشق ومحبت غالب رہتی اور رقت طاری ہو جاتی۔ یہ آداب خود آگاہی وآہ سحرگاہی، بزرگانِ دین کے اقوال وتجربات سے حاصل کئے اور یہ معمولات تازیست قائم رہے۔؎

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی
عطارؒ ہو، رومیؒ ہو، رازیؒ ہو، غزالیؒ ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحرگاہی

اور پھر گڑگڑا کر التجا کرتا:؎

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر میری دانش ہے افرنگی، میرا ایماں ہے زناری

جو اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوئی۔ میرے علم میں اضافہ ہونے لگا۔ عشق ومحبت میں مزید ترقی ہوتی گئی اور اولیاء اللہ خصوصاً حضرت مولانا رومیؒ سے خواب اور بیداری میں ملاقات ہونے لگی۔ ان بزرگانِ دین نے میری بہت رہنمائی کی اور سب نے اتباع،

اطاعت، غلامی و قربت نبی کریم ﷺ پر زور دیا۔ خلوص دل سے خوب محنت کی حتیٰ کہ بھوک، پیاس اور گرمی و سردی کا احساس بھی جاتا رہا۔ بعض اوقات گھنٹوں ذکر اللہ میں گم رہتا۔ کشف و کرامات اور گذشتہ و آئندہ کے واقعات کی خبریں ملنے لگیں اور مشاہدہ ہونے لگا، مگر دل نفی کرتا رہا کہ یہ منزل مقصود نہیں ہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضورِ اقدس ﷺ نے نیم خوابی و بیداری کی حالت میں زیارت بابرکت سے نوازنا شروع کر دیا اور پھر یہ سلسلہ آخر تک قائم رہا۔ اس میں میری کوئی خوبی یا اعمال کی اچھائی کو دخل نہ تھا بلکہ یہ تو حضور پرنور ﷺ کی اپنے ایک ادنیٰ اُمتی اور غلام پر نگاہِ رحمت و شفقت تھی کہ آپؐ نے میری چارہ سازی فرمائی اور براہ راست میری تعلیم و تربیت کے لئے ہدایات ارشاد ہونے لگیں اور اسرارِ الٰہی کھلنے لگے۔

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر   کرتے ہیں خطاب آخر اٹھتے ہیں حجاب آخر

چشم بینا تو پہلے ہی عطا ہو چکی تھی، دل بینا بھی عطا ہوا۔ کشود مقام خودی اور نمود امانت الٰہی نصیب ہوا، دولت وصل عطا ہوئی، مشاہدۂ حق عطا ہوا اور مقصود موجود ہوا۔ الحمد رب العالمین۔   (والمقصود موجودہ۔ صفحہ ۲۸۴ تا ۲۸۷ سے ماخوذ)

مولای صل وسلم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۱۱۴۔   ۱۹۶۹ء میں پراجیکٹ ہائی سکول، منگلا (اب گورنمنٹ پراجیکٹ ہائی سکول، منگلا) میں قائداعظم ڈے پر سکول کی بزم ادب نے منگلا ڈیم آرگنائزیشن کے PRO جناب سید محمد ادریس شاہ (متوفی ۱۹۹۵ء) کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا تھا۔ آپ نے اپنی تقریر میں بتایا کہ قائداعظمؒ کے ایک نہایت قریبی ساتھی تھے جنہوں نے ایک مجلس میں جہاں میں بھی موجود تھا، یہ واقعہ سنایا تھا:

فرمایا کہ جب قائداعظمؒ انگلستان سے مستقل طور پر ممبئی (بھارت) آگئے تو میں آپ سے ملاقات کے لئے گیا۔ قائداعظمؒ گہری سوچ میں غرق تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ علامہ اقبالؒ نے مجھے بلایا، جب کہ کچھ کا خیال ہے کہ لیاقت علی خان مجھے لے کر آئے۔ بے شک ان دونوں حضرات کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ہے، لیکن اصل بات جو مجھے یہاں لائی کچھ اور ہی ہے جو میں نے آج تک کسی کو نہیں بتائی۔ تمہیں اس شرط پر بتانا چاہتا ہوں کہ میری زندگی میں اسے ظاہر نہیں کرو گے کیونکہ لوگ بات کا بتنگڑ بنا دیتے ہیں۔ جب میں نے انہیں یقین دلایا کہ ایسا ہی ہوگا تو انہوں نے فرمایا:

ایک رات میں لندن میں اپنے کمرے میں سو رہا تھا کہ ایک جھٹکے سے میری آنکھ

کھل گئی۔ میں پھر سو گیا۔ دوسرا جھٹکا تیز تھا۔ پس میں اٹھا اور دروازہ کھول کر باہر کا جائزہ لیا اور یہ اطمینان کر کے کہ سب ٹھیک ہے، آ کر سو گیا۔ تیسرے جھٹکے نے مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ میں اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا۔ میرا کمرہ خوشبو سے مہک رہا تھا اور میں کسی کی موجودگی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے کہا:

Who are you?

I am your Prophet Muhammad (ﷺ) :جواب آیا

I have come to ordain you to leave for India & guide Muslims there in their Freedom Movement. I am with you. Finally you will emerge successful insha-allah.

Thank you my Holy Prophet (ﷺ) یہ سن کر میں نے جواب دیا

اس واقعہ کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو سکتا تھا میں مستقل طور پر بمبئی آ گیا۔

مصنف/مؤلف کتاب ہذا نے اس واقعہ سے یہ تین نتائج اخذ کئے ہیں:

(۱) قائداعظم محمد علی جناح قدس سرہٗ کی بلند بختی کی انتہا ہے، یہ خواب نہیں ہے بلکہ آپ بیداری میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ عالیہ کی سماعت فرما رہے ہیں اور عین ممکن ہے دیدار بھی کر رہے ہوں (بات بہت پرانی ہو چکی ہے، کوشش بسیار کے باوجود قائداعظمؒ کے ان دوست کا نام معلوم نہ ہو سکا)۔

(۲) ہندو اور انگریزی کی بے پناہ رُکاوٹوں اور مخالفت کے باوصف قائداعظمؒ کو اپنے مشن میں کامیابی کا سو فیصد یقین تھا کیونکہ امام الانبیاء ﷺ آپ کو کامیابی کی نوید سنا چکے تھے۔ ایسا ہی ہوا۔ تمام رُکاوٹیں دھری کی دھری رہ گئیں اور بظاہر ناممکن حالات کے باوجود پاکستان وجود میں آ گیا۔

(۳) ڈائیلاگ اور گفتگو انگریزی میں ہوئی تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ حضور نبی آخر الزمان ﷺ قیامت تک کے لئے نبی ہیں۔ آپؐ کے اُمتی ہزارہا قسم کی زبانیں بولتے ہیں۔ یہ بھی آپؐ کا زندہ معجزہ ہے کہ آپؐ کا جو امتی آپؐ سے جس زبان میں گفتگو کرتا ہے آپؐ اسی کی زبان میں اس کو جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ (سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ، جلد سات کا واقعہ نمبر ۳۱۲)

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

آخر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں ؎

عصیانِ ما و رحمت پروردگار ما   ایں را نہایتے است نہ آں را نہایتے

اور اس مبارک کتاب کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں ۔

محبت مجھ کو جس سے ہے اسی کا ذکر کرتا ہوں

زباں پر میری بجز نام محمدؐ اور کیوں آئے

ناچیز

محمد عبدالمجید صد

☆☆☆ تمت بالخیر ☆☆☆

جناب محمد عبدالمجید صدیقی پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے۔ ۸۵ سال کی عمر میں بھی تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہیں۔ آپ کی عظیم تصانیف جب میرے مطالعہ میں آئیں تو میرے دل کی عجیب کیفیت ہوئی تھی۔ یہ کتب انتہا درجہ روح پرور ہیں اور حضرت رسالت مآب ﷺ کے لئے شیفتگی اور وارفتگی کا ذریعہ۔ ''زیارت نبی ﷺ بحالت بیداری حصہ دوم'' صدیقی صاحب کی تازہ ترین تصنیف ہے۔ اس سے قبل آپ کی تصانیف کا بیش بہا خزانہ ''سیرت النبی ﷺ بعداز وصال النبی ﷺ'' سات حصوں میں اور ''زیارت نبی ﷺ بحالت بیداری حصہ اول'' کی شکل میں عرصہ دراز سے شائع ہو رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ انمول موتیوں کے اس بے بہا کنز اور خزینہ کو دوسری اہم زبانوں میں منتقل کیا جائے تاکہ ملت اسلامیہ کا ہر فرد اس سے مستفید ہو سکے۔ غیر مسلمین کے لئے یہ تصانیف جدید انداز میں تبلیغ اسلام کا انتہائی موثر ذریعہ ثابت ہوں گی انشاءاللہ تعالیٰ۔

ڈاکٹر عزیز الرحمٰن بگھیو
ایم اے (عربی) پی ایچ ڈی (جنرل ازم)
اسلام آباد۔


ISBN 969-0-01821-3
9789690018212



فیروزسنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
لاہور۔ راولپنڈی۔ کراچی

Rs.250.00